اردو کی منتخب تنقیدی اصطلاحات کی فرہنگ مع مقدمہ

A LEXICON OF THE SELECTED TERMS OF URDU CRITICISM WITH PREMISE

उर्दू की मुंतख़ब तनक़ीदी इस्तेलाहात की फरहंग मय मुक़द्देमा

A
Thesis

Submitted to the
UNIVERSITY OF KOTA

in the Partial Fulfillment of the Requirements for the
Award of the Degree of
DOCTOR OF PHILOSOPHY

in
Urdu
under the
Faculty of Arts

Submitted by
Mohammed Baqir Hussain
Registration No.: RS/2038/22

Under the Supervision of
Prof. Nadira Khatoon
Department of Urdu
Govt. Arts Girls College Kota, Kota (Rajasthan)

UNIVERSITY OF KOTA
KOTA (RAJASTHAN)-324 005
INDIA
February, 2025

शोध निदेशालय
कोटा वि   वविद्यालय
एम.बी.एस. मार्ग, कोटा
(राजस्थान)–३२४००५
फोन नम्बर : ०७४४–२४७१०३७

Directorate of Research
University of Kota
MBS Marg, KOTA
(Rajasthan)-324005
Phone No.: 0744-2471037

CERTIFICATE

I feel great pleasure in certifying that the Ph.D. thesis entitled **"A LEXICON OF THE SELECTED TERMS OF URDU CRITICISM WITH PREMISE" / उर्दू की मुंतख़ब तनक़ीदी इस्तेलाहात की फरहंग मय मुक़द्देमा** submitted by Mr./Ms./Mrs. **Mohammed Baqir Hussain** to the University of Kota in the partial fulfillment of the requirements for the award of the degree of Doctor of Philosophy is based on the research work carried out under my/our guidance.

He has completed the following requirements as per UGC Regulations and research ordinance of the University:

(a) Satisfactory Completion of the Ph.D. Course Work.
(b) Submission of Half Yearly Progress Reports.
(c) Fulfilment of residential requirement of the Research Centre (*Minimum 200 Days*).
(d) Presentation of research work before the Departmental Committee.
(e) Publication of at least one research paper in the referred research journal/ UGC care listed journal of national and international repute.
(f) Two paper presentations in the Conferences/ Seminars.

I recommend the submission of the Ph.D. thesis and certify that it is fit to be evaluated by the examiners.

Date:
Place:

Prof. Nadira Khatoon
Research Supervisor

शोध निदेशालय
कोटा वि वविद्यालय
एम.बी.एस. मार्ग, कोटा
(राजस्थान)–३२४००५
फोन नम्बर : ०७४४–२४७१०३७

Directorate of Research
University of Kota
MBS Marg, KOTA
(Rajasthan)-324005
Phone No.: 0744-2471037

DECLARATION

I, **Mohammed Baqir Hussain** here by certify that the research work presented in my Ph.D.thesis entitled **"A LEXICON OF THE SELECTED TERMS OF URDU CRITICISM WITH PREMISE" / उर्दू की मुंतख़ब तनक़ीदी इस्तेलाहात की फरहंग मय मुक़द्देमा** which is carried out by me under the supervision of **Professor / Dr. Nadira Khatoon** and submitted in the partial fulfillment of the requirement for the award of the degree of Doctor of Philosophy of the University of Kota, represents my ideas in my own words and where others' ideas or words have been included in this thesis, I have adequately cited and referenced the original sources.

The work presented in this thesis has not been submitted elsewhere for the award of any degree or diploma from any other institution or university in India or abroad. I declare that I have adhered to all the principles of academic honesty and integrity and have not misrepresented or fabricated or falsified any idea/data/fact/source in my submission.

I understand that any violation of the above will cause for disciplinary action by the University and can also evoke penal action from the sources which have thus not been properly cited or from whom proper permission has not been taken when needed.

Date:
Place:

Mohammed Baqir Hussain
Research Scholar

This is to certify that the above statement made by Mr. Mohammed Baqir Hussain (Registration No. RS/2038/22 Dated 22.01.2022) is correct to the best of my/our knowledge.

Date:
Place:

Prof. Nadira Khatoon
Research Supervisor

शोध निदेशालय
कोटा वि वविद्यालय
एम.बी.एस. मार्ग, कोटा
(राजस्थान)–३२४००५
फोननम्बर : ०७४४–२४७१०३७

Directorate of Research
University of Kota
MBS Marg, KOTA
(Rajasthan)-324005
Phone No.: 0744-2471037

Anti-Plagiarism Certificate

It is certified that the Ph.D. thesis entitled "**A LEXICON OF THE SELECTED TERMS OF URDU CRITICISM WITH PREMISE**" / **उर्दू की मुंतख़ब तनक़ीदी इस्तेलाहात की फरहंग मय मुक़द्देमा** submitted by Mr **Mohammed Baqir Hussain** has been examined with the anti-plagiarism tool.

I undertake that:

a. The thesis has significant new work/knowledge as compared already published or are under consideration to be published elsewhere. No sentence, equation, diagram, table, paragraph or section has been copied verbatim from previous work unless it is placed under quotation mark and duly referenced.

b. The work presented is original and own work of the author *i.e.* there is no plagiarism. No ideas, processes, results or words of others have been presented as the author's own work

c. There is no fabrication of data or results which have been compiled and analyzed.

d. There is no falsification by manipulating research materials, equipment or processes, or changing or omitting data or results such that the research is not accurately represented in the research record.

e. The thesis has been checked by using **DrillBit** tool/software and found within the limits as per UGC plagiarism policy and instructions issued from time to time.

Report is also enclosed along with this Ph.D. thesis.

Date:
Place:

Mohammed Baqir Hussain
Research Scholar

Date:
Place:

Prof. Nadira Khatoon
Research Supervisor

پیش لفظ

انسان کو قدرت نے قوت گویائی عطا کی ہے۔ اس کا ذہن رسا جو کچھ سوچتا سمجھتا ہے اس کے اظہار کے لیے زبان کے علاوہ کوئی اور طریقۂ کار نہیں۔ انسان کے لیے زبان کس قدر ناگزیر ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انسان سوچتا بھی کسی نہ کسی زبان میں ہے۔ گویا زبان نہ ہو تو سوچنے کا عمل بھی مفقود ہو کر رہ جائے گا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ زبان کی ایجاد بھی ایک محدود دائرۂ عمل ہے۔ انسانی ذہن جیسے جیسے اپنی فکر کی ارتقائی منزلوں کو طے کرتا ہے ویسے ویسے خود اس کی ایجاد کی ہوئی زبان اس کے لیے چھوٹی پڑ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب نیا علم اور نئی فکر پرانے الفاظ میں نہیں ڈھل پاتی تو ان پرانے الفاظ ہی کو نئے معنی دے دیے جاتے ہیں۔ اسی مرحلے پر لغت اور اصطلاح کا فرق شروع ہو جاتا ہے۔ کسی لفظ کے جو معنی جمہوری طور پر طے کر لیے گئے ہیں اسے لغت کہا جاتا ہے لیکن کسی لفظ کو کسی علمی حوالے سے کچھ دوسرے معنی بھی دے دیئے جائیں تو وہ اس علم کی اصطلاح بن جاتا ہے۔ اس بیان سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انسانی ذہن کی وسعتیں لامحدود ہیں جب کہ زبان ایک حد تک ہی اس کا ساتھ دیتی ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جو ایک ہی لفظ کے کئی معنی مقرّر کر لینے کی مجبوری کو ظاہر کرتا ہے۔ ہمارے یہاں جتنے علوم ہیں ان کی اصطلاحات بھی زبان کی اسی محدودیت کے باعث ایک ہی لفظ یا مجموعۂ الفاظ کے لغوی معنی سے الگ، علمی معنی مقرر کر لینے کی مثالیں ہیں۔ تنقید بھی انھی علوم میں سے ایک ہے۔ چونکہ ادب اور تنقید زندگی کے ہر شعبے کو محیط ہے لہٰذا ان کی اصطلاحات دوسرے علوم کی بہ نسبت نہایت متنوّع اور رنگارنگ ہیں۔ اسی کے پیشِ نظر راقم الحروف نے تنقیدی اصطلاحات کے مطالعے کو اپنا موضوع بنایا۔

پیش نگاہ تحقیقی مقالہ ”اردو کی منتخب تنقیدی اصطلاحات کی فرہنگ مع مقدمہ“ یونیورسٹی آف کوٹہ کے لیے لکھا گیا ہے۔ یہ مقالہ اصلاً تین حصّوں پر مشتمل ہے۔ اوّل مقدمہ، دوم فرہنگِ اصطلاحاتِ نقد اور سوم حاصلِ تحقیق۔ حصّہ اوّل میں چھ ذیلی ابواب شامل ہیں۔ ”تنقید اور تنقیدی دبستان“ اس باب میں مشہور ناقدین کی آراء اور تنقید کی تعریف بیان کی گئی ہے اور ساتھ ہی تنقیدی دبستانوں کی تعریف، تشکیل اور اہمیت پر بحث کی گئی ہے، اس کے بعد دوسرے باب ”اصطلاح کی تعریف“ میں لفظ اور اصطلاح میں فرق بیان کیا گیا ہے۔ تیسرے باب ”فرہنگ اور لغت کا فرق“ اور علمی فرہنگوں کی افادیت اور ضرورت کو واضح کیا ہے۔ چوتھا ذیلی باب تنقیدی مصطلحات کی اہمیت اور افادیت کے عنوان سے مقدمے میں شامل کیا گیا ہے اور مقدمہ کی کلید ہے۔ اس باب میں تنقیدی اصطلاح کی تعریف، ان کی اہمیت، مشرقی اور مغربی مصطلحاتِ نقد کی کیفیات اور انگریزی اصطلاحات کے اردو مترادفات پر بھی بحث کی گئی ہے۔ مقدمہ کا پانچواں باب تنقیدی اصطلاحات

کی تاریخ سے متعلق ہے جس کی بنیاد مشرقی اصطلاحاتِ نقد پر ہے۔ اس میں شعراء کے کلام میں منتشر علم بدیع و بیان کی اصطلاحات مع امثال اور بعد میں تذکروں میں مستعمل تنقیدی اصطلاحات شامل ہیں۔ اسی باب میں سوداؔ کے دیوان کا مقدمہ، غالبؔ کے خطوط اور باقر مہدی کے مقدمے میں موجود تنقیدی اصطلاحات کی دریافت اور ان کی نشاندہی کی گئی ہے۔

مقدمہ کا آخری باب ''تنقیدی اصطلاحات کا عہد بہ عہد ارتقاء'' عنوان سے شامل ہے جس میں تنقید کے عبوری دور یعنی محمد حسین آزاد، الطاف حسین حالیؔ اور شبلیؔ نعمانی وغیرہ سے لے کر تا حال اردو میں تنقیدی مکاتیبِ فکر سے منسلک متداول اصطلاحوں کا عہدوار تجزیہ کیا گیا ہے۔

اس تحقیق کا دوسرا حصّہ تنقیدی اصطلاحات کے اندراجات یعنی ''فرہنگ'' پر مشتمل ہے۔ یہ اصطلاحیں تنقید کی اردو، انگریزی اور ہندی کتب سے ماخوذ ہیں جنھیں الف بائی ترتیب سے درج کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ کلاسیکی متون کے برعکس علمی اصطلاحات کی فرہنگ ہے اس سبب سے فرہنگ کے مدلولات کے سامنے ان کی قواعدی حیثیت درج نہیں کی گئی ہے بلکہ انگریزی / ہندی کے متبادلات لکھے گئے ہیں۔ اسی کے متصل براہِ راست، سادہ اور عام فہم انداز میں اصطلاح کی تعریف بیان کی گئی ہے اور سند کے طور پر حسب معمول معتبر ناقدین کے متون بطور شواہد تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ فرہنگی اندراجات مشرقی تنقید یعنی عربی، فارسی اور سنسکرت کی شعری اصطلاحات اور مغرب سے مستعار فرانسیسی، لاطینی، یونانی اور انگریزی تنقیدی رویے، رجحان، افکار و اقدار اور تصورات اور خیالات کی منتخب اصطلاحات پر مبنی ہے۔ مقالے کا تیسرا حصّہ حاصلِ تحقیق عنوان سے ہے جس میں مقالے کا ماحصل تحریر کیا گیا ہے۔

فرہنگ کے آخر میں ''مشترک انگریزی / اردو اصطلاحات'' اور ''مشترک ہندی / اردو اصطلاحات'' کے عنوان سے دو ضمیمہ جات ملحق کیے گئے ہیں۔ فرہنگ کی تدوین میں جن کتابوں سے براہِ راست استفادہ کیا گیا ہے ان کی فہرست مع مصنف، ناشر اور سنین درج کر دی گئی ہے۔

مذکورہ تحقیقی مقالہ کی شروعات سے لے کر شرمندۂ تعبیر ہونے تک خاصہ دشوار گزار مرحلہ تھا مثلاً کتب کی دستیابی کے لیے دہلی، ممبئی، حیدرآباد، جے پور، لکھنؤ، بنارس، کلکتہ اور کوٹہ وغیرہ کے کتب خانوں تک رسائی کس قدر مشکل ہے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بعض کتابوں کو archive.org اور rekhta.org کی مدد سے پڑھا گیا اور بعض حضرات کے ذاتی کتب خانوں سے بھی مدد لی گئی۔ یہی نہیں، چند اہم ناقدین سے براہِ راست ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور ان کی رہنمائی سے استفادے کا موقع ملا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جب کوئی امر اپنی تکمیل کو پہنچتا ہے تو اس کے دورانیے میں بہت سے عناصر مدد و معاون ہوتے ہیں۔ انھیں میں وہ شخصیات بھی شامل ہیں جنھوں نے نہ صرف میری حوصلہ افزائی کی بلکہ میری پشت پناہی اور رہنمائی بھی کی۔ اللہ بتارک و تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ ہمت عطا کرنے کے ساتھ مجھے باطنی رہنمائی بھی عطا کی۔ میں اپنے والدین محترم اشفاق حسن اور شبّری خانم مرحومہ کے احسانات کا کوئی بدل پیش نہیں کر سکتا۔ دعا گو ہوں کہ والدِ محترم کو اللہ صحت مند رکھے اور والدہ مرحومہ کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ میرے بڑے بھائی جناب غلام عسکری نے مجھے نہ صرف کامیابی اور کامرانی کی دعائوں سے نوازا بلکہ راہِ حیات کے لیے ضروری زادِ راہ بھی فراہم کی۔ میرے اساتذہ کرم فرما اور سرپرست جناب ارشد عبد الحمید اور خورشید انور صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے میرے جامعات اور مقابلہ جاتی امتحانات کی تیاری اور ذہنی آبیاری میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اسی موقع پر میں اپنی مُدرِّسہ بیگم آپا کا بھی شکر گزار ہوں۔ زیرِ نظر مقالے کی نگراں پروفیسر نادرہ خاتون کا صمیم قلب سے ممنون ہوں کہ تحقیق کے اس دشوار امر میں نہ صرف میری رہنمائی کی بلکہ یونیورسٹی اور کالج سطح کی دقتّوں کو حل کرنے میں مدد کی۔ ان کا دست شفقت ہمیشہ میسّر رہا۔

میں اپنی شریکِ حیات آشنا فاطمہ کا شکریہ کس طرح ادا کروں کہ میری مسلسل ادبی مصروفیات میں انھوں نے مجھے خانگی ذمہ داریوں سے اس طرح سبک دوش رکھا جیسے وہ میری ذمہ داریاں تھیں ہی نہیں۔ تحقیق کے دوران جن کرم فرما حضرات اوراحباب نے کسی نہ کسی سطح پر مجھے تعاون سے نوازا ان میں ڈاکٹر سیّد صادق علی، ڈاکٹر نعیم فلاحی، ڈاکٹر رینو ورما، ڈاکٹر نصرت فاطمہ، ڈاکٹر انوپما کوشل، افروز فاطمہ، فردوس فاطمہ، زینت زہرا، مریم زہرا، ڈاکٹر سعادت رئیس اور محمد رحمٰن شامل ہیں۔

اس تحقیق کا مقصد اردو تنقید میں مستعمل تازہ اصطلاحات تک رسائی تو ہے ہی لیکن اسی کے ساتھ ان کے تغیر و تبدل کی نشاندہی نیز معنوی افتراق حل کرنا بھی ہے مجھے یقین ہے کہ اصطلاحات کی تفہیم کے لیے مختلف کتابوں میں بھٹکنے کی زحمت سے کافی حد تک راحت ملے گی اور تنقید کی اصطلاحات کو سمجھنے میں یہ فرہنگ معاون ہو گی۔

محمد باقر حسین

ریسرچ اسکالر

گورنمنٹ آرٹس گرلس کالج، کوٹہ

یونیورسٹی آف کوٹہ، کوٹہ (راج)

تلخیص

تخلیقی عمل کے دوران تخلیق کار کے ذہن میں جو خیالات ابھرتے ہیں انھیں منظم کرتے ہوئے بہترین الفاظ کے پیکر میں ڈھالنے کا کام فنکار کا تنقیدی شعور کرتا ہے۔ دوسری جانب تنقید تخلیق کو ادیب سے آزاد اور خود مختار تسلیم کرتے ہوئے غیر جانبدارانہ انداز سے اس کے حسن و قبح کو نشان زد کرنے اور تخلیق کا معیار و اقدار متعین کرنے کا کام تنقید کے ذریعے تکمیل کو پہنچتا ہے۔ اس تفاعل میں پہلا امر نظریاتی اور آخر الذکر عملی تنقید ہے۔ دورانِ تنقید نقاد جس مخصوص لفظیات کا استعمال کرتا ہے وہ کسی نہ کسی رویّے، تحریک، نظریے یا رجحان سے وابستہ ہوتی ہے اور اس لفظیات کے بغیر نقّاد کا مطمحِ نظر سامنے آنا ممکن نہیں ہے۔ اسی لفظیات کو تنقیدی اصطلاح کہتے ہیں۔

پیشِ نگاہ مقالہ ”اردو کی منتخب تنقیدی اصطلاحات کی فرہنگ مع مقدمہ“ اردو تنقید میں مستعمل اصطلاحات کی ترتیب و تدوین کی ایک کوشش ہے۔ مذکورہ مقالہ کے تمام مباحث کو حسبِ ذیل تین ابواب میں منقسم کیا گیا ہے۔ مقالہ کا باب اول ”مقدمہ“ کے عنوان سے ہے جس کے چھ ذیلی حصّے ہیں:

۱۔ تنقید اور تنقیدی دبستان

۲۔ اصطلاح کی تعریف

۳۔ لغت اور فرہنگ کا فرق

۴۔ تنقیدی مصطلحات کی اہمیت اور افادیت

۵۔ اردو میں تنقیدی اصطلاحات کی تاریخ

۶۔ تنقیدی اصطلاحات کا عہد بہ عہد ارتقاء

اس باب کے پہلے حصّے ”تنقید اور تنقیدی دبستان“ میں تنقید کی تعریف، ماہیت، لفظ نقد، تنقید اور کرٹسزم پر بحث کی گئی ہے۔ اسی باب میں تنقید کی دو اقسام نظریاتی تنقید اور عملی تنقید کو واضح کیا گیا ہے اور آگے چل کر تنقیدی دبستانوں کی تشکیل، تردید اور تائید پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ کسی فن پارے پر مختلف مکاتیبِ فکر کی روشنی میں شش جہت تنقید کی جاسکتی ہے۔

اس باب کا دوسرا حصّہ ''اصطلاح کی تعریف'' پر مبنی ہے جس میں اصطلاح کی تعریف بیان کرتے ہوئے عام لفظ اور اصطلاحی لفظ اور ترکیب میں فرق بتایا گیا ہے۔

اس باب کا تیسرا حصّہ ''فرہنگ اور لغت کا فرق'' کے ضمن میں ہے۔ اس حصّے میں فرہنگ کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرہنگ کی اقسام اور وہ لغت سے کیسے قدرے مختلف ہیں، اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس حصّے کی نوعیت تعارّفی (Introductory) ہے۔

مقدمہ کا چوتھا حصّہ ''تنقیدی مصطلحات کی اہمیت اور افادیت'' عنوان سے لکھا گیا ہے۔ تنقیدی اصطلاح سے مراد یہ ہے کہ کسی فلسفے، نظریے، رویّے اور تحریک کے زیرِ اثر نقّادوں نے نظریاتی اور عملی تنقید کے لیے بعض کلیدی الفاظ اور تراکیب وغیرہ مختص کر لیے ہیں جو فن پارے کی تفصیل، تحلیل، تفہیم، تعبیر، تشریح اور تجزیہ وغیرہ میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ اصطلاحیں لغوی معانی سے الگ سہی لیکن تنقید میں معنی کی کسی خاص تفصیل کو بخیر وخوبی سمیٹ لیتی ہیں۔ مزید بر آں اسی حصّے میں مغربی تنقیدی اصطلاحات کی تعینِ قدر نیز ان کی اہمیت اور ضرورت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ آگے چل کر ادبی اور تنقیدی مصطلحات پر جو فرہنگیں ترتیب دی جا چکی ہیں ان کا ذکر ہے۔ آخر میں تنقیدی اصطلاحات کی فرہنگ سازی کی ضرورت اور اہمیت کے مقصد کو بھی سپردِ قلم کیا گیا ہے۔

اس باب کا پانچواں حصّہ تنقیدی اصطلاحات سازی کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس حصّے میں مشرقی اصطلاحاتِ نقد کی ابتداء پر دلائل کے ساتھ زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اردو میں ابتدائی تنقیدی رجحانات کا سرچشمہ عربی / فارسی کے شعری اسالیب اور مبادیات تھے جنھیں اردو نے مستعار لیا، اس سبب اردو کی تخلیقات اور تخلیق کار دونوں میں عربی / فارسی کے ادبی و لسانی میلانات اور معیارات پائے جاتے ہیں۔ مشرقی ادبی تخلیقات کی تفہیم و تعبیر بلاغت، عروض اور قوافی وغیرہ پر مبنی ہیں۔ ان اصطلاحات کو تذکروں، مثنویوں، شعروں، نظموں، تقریضوں، مرثیوں اور دیباچوں میں با آسانی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ یہ اصطلاحیں خوش فکری، ربطِ کلام، تلاشِ لفظ تازہ اور صفائی گفتگو وغیرہ ہیں۔ اس باب میں مشرقی تنقیدی اصطلاحوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور ان کی مثالیں مع مآخذ نقل کی گئی ہیں۔ ساتھ ہی اس بات کی تردید شامل ہے کہ قدما کے تذکروں میں تنقیدی شعور کی اتنی بھی قلّت نہیں ہے کہ اس کے وجود کو اقلیدس کا نقطہ قرار دیا جائے۔

مقدمہ کا چھٹا حصّہ ''تنقیدی اصطلاحات کا عہد بہ عہد ارتقاء'' ہے۔ اس حصّے میں نو آبادیاتی عہد سے لے کر عہدِ حاضر تک اردو تنقید پر مغرب کے جن مختلف زاویہ ہائے نظر کے اثرات مرتسم ہوئے ہیں ان کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ آزادؔ اور حالیؔ نے مشرقی اور مغربی اصطلاحات کے درمیان خط فاصل قائم کیا۔ جہاں آزادؔ نے انگریزی افکار سے شمع روشن کرنے

کی ہدایت دی وہیں حالیؔ نے "مقدمہ شعر و شاعری" لکھ کر عربی، فارسی اور انگریزی شعریات کی روشنی میں اردو تنقید کا منشور لکھا۔ حالیؔ کے ہم عصر امداد امام اثرؔ نے "کاشف الحقائق" لکھ کر سنسکرت شعری تصورات پر بھی غور کیا۔ اسی غور و خوص کی بنیاد پر بعد میں عنبر بہرائچی، میراجیؔ، قاضی افضال حسین، محمد حسن اور فضلِ امام نے فروغ دیا۔ فلسفوں کے زیرِ اثر متداول اسالیب تنقید میں رومانی، ترقی پسند، جدید اور ہیئتی، نفسیاتی، عمرانی، اسلوبیاتی، جمالیاتی، متنی، قاری اساس، ساختیات اور پس ساختیات، مزید بر آں ردِ تشکیل، مابعد جدید اور بین العلومی تنقید وغیرہ کی مصطلحات کی درجہ بندی کرتے ہوئے مشاہیر کے اقوال نقل کیے گئے ہیں

مقالہ کا دوسرا باب تنقیدی اصطلاحات کی فرہنگ پر مشتمل ہے۔ اس باب میں امیر خسروؔ کی وضع کردہ اصطلاحات سے لے کر عصرِ حاضر تک متداول تنقیدی اصطلاحوں کی تلاش اور تحقیق کے ساتھ ایک فرہنگ کے طور پر مرتب کیا گیا ہے اور نیز ان کے مفاہیم کو بھی تحریر کیا گیا ہے۔ جہاں کہیں اصطلاحی مفہوم اور انگریزی اصطلاح کے اردو مترادف میں اختلافِ رائے سامنے آیا ہے وہاں معتبر ناقدین کی آراء کی روشنی میں اصطلاح کے مفہوم کا تعین کیا گیا ہے۔ اسی باب کے تحت اصطلاحات کو جمع کرنے میں زیادہ توجہ جدید اور مابعد جدید اصطلاحوں پر مرکوز کی گئی ہے۔

باب کی تشکیل مندرجہ ذیل طریقے پر ہوئی ہے:

1. تمام اصطلاحات کو فرہنگ نویسی کے اصولوں کے تحت الف بائی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔
2. تلفظ اور املا کی تسہیل کے لیے متعلقہ اصطلاحات کو اردو کے علاوہ انگریزی اور ہندی رسم الخط میں لکھا گیا ہے۔
3. اصطلاحات کے مفاہیم کے اندارج میں اختلاف رائے کا تعین کیا گیا ہے۔
4. اصطلاح کے مفہوم کی تصدیق کے لیے حسب ضرورت معتبر ناقدین کے اقوال مع حوالہ پیش کیے گئے ہیں۔
5. حسب ضرورت معنی کے ذیل میں اس بات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے کہ وہ اصطلاح کس دبستانِ نقد سے متعلق ہے؟
6. فرہنگ میں مرصع جملہ سازی کی جگہ معروضی زبان اور Evaluative Language کا استعمال کیا گیا ہے جو واضح اور مربوط ہے۔
7. باب دوم میں مقدمے سے متعلق مباحث کی مثالیں "فرہنگ" میں دیکھی جاسکتی ہیں۔
8. اصطلاحات میں کلاسیکی تنقید سے لے کر دیگر علوم و فنون، فلسفوں اور نظریوں کی وہ منتخب اصطلاحات شامل ہیں جو اردو تنقید میں رائج ہیں۔

9. مقالہ کا تیسرا باب 'حاصلِ تحقیق' عنوان سے شامل ہے جس میں مقالے کے باب اول اور دوم میں مصطلحات نقد کی تاریخی اہمیت اور مفاہیم سے متعلق مباحثہ کے نتائج پیش کیے گئے ہیں، اور یہ بتانے کی سعی کی ہے کہ پیش نگاہ تحقیق مقالہ دیگر ادبی اور تنقیدی اصطلاحوں کی فرہنگوں سے کیوں کر ممیز ہے۔

مقالہ کے آخر میں دو ضمیمہ جات (۱) مشترک انگریزی / اردو اصطلاحات (۲) مشترک ہندی / اردو اصطلاحات شامل ہیں۔

کسی علم / فن کی فرہنگ سازی محنت شاقہ کا کام ہے اور یہ فرہنگ تنقید جیسے خشک موضوع کی ہو تو وسعت ذہن اور وسعت علم کے ساتھ استدلال کی ضرورت ہوتی ہے۔ تا کہ اصطلاحات کے مفاہیم کو معروضی اور مربوط انداز میں پیش کیا جا سکے۔ رنگینیِ زبان کے لیے اس میں کوئی جگہ نہیں۔ براہِ راست مفہوم کی ترسیل ہی اس کا طریقہ کار ہوتا ہے۔

پیش نگاہ مقالے کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے میں نے اپنی بساط کے مطابق ہر ممکن کوشش کی ہے۔ یہ مقالہ حرف آخر نہیں ہے کیونکہ ہر دور میں الفاظ و مفاہیم کی تبدیلی اور ارتقاء تبدیل کی گنجائش بنی رہتی ہے۔ چونکہ ہماری زبان کا دامن نہایت وسیع ہے لہٰذا وقت کے ساتھ مختلف اور متعدد زاویہ ہائے نظر شامل ہوتے رہیں گے۔ اردو زبان کی تنقید میں بھی نئے امکانات پیدا ہوں گے۔ جن کے فہم اور اطلاق کے لیے اصطلاحات وضع کی جاتی رہیں گی۔ اور آئندہ بھی جدید تر تنقیدی اصطلاحات کی فرہنگ ترتیب دی جائے گی۔

Contents

S.No.	Particular	Page No.
1	Certificate	I
2	Declaration	II
3	Anti Plagiarism Certificate	III
4	Acknowledgement	IV-VI
5	Abstract	VII-X
6	Contents	XI
7	Abbreviations	XII
8	**Chapter - I : Introductory Passage**	1-59
	(i) Criticism and Schools of Criticism	1-16
	(ii) Definition of "Term"	17-18
	(iii) Difference between Lexicon and Dictionary	19-21
	(iv) Importance and advantages of critical terms	22-25
	(v) The history of the critical terminology in Urdu	26-42
	(vi) The development of the critical terminology in Urdu through ages	43-59
9	**Chapter - II : Lexicon of the selected critical terminology of Urdu**	60-215
10	**Chapter - III : A review of the outcome of the research**	216-218
11	**Supplements**	219-236
	(i) A glossary of the common English/ Urdu terms	219-231
	(ii) A glossary of the common Hindi/ Urdu terms	232-236
12	Summary	237-246
12	**Bibliography**	247-255
13	Research Publications in UGC care listed Journals	
14	Certificates of Seminars / Conference	

فہرست

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
1	سند	I
2	اعلان نامہ	II
3	سرقہ مخالف سند	III
4	پیش لفظ	IV-VI
5	تلخیص	VII-X
6	فہرست	XI
7	مخففات	XII
8	**باب اوّل: مقدمہ**	1-59
	(i) تنقید اور تنقیدی دبستان	1-16
	(ii) اصطلاح کی تعریف	17-18
	(iii) فرہنگ اور لغت کا فرق	19-21
	(iv) تنقیدی مصطلحات کی اہمیت اور افادیت	22-25
	(v) اردو میں تنقیدی اصطلاحات سازی کی تاریخ	26-42
	(vi) تنقیدی اصطلاحات کا عہد بہ عہد ارتقاء	43-59
9	**باب دوم: فرہنگ**	60-215
10	**باب سوم: حاصلِ تحقیق**	216-218
11	**ضمیمہ جات**	219-236
	(i) مشترک انگریزی / اردو اصطلاحات	219-231
	(ii) مشترک ہندی / اردو اصطلاحات	232-236
12	**خلاصہ**	237-246
12	**کتابیات**	247-255
13	شائع شدہ تحقیقی مقالات	
14	کانفرنس میں مقالہ خوانی کی اسناد	

محوّلہ کتابوں کے مخففات

ااات رح	اردو ادب کے ارتقاء میں ادبی تحریکوں اور رجحانوں کا حصہ
اات	اردو ادب کی تحریکیں
اارت	اردو ادب میں رومانوی تحریک
ااوف	ادبی اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ
ات	اشارات تنقید
ات	اسلوبیاتی تنقید
ات ا	اردو تنقید کا ارتقاء
ات ات	اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک
ات ن ع	اردو تنقید میں نفسیاتی عناصر
ازا	اردو زبان اور ادب
اش	اردو شعریات
اش ا	اردو کی شعری اصناف
اغ ام	اردو غزل کے اہم موڑ
ام ج ت	اردو میں مابعد جدید تنقید
ام س	انتخابِ مضامینِ سرسید
بیان	بیانیات
ت ا	تنقیدی اصطلاحات
ت ات	تحریر اساس تنقید
ت ت ا	تنقیدی تھیوری اور اصطلاحات
ت ت	تجزیہ اور تنقید
ت ج م	ترقی پسندی، جدیدیت، مابعد جدیدیت
ت ج م ج	ترقی پسندی جدیدیت، مابعد جدیدیت
ت د	تنقیدی دبستان
ت ش	تعبیر کی شرح
ت ن	تنقیدی نظریات حصّہ اول اور دوم
ج ات ان	جدید اردو تنقید: اصول و نظریات
ج ات ت م	جدید اردو تنقید کا تجزیاتی مطالعہ
ج م ت	جدید اور مابعد جدید تنقید
ر ب	رموزِ بلاغت
رش گ ر	راجستھان میں شعری گلدستوں کی روایت اور ان کی اہمیت
س ات	ساختیات: ایک تعارف
س پ م	ساختیات پس ساختیات اور مشرقی شعریات
س ش ص	ساحری، شاہی اور صاحب قرآنی
ش ش ا	شعر شور انگیز
ش غ ن	شعر، غیر شعر اور نثر
ش ک	شاعری کیا ہے؟
صنف	صنفیات
ع آ ب	عروض، آہنگ اور بیان
غ ت ا	غزل کی تنقیدی اصطلاحات
ف س	فرہنگِ سیاست
ف س ا	فرہنگِ سیاسی اصطلاحات
ف ش	فنِ شاعری
ک ت ا	کشاف تنقیدی اصطلاحات
ک ح	کاشف الحقائق
م ت ر	مغرب میں تنقید کی روایت
م اد	موازنۂ انیسؔ و دبیرؔ
م ش ات ر	مشرقی شعریات اور اردو تنقید کی روایت
م ش ش	مقدمۂ شعر و شاعری
م ش ل	میرؔ کی شعری لسانیات
م م ر س	مرزا محمد رفیع سوداؔ
ن ت	نظریاتی تنقید
ن ک ت	نظموں کے تجزیے
ن ن	نظر اور نظریے

مقدمہ

تنقید اور تنقیدی دبستان

تنقید عربی کے لفظ نقد سے بنا ہے جس کے لغوی معنی مختلف لغات میں جانچ، پرکھ، ایسی جانچ جو اچھے برے کھرے کھوٹے میں تمیز کرے، تبصرہ اور نکتہ چینی وغیرہ بیان کیے گئے ہیں۔ اصطلاحی معنی میں تنقید سے مراد کسی تخلیق یا تصنیف کے حسن و قبح، محاسن و معائب، قدر اور معیار متعین کرنا ہے۔ عربی، فارسی میں تنقید کے لیے نقد، انتقاد اور مناقدہ الفاظ استعمال میں لیے جاتے ہیں مثلاً قدامہ ابن جعفر کی ''نقد الشعر'' اور الدکتور داؤد مسلوم کی ''النقد العربی القدیم''۔ مگر اردو میں 'ن'، 'ق'، 'د' کے مادے کو عربی کے باب تفعیل میں لے جاکر اس سے تفعیل کا ہم وزن لفظ ''تنقید'' بنایا ہے۔ لفظ تنقید کے معنی و مفہوم وہی لیے گئے ہیں جو عربی میں 'نقد، انتقاد اور مناقدہ اور انگریزی میں Criticism کے لیے جاتے ہیں۔

انگریزی میں تنقید کے لیے لفظ Criticism استعمال میں لیا جاتا ہے جو یونانی لفظ Krites سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی الگ کرنے اور امتیاز کرنے کے ہیں۔ لاطینی میں جس کا مترادف Criticus ہے۔ اس سے Critique بنا ہے۔ جس کے معنی تنقیدی مضمون، تنقیدی مقالے یا تنقید کے فن کے ہیں۔ [۱]

ابتداً اردو میں تنقید کے لیے لفظ ''تنقید'' استعمال میں نہیں لیا جاتا تھا۔ اس کی جگہ لفظ ''نقد'' یا ''انتقاد'' رائج تھا۔ اردو تنقید میں ابتداء سے لے کر حالیؔ و شبلیؔ کے زمانے تک تذکرہ نگاروں اور تنقید نگاروں نے نقد شعر کے لیے ''تنقید'' کا لفظ استعمال میں نہیں لیا۔ سب سے پہلے حالیؔ نے ۱۸۹۳ میں مقدمۂ شعر و شاعری میں اس لفظ کا استعمال کیا اور ساتھ ہی شبلیؔ نے شعر العجم اور الفاروق میں تنقید لفظ کا بطور اصطلاح استعمال کیا۔ لفظ نقد / انتقاد کے

مفہوم اور معنوں کے اعتبار سے امداد امام اثرؔ نے ''تنقید'' کے لیے انگریزی میں لفظ Criticism استعمال میں لیا۔ اثرؔ اپنی تنقیدی کتاب ''کاشف الحقائق''(۱۸۹۷) میں رقم طراز ہیں:

''وہ فن جسے انگریزی میں کرٹسزم (Crticism) کہتے ہیں، فارسی اور اردو میں نہیں مروج ہے۔ یہ وہ فن ہے کہ جو سخن سنجوں کی کیفیتِ کلام سے بحث رکھتا ہے۔'' (۲)

اثرؔ کے اس اقتباس کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردو ادب کی تنقیدی روایت کے ابتدائی مرحلوں میں تنقید کی نظری اور اطلاقی مثالیں نقدِ شعر کے حوالے سے تذکروں، تقریظوں، گلدستوں، مشاعروں، موازنوں، خطوط، مقدموں اور دیباچوں میں موجود تھیں۔ اسی دورِ قدیم میں شعراء اور تذکرہ نگار مشرقی تصوراتِ نقد کا مکمل علم رکھتے تھے لیکن انھیں یہ احساس نہیں تھا کہ وہ جس عمل سے گزر رہے ہیں اسے انگریزی میں ''کرٹسزم(Criticism)'' کہا جاتا ہے۔

سرسید تحریک کے زیرِ اثر جب مغربی علوم ہمارے یہاں رائج ہونے لگے تو حالیؔ، امداد امام اثرؔ اور مہدیؔ افادی نے بھی مغربی علوم و ادبیات سے استفادہ کیا۔ امداد امام اثرؔ نے پہلی مرتبہ لفظ ''نقد'' کے لیے انگریزی مترادف Criticism استعمال میں لیا۔ خیال رہے کہ اس عہد میں بھی ''تنقید'' لفظ زیادہ رائج نہیں ہوا تھا۔ مشہور نقاد شمس الرحمٰن فاروقی کے مطابق لفظ ''نقد'' کے مترادف Criticism کے لیے ''کاشف الحقائق'' کے ۱۳ سال بعد مہدی افادی نے ۱۹۱۰ء میں پہلی مرتبہ نقد اور Criticism کے معنی میں ہی لفظ ''تنقید'' استعمال میں لیا۔ ان کے اصل الفاظ اس طرح ہیں:

''تنقید کا لفظ ہمارے یہاں سب سے پہلے مہدی افادی نے ۱۹۱۰ء میں استعمال کیا بلکہ انھوں نے ایک قدم آگے بڑھ کر ''تنقید عالیہ'' کی اصطلاح بنائی، جو ان کے خیال میں کسی انگریزی اصطلاح High Criticism کا ترجمہ تھی۔'' (۳)

لیکن یہاں فاروقی صاحب سے سہو ہوا ہے کیوں کہ مہدی افادی اور امداد امام اثرؔ سے بہت پہلے شبلیؔ اور حالیؔ اس اصطلاح کا استعمال کر چکے تھے۔ اردو میں Criticism کا ترجمہ ''تنقید'' کرنے پر بہت سے نقادوں کو اعتراض تھا اور انھوں نے اسے ''موضوعہ'' قرار دیا، کچھ نقادوں نے اپنی تنقیدی تصانیف کے نام میں لفظ ''تنقید'' کی جگہ

"انتقاد" اور "نقد" جیسے الفاظ تحریر کیے مثلاً نیاز فتح پوری کا تنقیدی مجموعۂ مضامین "انتقادیات"، سید عابد علی عابدؔ کی تخلیق "اصولِ انتقادوادبیات" اور رسالہ "نگار" کا "انتقاد" نمبر فروری مارچ ۱۹۴۶ء وغیرہ۔ مگر ۱۹۱۰ء کے بعد اردو میں Criticism کے مترادف وزنِ تفعیل کے سبب نقادوں نے "تنقید" لفظ ہی استعمال میں لیا۔ سید سلیمان ندوی کے یہاں لفظ تنقید کثرت سے استعمال ہوا اور بعد میں ادبی اصطلاح کے طور پر یہی لفظ رائج ہو گیا۔ شمس الرحمٰن فاروقی اپنی کتاب "تعبیر کی شرح" میں لفظ تنقید کی حمایت اور لفظ "نقد" یا انتقاد پر کیے گئے اعتراضات کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"شبلیؔ کو لفظ "تنقید" پر اعتراض تھا کہ یہ لفظ موضوعہ ہے۔ لیکن سید سلیمان ندوی کے یہاں یہ لفظ ۱۹۳۳ء میں نظر آتا ہے (یہ دونوں حوالے اردو لغت، تاریخ اصولول پر" جلد دوم میں ملاحظہ ہوں۔) اگلے دس سال میں یہ لفظ "ادب کی پرکھ" اور "نکتہ چینی" دونوں معنی میں ہمارے یہاں رائج ہوا۔ بہت سے لوگ اس کے بارے میں پھر بھی گو مگو میں مبتلا رہے، چنانچہ نیاز فتح پوری کو اس لفظ کی صحت پر شک تھا۔ انھوں نے اپنے تنقیدی مضامین کے مجموعے کا نام "انتقادیات" رکھا، لیکن متنِ کتاب میں انھوں نے لفظ "تنقید" کا استعمال بھی کیا۔ آگے چل کر لفظ "انتقاد" تقریباً غائب ہو گیا اور اب ہر طرف تنقید کا دور دورہ ہے۔"(۴)

لفظ نقد' انتقاد اور تنقید کی بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربی قواعد کی رو سے نقد و انتقاد الفاظ صحیح ہیں لیکن اردو میں تفعیل کے وزن پر لفظ "تنقید" بنایا گیا اور بیسویں صدی کی پہلی دہائی سے ہی اردو میں اس لفظ کا استعمال کثرت سے ہونے لگا۔

اس تمام گفتگو سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ عربی کلمہ "نقد" انگریزی لفظ Criticism اور اردو لفظ تنقید کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں تطابق پایا جاتا ہے۔ ان سب کے معنی اور مفہوم ایک ہی ہیں۔ جس کی رو سے تنقید کا مقصد فن پارے کا تجزیہ کرنا، اس کے حسن و قبح کا بیان، محاسن و معائب کی پہچان اور قدر و معیار متعین کرنا ہے۔

بطور اصطلاح لفظ "تنقید" کے استعمال کا تعین ہونے کے بعد اب اس کی افادیت، اہمیت اور دائرہ کار کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ بعض کے نزدیک تنقید فن پارے کے حسن و قبح کی پرکھ کا نام ہے، کچھ نقاد اسے افادیت اور

مقصدیت کے ذیل میں رکھتے ہیں، تو کچھ منطق کے ذیل میں، ان تمام پہلوؤں کے پیش نظر مناسب ہے کہ مختلف ادوار میں مختلف نقادوں کے ذریعے پیش کی گئی تنقید کی تعریف پر ایک نظر ڈالتے ہوئے اس کے مقاصد اور دائرے کار کا تعین کیا جائے۔

۱۔ ''تنقید دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیتی ہے۔ تنقید وضاحت ہے، تجزیہ ہے۔ تنقید قدریں متعین کرتی ہے۔ ادب اور زندگی کو ایک پیمانہ دیتی ہے۔ تنقید انصاف کرتی ہے۔ ادنی اور اعلیٰ، جھوٹ اور سچ، پست اور بلند کا معیار قائم کرتی ہے۔ تنقید ہر دور کی ابدیت اور ابدیت کی عصریت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ تنقید ادب میں ایجاد کرنے اور محفوظ رکھنے دونوں کا کام انجام دیتی ہے۔ وہ بت شکنی بھی کرتی ہے اور بت گری بھی، تنقید کے بغیر ادب ایک ایسا جنگل ہے جس میں پیداوار کی کثرت ہے موزونیت اور قرینے کا پتہ نہیں۔'' آل احمد سرور (۵)

۲۔ ''تنقید بہر حال فن پاروں کی خصوصیات کی وضاحت اور ذوق کی صحت کا نام ہے۔ اس میں تجربات کی پرکھ اور قدروں کی تعیین دونوں پہلوؤں کے ساتھ انصاف ضروری ہے۔ اس کام کے لیے ادب کے معیار ضروری ہیں مگر کافی نہیں۔ کچھ زندگی کے معیار بھی یہاں ضروری ہو جاتے ہیں۔'' آل احمد سرور (۶)

۳۔ ''تنقید منطق کی طرح ہر علم و فن کی تشکیل و تعمیر میں شریک ہے، بلکہ وجدان اور جمال کے جن گوشوں تک منطق کی رسائی نہیں ہے تنقید وہاں پہنچتی ہے وہ رنگ و بو اور کیف و کم کے غیر متعین دائرہ میں صرف قدم ہی نہیں رکھتی بلکہ ابہام میں توضیح کا جلوہ اور بے تعینی اور تعین کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ اس طرح تنقید کے سلسلے میں جب اصولوں کی گفتگو کی جائے تو طبعی اور اکتسابی علوم کے علاوہ ایک اور ایسے علم یا حس سے کام لینے کی ضرورت پڑے گی جو ان علوم کی تلافی نہ ہوتے ہوئے بھی ان سب سے بڑھ کر کوئی بات ایسی بتا سکے جس سے فیصلے میں مدد ملے۔'' احتشام حسین (۷)

۴۔ ''تنقید افہام، تفہیم، ترتیب ذوق اور ادراک حقیقت کا ایک ذریعہ ہے۔'' احتشام حسین (۸)

۵۔ ''ادبی نقاد اسے کہتے ہیں جس میں کسی فن پارے کو سمجھنے اور اس پر غور کرنے کی خاص صلاحیت ہوتی ہے۔ اس فن کے ماہر کا یہ کام ہوتا ہے کہ کسی فنِ تخلیق کا دیکھنے، سمجھنے، غور کرنے اور اس کی اچھائیوں اور برائیوں کی جانچ کرنے کے بعد اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ لگائے۔'' ہڈسن (۹)

۶۔ ”ادبی تنقید“ شعر و ادب کی پرکھ اور اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کو سمجھنے کا نام ہے۔ تنقید کے دائرۂ عمل میں تعریف و تحسین بھی شامل ہے اور فن پارے کے نقائص کی نشاندہی بھی۔ اس باعث تنقید کا عمل توازن، غیر جانب داری اور معروضیت کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔“ ابوالکلام قاسمی (۱۰)

۷۔ ”اس بحث سے قطع نظر کہ ادبی تنقید کے لیے خود ”متن“ کی ایک متعین تعریف ہے، ایک مرتکز شعبۂ علم کی حیثیت سے تنقید بھی یک رخی کاروائی نہیں۔ اس لیے کہ اول تو متن بہرحال کوئی شخص / فرد مرتب کرتا ہے۔ اور دوسری طرف کسی شخص یا اجتماع کے مطالعے کے لیے مرتب کرتا ہے۔ اس لیے ”تنقید“ متن کے خالق، خود متون اور اس کے قاری تینوں کے حوالے سے لکھی جاتی رہی ہے۔ مزید یہ کہ مطالعہ / نقد ادب کے مذکورہ تین اساسی مراکز یا ان کے متعلق قائم کیے گئے نقطۂ نظر سے لکھی جانے والی تنقید بے اصولی (Arbitrary) نہیں ہوتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے اپنے متعین اصول Norm ہیں۔“ قاضی افضال حسین (۱۱)

۸۔ ”تنقید محض ایک عمل ہی نہیں ہے، وہ ایک شعبۂ فکر / علم بھی ہے جس کے اپنے مآثر اور اپنی ایک فلسفیانہ کارکردگی ہے۔ ادب سے تعلق خاص کے حوالے سے اسے فن بھی کہا گیا ہے اور دیکھنے، سمجھنے اور سمجھانے کے ایک مخصوص طریقِ تحلیل کی بناپر وہ ایک سائنس بھی ہے۔ تنقید کے عمل میں جب کہ داخلیت پرستاروں کے تئیں تنقید ادب کے ہم سر ہے اور وہ خود ایک فن ہے۔“ عتیق اللہ (۱۲)

۹۔ ”تنقید ادب کا دماغ ہے، جو ادب پارے کی روایت، شعریات، اقدار، مزاج اور رویوں کی ترتیب و تنظیم کرتا ہے اور نقاد کو بہتر طور سے ادبی فن پارے سے معاملہ کرنے کا سبق پڑھاتا ہے۔“ قدوس جاوید (۱۳)

۱۰۔ ”ادبی تنقید خارجی دنیا کے بارے میں خالص علم عطا نہیں کرتی (کیونکہ یہ شاید کسی بھی علم یا فن کے لیے ممکن نہیں ہے) لیکن یہ دو کام کرتی ہے۔ اول تو یہ خارجی دنیا کا اہم ترین مظہر یعنی ادب کو بیان کرنے کے لیے ایسے الفاظ تلاش کرتی ہے جن کا استعمال درستی اور صحت بیان کے لیے ناگزیر ہو۔ یہ اس لیے کہ جو الفاظ ناگزیر ہوں گے۔ ان میں حقیقت کا شائبہ یقیناً ہوگا کیونکہ ہر وہ لفظ جسے نظر انداز کیا جا سکے یا جس کی ضرورت ایسی نہ ہو کہ اسے پس پشت ڈالنا ممکن ہو، یقیناً اس سے نزدیک ترین تعلق نہ رکھتا ہوگا جسے بیان کیا جارہا ہے۔ تنقید دوسرا کام یہ کرتی ہے کہ صحیح ترین بیان کی تلاش کے ذریعے ایسے اصول دریافت یا مرتب کرتی ہے جس کی روشنی میں صحیح بیان تک پہنچنے میں

مدد ملتی ہے۔ پہلا کام عملی تنقید اور دوسرا نظریاتی تنقید کے ذریعہ انجام پاتا ہے لیکن اکثر یہ دونوں کام ساتھ ساتھ ہوتے رہتے ہیں۔" شمس الرحمٰن فاروقی (۱۴)

۱۱۔ "تنقید فکر کا وہ شعبہ ہے جو یا تو یہ دریافت کرتا ہے کہ "شاعری کیا ہے؟ اس کے فوائد و وظائف کیا ہیں؟ یہ کن خواہشات کی تسکین کرتی ہے؟ شاعر شاعری کیوں کرتا ہے؟ اور لوگ اسے کیوں پڑھتے ہیں؟" ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ (۱۵)

۱۲۔ "تنقید کا کام کسی مصنف کے کام کا تجزیہ، اس کی مدلل توضیح اور بالآخر اس کی جمالیاتی قدروں کے بارے میں فیصلہ صادر کرنا ہے۔" آئی۔ اے۔ رچرڈز (۱۶)

۱۳۔ "تنقید اس عمل یا ذہنی حرکت کا نام ہے، جو کسی شے یا ادب پارے کی ان خصائص کا امتیاز کرے، جو قیمت (Value) رکھتی ہیں۔ بخلاف ان کے جن میں (Value) نہیں۔" اطالوی دائرۃ المصارف (۱۷)

۱۴۔ "انتقاد ایک بے لاگ کوشش ہے اس چیز کے بہترین حصّے کو سیکھنے اور نمایاں کرنے کی جو دنیا کے دائرہ علم سے باہر نہ ہو۔" میتھو آرنلڈ (۱۸)

مندرجہ بالا متفرق / مختلف تعریفوں کا باریکی سے جائزہ لیا جائے تو تنقید کے بارے میں درجِ ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

۱۔ تنقید ادب کی جانچ پرکھ کا نام ہے۔

۲۔ یہ جانچ پرکھ تنقید کے اصولوں کے تحت کی جاتی ہے۔ جنھیں عملی اور نظری تنقید کے تحت رکھا جاسکتا ہے۔

۳۔ تنقید فیصلہ صادر کرتی ہے۔

۴۔ عملی طور پر تنقید متن، متن کے خالق، اور قاری کے اساسی پہلوؤں کے مطابق آگے بڑھتی ہے اور انھی کی رو سے اسالیبِ تنقید متعین ہوتے ہیں۔

۵۔ تنقید فن پارے کی قرأت کرتی ہے۔

۶۔ قرأت کے ذریعے وہ فن پارے کا تجزیہ، تشریح، تعبیر اور تقابل کا کام انجام دیتی ہے۔

۷۔ تنقید فن پارے کی تحسین کرتی ہے محاسن اور معائب کی نشاندہی کرتی ہے۔

۸۔ تنقید ادبی فن پاروں کی قدر اور معیار متعین کرتی ہے۔

۹۔ تنقید ادب کی جمالیاتی اور فنی قدروں کی درجہ بندی کرتی ہے۔

۱۰۔ تنقید افہام و تفہیم اور ادراک حقیقت کا ذریعہ ہے۔

۱۱۔ تنقید منطق اور سائنس ہے جس سے فن پارے کا تجزیہ معروضی اور غیر متعصبانہ طریقے سے کرنا ممکن ہے۔

۱۲۔ تنقید ادب پارے کی شعریات، اقدار اور روایت کی ترتیب و تنظیم کرتی ہے۔

۱۳۔ تنقید ایسے اصول مرتب یا دریافت کرتی ہے جن کی روشنی میں تنقید کے صحیح بیان تک پہنچنے میں مدد ملتی ہے اسے نظری تنقید کہتے ہیں۔

۱۴۔ تنقید بھی تخلیق ہے اور تخلیقی ادب کو جامعیت، صداقت اور عظمت کے معیار سے روشناس کرا کے معیار بناتی ہے۔

درجِ بالا نکات کو پیش نظر رکھا جائے تو بخوبی اندازا ہوگا کہ مختلف ادبی و سماجی تحریکوں اور رجحانوں کے اثرات کے سبب تنقید میں بھی مختلف رجحانات وجود میں آئے ہیں۔ ان تنقیدی رجحانات کو نظریاتی اعتبار سے دبستانوں کا نام دے سکتے ہیں۔ مثال کے لیے قدیم مشرقی تنقید یا رومانوی تنقید یا ترقی پسند تنقید وغیرہ، یہی رجحان ایک منظم نظریے کے تحت رکھے جائیں تو وہ اپنی طرز کا ایک دبستان قائم کرتے ہیں جس کے کچھ نظری اصول ہوتے ہیں اور انھیں اصولوں کے تحت کسی فن پارے کا تجزیہ، تفہیم اور تعبیر کی جاتی ہے۔ تعبیرِ متن اور تعینِ قدر کے لیے اردو تنقید میں مختلف دبستان موجود ہیں۔ ان دبستانوں کا اجمالی جائزہ لینے سے پہلے دبستان کی تعریف اور تنقیدی دبستانوں کا مطالعہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

تنقیدی دبستان

دبستان انگریزی لفظ اسکول کا ترجمہ ہے۔ ادب اور تنقید میں دبستان سے مراد ادباء اور شعراء کا ایسا گروہ جو کسی مخصوص قواعد و ضوابط، عقائد و نظریات، افکار و خیالات اور اصولوں کا بانی یا پیرو ہو مثلاً ترقی پسند، جدیدیت، مابعد جدیدیت وغیرہ۔ اس کے علاوہ دبستان کسی مرکزی شخصیت کے اسلوب، مواد اور موضوع کی پیروی کی بموجب وجود

پاتا ہے مثلاً سر سید احمد خاں، دبستانِ دہلی، دبستان لکھنؤ، دبستان ناسخ، دبستان دبیرؔ وغیرہ۔ دبستان کی تعریف گیان چند جین ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''دبستان مین کوئی ایسا مقصد نہیں ہوتا جسے حاصل کرنے کے لیے کوشش کی جائے۔ ایک دبستان کے ادیب وہ ہیں جو ایک ہی یا (مماثل) انداز سے سوچنے اور ادب کے مواد وہیئت کے بارے میں ایک سی رائے رکھتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں یا مخصوص ہئیتی پہلو میں کچھ مشترک ہوتا ہے۔'' (۱۹)

دبستان کی اصطلاحی تعریف میں گیان چند جین نے شہر اور مرکزی شخصیت کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن اردو ادب کی تاریخ پر تقابلی نظر ڈالی جائے تو دبستانِ دہلی، دبستان لکھنؤ اور دبستان عظیم آباد وغیرہ میں شاعری کے اصول وضوابط اور قواعد وعقائد مختلف نظر آتے ہیں اور انھیں کی وجہ سے یہ دبستان مختلف شہروں کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہاں مرکزی شخصیت سے مراد شاعری اور نثر کا جید عالم ہونا ہے جو اپنے فن کا ماہر، مخصوص نظریے کا بانی اور استادانہ حیثیت رکھتا ہو، اور اس کے نظریے کی پیروی اس کے شاگرد یا ہم خیال لوگ کرتے ہوں۔ اردو شاعری میں میر انیسؔ، مرزا دبیرؔ، ناسخؔ اور داغؔ وغیرہ مرکزی شخصیت کی بہترین مثالیں ہیں۔ نثر میں سر سید کی شخصیت بھی ایسی ہی ایک مرکزی شخصیت تھی اسی لیے علی گڑھ تحریک کو سر سید تحریک کے نام سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ انگریزی ادیب جے این کڈون نے ان خوبیوں کو خیال میں رکھ کر دبستان کی تعریف اس طرح کی ہے:

''دبستان کی اصطلاح کا اطلاق ان بااثر اہل قلم کے گروہ پر ہوتا ہے جو بحیثیت مجموعی کچھ تخلیقی اصولوں پر متفق ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ان اصولوں کے بارے میں ایک اعلان نامہ (مینی فسٹو) بھی شائع کیا جاتا ہے۔ کسی دبستان کے زیر اثر ایسی تحریکیں بھی جنم لے سکتی ہیں جن کے اثرات مختلف ممالک تک پھیل جاتے ہیں۔ اگر چہ بالعموم دبستان کوتاہ عمر ہوتے ہیں مگر ان کی بار آوری کے اثرات برسوں پر محیط ہوتے ہیں بالخصوص اس وقت جب ان کے راہنما اصول انقلابی نوعیت کے ہوں۔'' (۲۰)

دبستان کسی نظریے، تحریک یا رجحان کے اثر یا ضد کے سبب تشکیل پاتا ہے جس کا اثر تخلیق اور تنقید دونوں پر ہوتا ہے۔ سر سید تحریک کے زیر اثر قومی، اخلاقی اور تقابلی تنقیدی دبستان وجود میں آتے ہیں۔ کبھی کبھی تحریک اور رجحان کی ضد میں دوسری تحریک یا رجحان بھی وجود میں آتا ہے جیسے ترقی پسند ادب و تنقید کی مخالفت میں جدیدیت

اور جدید تنقید کی اصطلاحات معرض وجود میں آئی ہیں، اور جدیدیت کی ضد میں مابعد جدیدیت رجحان تشکیل پاتا ہے۔ دبستان کی تشکیل سے متعلق سلیم اختر لکھتے ہیں کہ:

"دبستان کی تشکیل میں تخلیقی روایت، ادبی نظریات اور تنقیدی اصول و ضوابط ہی اساس مہیا کرتے ہیں لیکن دبستان محض ان سب ہی کا نام نہیں بلکہ ان سب کے علاوہ اس میں "چیزے دگر" بھی شامل ہوتی ہے اور وہی اس کی کشش یا پسندیدگی کا باعث ہوتی ہے گویا گیسٹالٹ نفسیات کے بموجب یہ کہا جا سکتا ہے:

"اجزاء کے مجموعہ کے مقابلہ میں کل زیادہ ہوتا ہے۔"

("The whole is more than the sum of its parts.")

اس مقولہ کی روشنی میں دبستان کا تحلیلی مطالعہ کرنے پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ دبستان کے تشکیلی اجزاء میں جزوی تبدیلیوں، کمی بیشی یا ترمیم و تنسیخ کے باوجود اگر "کل" برقرار رہے تو دبستان فعال رہتا ہے لیکن "کل" کے ختم ہونے سے دبستان منہدم ہو جائے گا خواہ اس کے تشکیلی اجزاء انفرادی حیثیت میں موجود ہی کیوں نہ رہیں بالکل اسی طرح جیسے کسی کھنڈر کی محرابوں، ستونوں، فرشوں اور دیوار کے "مجموعہ" کو "کل" یعنی عمارت نہیں قرار دیا جا سکتا۔" (۲۱)

اس طرح کسی مخصوص دور میں مشابہ اندازِ نظر اور زاویۂ نگاہ کے باعث بہت سے ادیبوں، شاعروں اور نقادوں کی تخلیقات اور تنقیدات میں تنوع کے باوجود خاص نوع کی تصوراتی وحدت پائی جائے تو یہ تسلیم کر لیا جاتا ہے کہ دبستان کی تشکیل ہو گئی ہے۔ تنقیدی دبستان کی تشکیل سے متعلق نور الحسن نقوی رقم طراز ہیں:

"کسی ایک زاویے سے ادب کا مطالعہ کرنے والے نقادوں کو یکجا کر دیا جائے تو یہ ایک دبستان کہلائے گا۔" (۲۲)

نور الحسن نقوی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ تنقیدی دبستان نقادوں کے ایسے گروہ سے تشکیل پاتا ہے جو ایک ہی اصول اور نظریہ کی روشنی میں فن پارے کا تجزیہ و تعبیر کرتے ہیں مثال کے لیے حالیؔ کے نزدیک فن پارے کا تجزیہ قومی اور اخلاقی نظریہ پر تھا۔ ترقی پسندی کے نزدیک مقصدیت، اجتماعیت اور طبقاتی کشمکش کے اصولوں پر، جدیدیت کے دبستان میں شخص کی ذات اور اظہار خیال کی آزادی اس کے اساسی اصول ہیں۔ ترقی پسند تحریک کے

زوال کے بعد یعنی ۱۹۶۰ء کے بعد سے لے کر اب تک یعنی جدید اور مابعد جدید رجحان کے دور میں بھی ترقی پسند نظریے کے پیروکار نقاد اشتراکی یا مارکسی اصولوں کو پیش نظر رکھ کر فن پاروں کی عملی تنقید کر رہے ہیں۔

کسی فن پارے کا تنقیدی جائزہ نئے زاویوں اور نظریوں سے لیا جا سکتا ہے۔ نقاد کسی تخلیق پر ناقدانہ نظر ڈالنے سے پہلے تخلیق کی تفہیم اس طرح کرتا ہے کہ تہذیبی، ثقافتی، معاشرتی، عمرانی، تشریحی، سماجیاتی، تاریخی، نفسیاتی، جمالیاتی، اخلاقی اور تاثراتی محرکات واضح ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے زاویۂ نگاہ سے جائزہ لیتا ہے اور ہر زاویۂ نظر ایک مستقل تنقیدی دبستان کی حیثیت رکھتا ہے۔ نقاد ان مختلف دبستانوں میں سے کسی ایک دبستان یا زاویۂ نظر کی روشنی میں فن پارے کا تجزیہ، تفہیم، تعبیر، تشریح اور توضیح کرتا ہے۔ اردو ادب میں کوئی نقاد ہمہ جہت نہیں ہے۔ حالیؔ سے لے کر شمس الرحمٰن فاروقی، گوپی چند نارنگ، شمیم حنفی، عتیق اللہ اور ناصر عبّاس نیّر تک نے اپنے مخصوص زاویۂ نظر سے ادب کو پڑھنے، پرکھنے اور قدر متعین کرنے کی سعی کی ہے۔

تنقیدی دبستانوں سے وابستہ نقاد تخلیق کا تجزیہ / مطالعہ کسی مخصوص نظریے یا دبستان کے اصولوں کی روشنی میں کرتا ہے جس سے ایک ہی تخلیق کا مطالعہ مختلف دبستانوں کی روشنی میں الگ الگ کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر میر امّن کی داستان ''باغ و بہار'' کا مطالعہ تنقید کے تاریخی نقطۂ نظر سے کرنے پر اٹھارویں صدی کے سماج کی عکاسی نظر آتی ہے۔ لسانیاتی تنقید کے اصولوں کے اعتبار سے ''باغ و بہار'' میں دہلی کی ٹکسالی زبان اور محاوروں کا مطالعہ، سادہ و سلیس زبان کی خوبی اور بقول غالبؔ ''لطف زبان'' کا حسن نظر آئے گا۔ اخلاقی تنقید کے اصولوں کی روشنی میں ''باغ و بہار'' کا تنقیدی تجزیہ کرنے پر اخلاقی تنقید کے عملی نمونے پہلے درویش، خواجہ سگ پرست اور قصہ چوتھے درویش میں ملیں گے۔ باغ و بہار کے تخلیق کار (میر امن) کا سوانحی جائزہ بھی سوانحی تنقید کے نظری اصولوں کی روشنی میں کر سکتے ہیں۔ تقابلی تنقیدی اسلوب کے لیے داستان باغ و بہار اور داستان فسانۂ عجائب کا لسانی، تاریخی، سماجی، عمرانی اور روحانی زاویوں کے اصولوں کے تحت موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ سماجی اور عمرانی تنقید کے تحت داستان باغ و بہار کے پانچوں قصوں میں موجود تہذیب و تمدن کا خصوصی مطالعہ کرنا ہوگا۔ اس طرح ایک ہی تخلیق / فن پارے / متن کا تنقیدی جائزہ مختلف تنقیدی دبستانوں کی روشنی میں کیا جا سکتا ہے۔

تنقیدی دبستان نقاد کی رہنمائی کرتے ہیں جس سے تنقید کے لیے نئے خیالات نئے نظریے اور نئے راستے کھلتے ہیں جن سے تخلیق کو سنجیدگی کے ساتھ پرکھنے کا موقع ملتا ہے۔ تنقیدی دبستانون کی تحسین سلیم اختر کچھ اس انداز میں کرتے ہیں:

"جس طرح ہم کسی ملک کو غیر ضروری نہیں قرار دے سکتے اسی طرح کسی دبستان کو بھی فالتو نہیں سمجھ سکتے کہ تنقید کے نقشے کی خوبصورتی اور رنگینی کا انحصار ان ہی دبستانوں پر ہے۔" (۲۳)

تنقیدی دبستانوں کے محاسن کے بعد اس کے نقائص کی طرف بھی توجہ کرنی ہوگی۔ تنقیدی دبستانوں کا نقصان یہ ہے کہ نقاد عصری ادب کے نئے تجربوں کو خوشگوار طریقے سے قبول نہیں کرتا۔ نقاد ان دبستانوں کے تجزیوں اور نظریوں میں پائی جانے والی خصوصیات کے مقابلے میں ہمیشہ اپنے دبستان کے خصائص کو ترجیح دیتا ہے کیونکہ نقاد کو یہ ڈر رہتا ہے کہ اس کے دبستان کے نظریات متصادم ہو جائیں گے۔ اس سبب سے نقاد نئے نظریات کو مشکوک اور متعصبانہ نظر سے دیکھتا ہے جس کے نتیجے میں انتہا پسندی، تعصب، غلو اور جارحیت اس کی تنقید میں نظر آتی ہے۔ معدودے چند ترقی پسند نقادوں کو اس زمرے میں رکھا جا سکتا ہے۔ اردو ادب میں جدیدیت اور مابعد جدید رجحانات رائج ہونے کے باوجود ڈاکٹر محمد حسن، علی احمد فاطمی اور بعض دیگر نقّادوں نے ترقی پسند نظریے کو ترک نہیں کیا اور نہ ہی ارتقا پذیر رویوں کو اپنی تنقید میں شامل کیا۔ دبستانوں کے اس نقص کو سلیم اختر اس طرح بیان کرتے ہیں:

"کسی دبستان سے وابستہ نقاد بعض اوقات عصری ادب میں نئے تجربات کا بھی اس لیے خوشگوار طریقے سے خیر مقدم نہیں کر پائے کہ وہ انھیں اپنے دبستان کے عقائد و نظریات سے متصادم نظر آنے کی بنا پر غیر مستحسن، مشکوک اور غلط معلوم ہوتے ہیں۔" (۲۴)

بہت ہی کم نقاد ایسے ہیں جو تنقید میں یک طرفہ اور مخصوص نظریے کے پابند ہیں۔ بیشتر نقاد اعتدال پسندی سے کام لیتے ہوئے اپنے ادبی اور انتقادی ذوق و صلاحیت کی بنا پر عصری ادب میں نئے تجربات اور رویے کا استقبال کرتے ہیں اور ان سب سے واقفیت اور استفادے کے بعد ان کی اہم خصوصیات اور کار آمد نظریات سے اپنی تنقیدی صلاحیت میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس طرح ان کی تنقید میں وسعت و ہمہ گیری اور تنوّع پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ کسی ایک تنقیدی دبستان کے پابند نہیں ہوتے بلکہ مختلف تنقیدی دبستانوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔ مجنوں گورکھپوری بیک وقت

تاریخی، سماجی، رومانی اور جمالیاتی دبستانوں کے نظریوں اور اصولوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ اسی طرح گوپی چند نارنگ پہلے جدید تنقیدی دبستان سے وابستہ رہے اور پھر اردو میں مابعد جدید تنقید کے بنیاد گزار بھی بنے، انھیں کی طرح ناصر عبّاس نیرّ کا تعلق بھی جدیدیت، ساختیات، نو آبادیاتی تنقید اور مابعد جدید تنقید کے دبستانوں سے رہا ہے۔

اردو تنقید میں ابتداء سے ہی تاثراتی، تقابلی اور سوانحی تنقید کے نمونے تقریظوں، دیباچوں، شعراء کی منتخب بیاضوں اور تذکروں میں موجود تھے۔ انیسیوں صدی میں مغربی ادب کے زیر اثر مختلف تنقیدی دبستان اور رجحان تنقید میں شامل ہوئے جن کی نظری اور اطلاقی مثالیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ اردو میں رائج تنقیدی اسالیب اور اصطلاحات کے اعتبار سے دبستانوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

تاثراتی تنقید، تقابلی تنقید، سوانحی تنقید، مارکسی تنقید، اخلاقی تنقید، رومانوی تنقید، نفسیاتی تنقید، جمالیاتی تنقید، رومانی تنقید، عمرانی تنقید، تاریخی تنقید، نو تاریخیت، نفسیاتی تنقید، متنی تنقید، اسلوبیاتی تنقید، نئی تنقید، جدید تنقید، ساختیاتی تنقید، پس ساختیاتی تنقید، ردِ تشکیل تنقید، قاری اساس تنقید، تانیثی تنقید، امتزاجی تنقید، انکشافی تنقید، مابعد جدید تنقید اور بین العلومی تنقید وغیرہ۔

بیسویں اور اکیسویں صدی میں صنعتی انقلاب، فلفسیانہ نظریات اور نئے تجربات کے زیر اثر بہت سے ادبی اور تنقیدی رجحان وجود میں آئے۔ ناقدین نے اپنے ذوق، مطالعے، مزاج، فکر، نظریے اور اسلوب کو خیال میں رکھ کر ان میں سے کسی ایک یا زائد تنقیدی دبستان سے استفادہ کرتے ہوئے ان دبستانوں کو فروغ دینے میں اپنا کردار ادا کیا۔ تنقیدی اسالیب کے وجود کے ساتھ ان کی موت کا اعلان بھی ہونے لگا اور انفرادی مطالعۂ تنقید کو فروغ دینے کی حمایت کی جانے لگی۔ مغربی نقاد لوئی کزامیان (Louis Cazamian) نے اپنی کتاب Criticism in the making میں تنقیدی دبستانوں پر نہ صرف سوالیہ نشان لگایا بلکہ نقاد کے انفرادی مطالعے کو ترجیح دی نیز نقاد کو تنقیدی دبستانوں کے اصولوں اور پابندیوں سے آزاد ہونے کا مشورہ دیا۔ لوئی کزامیاں (Louis Cazamian) کا خیال ہے کہ:

”دبستانوں کے زمانے لد گئے اب تو فن کی پرکھ اور اساس متعین کرنے کے لیے تخلیق کاروں اور نقادوں کے انفرادی مطالعہ کا دور ہے، بجائے اس کے کہ نقاد یا تخلیق کار وسیع تحریکوں میں بہہ جائے۔ وہ تحریکیں جو خارجی

معاییر کے ذریعہ افراد کی پسند وناپسند پر قابو پائے رکھتی ہیں اور جو کسی خاص نوع کی کشش کے باعث ہر طرح کے ذوق کو ایک خاص سانچے میں ڈھالے رکھتی ہیں، نقاد کو ان سب سے آزاد ہونا چاہئے اور یہ آزادی ان کا جو اا تار پھینکنے میں مضمر ہے۔..........یوں جب دبستانوں اور ان کے منظور شدہ ادبی عقائد وضوابط سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھٹکارا پا لیا گیا تو نتیجہ میں نئے لکھنے والے جبلی اظہار میں آزادی کی بنا پر اب کی نسبت بہتر تخلیقات پیش کر سکیں گے۔"(۲۵)

لوئی کزامیاں کے اس بیان کو ۱۹۸۰ء کے بعد کے تنقیدی رویوں پر ثابت کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ ۱۹۸۰ سے پہلے تنقیدی دبستان کی اساس متن، قاری، تخلیق کار اور معاشرہ ہوا کرتے تھے۔ متن کی قرأت کے وقت قاری کے ذہن پر جو تاثر پیدا ہوتا ہے اس کا بیان تاثراتی تنقید کہلاتا ہے۔ متن کو مصنف سے آزاد کر کے قاری کے سپرد کر دیا جائے تو قاری اساس تنقید کہلاتی ہے۔ متن میں زندگی کی حقیقت، طبقاتی کشمکش اور سماجی مسائل کی تلاش کی جائے تو اسے ترقی پسند تنقید کہا جاتا ہے۔ کسی فن پارے کا جائزہ تخلیق کار سے جوڑ کر پیش کیا جائے تو وہ سائنٹفک تنقید کہلاتی ہے۔

نئے نقاد متن میں جمالیاتی اور نفسیاتی رویوں کی تلاش تو کرتے ہی ہیں، اس کی صوتی، صرفی اور نحوی خوبیوں کے ساتھ الفاظ کے درمیانی عمل پر بھی زور دیتے ہیں۔ ہیئتی تنقید میں ادب کی ہیئت کے تجزیاتی اور معروضی مطالعے پر زور دیا جاتا ہے۔ اس تنقیدی نظریے کا زور فن پارے کے جمالیاتی تفاعل پر ہے۔ نئی تنقید اور ہیئتی تنقید دونوں میں متن کو مرکزیت حاصل ہے لیکن ہیئتی تنقید میں متن کی تشریح کی جاتی ہے۔ اس میں تربیت یافتہ قاری متن کی تشریح، اوراس کے انسلاکات میں ادبیت کی تلاش کرتا ہے۔ اس کے علی الرغم ساختیاتی تنقید میں متن کا ثقافتی مطالعہ کسی مخصوص ثقافتی تناظر میں کیا جاتا ہے۔ ساختیاتی تنقید زبان کے اس نظام کی تلاش کرتی ہے جو معنی کی تخلیق و تشکیل کرتا ہے یعنی معنی سے زیادہ معنی پیدا کرنے والے نظام تک رسائی ساختیاتی تنقید کا مقصد ہے۔ متن میں معنی پیدا کرنے والے ساختیوں تک اسی وقت پہنچا جا سکتا ہے جب قاری اس میں موجود ثقافتی اور تک رسائی حاصل کر لے۔ اس طرح دریافت کیے گئے معنی میں وحدت موجود ہوتی ہے۔

اسی کے متوازی رولاں بارتھ کا" مصنف کی موت"کا اعلان تخلیق کو مصنف / تخلیق کار سے آزاد کر کے قاری کے سپرد کر دیتا ہے۔ اب انفرادی مطالعے کی بنیاد پر تربیت یافتہ قاری متن کی قرأت کرتا ہے۔ بارتھ کے

نظریے سے متاثر ہو کر ژاک دریدا نے رد تشکیل کا موقف پیش کیا جس میں متن کو ہی رد کر دیا اور معنی کو "التوا" میں ڈال دیا۔ اس کے مطابق متن کے معنی حتمی اور قطعی نہیں ہیں بلکہ وہ التوا میں رہتے ہیں۔ اس طرح معنی کو لامرکز بتایا گیا ہے۔ اس نظریے سے متن میں معنی کی تکثیریت کی راہیں کھل گئیں۔ ردِّ تشکیل کا نظریہ، معنی پس معنی نہ ہو کر، معنی ردِّ معنی کا نظریہ ہے۔ یہ معنی قاری ہی اخذ کرتا ہے۔ ایک ہی متن کی قرأت سے الگ الگ تربیت یافتہ قاری الگ الگ معنی اخذ کر سکتے ہیں۔

گذشتہ سطور میں ہم نے دیکھا کہ ہیئتی تنقید، نئی تنقید، ساختیاتی تنقید اور پس ساختیاتی تنقید گویا سبھی نظریوں نے متن کو مصنف، تاریخ، سیاست اور تاثر سے آزاد رکھا اور تنقید میں متن کو مرکزیت عطا کی۔ اس طرح متن کی تشریح، اس سے معنی اخذ کرنے اور معنی کو تشکیل دینے والے نظام کی تلاش کی ذمہ داری قاری کے سپرد کر دی گئی اب قاری کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے مطالعے کے مطابق متن کا معروضی تنقیدی جائزہ لے سکے۔

متن کا تنقیدی مطالعہ کا سفر یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ وہ تربیت یافتہ قاری (نقاد) کو معنی اخذ کرنے کی پوری آزادی بخش دیتا ہے۔ پس ساختیاتی نظریے کے زیر اثر مابعد جدید رجحان معرض وجود میں آیا۔ یہ نظریۂ تنقید ادبی متن کی معنی آفرینی اور اس کے تسلسل کو اہمیت دیتا ہے یعنی متن کو معنی کی وحدت سے نہ صرف نجات دلاتا ہے بلکہ متن کو مصنف سے آزاد کر کے معنی کا بوجھ قاری کے کندھوں پر ڈال دیتا ہے۔

مابعد جدید تنقید ادب کا ہمہ جہت مطالعہ کرتی ہے اور اس میں موجود مقامی، تہذیبی، ثقافتی، تانیثی، تاریخی اور اساطیری قدروں کی بازیافت کرتی ہے۔ مابعد جدید تنقیدی نظریے سے بہت سے تنقیدی رویے مثلاً قاری اساس تنقید، نئی تاریخیت، نومارکسیت، نو آبادیاتی تنقید نیز اکتشافی، امتزاجی اور تانیثی تنقید، وغیرہ معرضِ وجود میں اور متن کے انفرادی مطالعے کو فروغ دیا۔

مابعد جدید رجحان کے بعض ناقد کسی مخصوص دبستان کا پیرو نہیں رہا اور نہ ہی اس پر یہ حکم عائد ہوا کہ وہ کسی مخصوص نظریے کا پابند رہے۔ اب متن اور قاری (نقاد) کے درمیان کا رشتہ استوار ہو چکا ہے۔ قاری متن میں موجود معنی کو ثقافتی، تہذیبی اور ہیئتی اعتبار سے متعین کرتا ہے۔ جو ثقافتی نظام متن میں ہے وہی نظام قاری کے ذہن میں ہو تو بامعنی اور صحت مند تنقید سامنے آتی ہے۔

گزشتہ سطور میں متن کی آزادی، قاری کی معنی آفرینی اور معنی کی تکثریت پر بحث کی گئی ہے۔ لیکن یہ سوال بہر حال قائم ہے کہ انگریزی ناقد لوئی کزامیاں کا یہ دعویٰ کہ ”دبستانوں کے زمانے لد گئے“ کتنا صحیح ہے؟

اصل میں کزامیاں کی مراد یہ ہے کہ ادب کے انفرادی مطالعے کی وجہ سے دبستانی نظریات غیر مفید ہو گئے ہیں لیکن یہ دبستانی نظریات آج بھی موجود ہیں مثلاً جب کوئی ناقد کسی متن کا مطالعہ نفسیاتی نظریۂ تنقید سے کرنا چاہے گا تب اسے نفسیاتی تنقید کے اصولوں کو ذہن میں رکھنا ہوگا یا پھر تخلیق کا رومانوی تنقیدی مطالعہ کرنے پر اس دبستان کی شعریات ناقد کے پیش نگاہ ہوگی۔ اس لیے لوئی کزامیاں کا یہ جملہ کہ ”دبستانوں کے زمانے لد گئے“ سے مطلب ہے کہ تنقیدی دبستان غائب نہیں ہوئے بلکہ غیر مفید ہو گئے ہیں اور جب بھی ان کی شعریات اور انسلاکات کی ضرورت ہوگی یہ پھر ظہور میں آجائیں گیں۔

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ تنقیدی دبستان دور حاضر میں مفید ہیں بھی اور نہیں بھی۔ لیکن ۱۹۶۰ء کے بعد انفرادی مطالعے نے متن کو مصنف سے آزاد کر دیا اور متن کو خود مکتفی بنا کر معنی کا بوجھ قاری کے کندھوں پر ڈال دیا جس سے معنی کی تکثیریت (Plurality of meaning) کی راہیں کھل گئیں۔

اردو میں انفرادی تنقیدی مطالعہ کو رائج کرنے اور اسے فروغ دینے میں شمس الرحمٰن فاروقی، گوپی چند نارنگ، ابوالکلام قاسمی، عتیق اللہ، فہیم اعظمی، قاضی افضال حسین، شافع قدوائی اور ناصر عبّاس نیرّ وغیرہ کا شمار صفِ اوّل کے ناقدین میں ہوتا ہے۔ ان کی تحریروں میں نظری اور اطلاقی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔

حوالاجات:

1- ادبی اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ از عتیق اللہ، اردو مجلس دہلی، 1995ء، ص: ۴۶۵

2- کاشفِ الحقائق از امداد امام اثرؔ، مرتب وہاب اشرفی، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۲ء، ص: ۵۲۲

3- تعبیر کی شرح از شمس الرحمٰن فاروقی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۲۰۰۶ء، ص: ۶۹

4- تعبیر کی شرح از شمس الرحمٰن فاروقی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۲۰۰۶ء، ص: ۶۹-۷۰

5- تنقید کیا ہے؟ از پروفیسر آلِ احمد سرور، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۲۰۰۴ء، ص: ۱۵۲

6- نظر اور نظریے از آلِ احمد سرور، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۲۰۱۱ء ص: ۱۰۸

7- تنقیدی نظریات، حصّہ اول، مرتب احتشام حسین، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۹ء، ص:۱۶

8- تنقیدی نظریات، حصّہ اول، مرتب احتشام حسین، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۹ء، ص:۸

9- ہڈسن بحوالہ اردو تنقید کا ارتقاء از عبادت بریلوی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۶ء، ص:۲۸-۲۹

10- مقدمہ، نظریاتی تنقید از ابوالکلام قاسمی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۶ء، ص:۵

11- صنفیات از قاضی افضال حسین، فروری ۲۰۱۶ء، ص:۲۴۳

12- ادبی اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ از عتیق اللہ، اردو مجلس دہلی، ۱۹۹۵ء، ص: ۴۷۲-۴۷۳

13- قدوس جاوید، بحوالہ اردو میں مابعد جدید تنقید از الطاف انجم، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۱۴ء، ص:۳۱

14- بحوالہ اردو میں مابعد جدید تنقید از الطاف انجم، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۱۴ء، ص:۳۴

15- ٹی ایس ایلیٹ، بحوالہ اشارات تنقید از سید عبد اللہ، چمن بک ڈیپو، دہلی، ص: ۱۶

16- آئی۔اے۔رچرڈز، بحوالہ اشارات تنقید از سید عبد اللہ، چمن بک ڈپو، دہلی، ص:۱۵

17- اطالوی دائرۃ المعارف، بحوالہ اشارات تنقید از سید عبد اللہ، چمن بک ڈپو، دہلی، ص:۱۵

18- میتھو آرنلڈ، بحوالہ اردو نثر کا فنی ارتقاء، مرتب فرمان فتح پوری، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۱۳ء، ص:۲۴۴

19- بحوالہ اردو ادب کے ارتقاء میں ادبی تحریکوں اور رجحانوں کا حصہ از منظر اعظمی، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۹ء، ص:۲۶

20- تنقیدی دبستان از ڈاکٹر سلیم اختر، سنگِ میل پبلکیشنز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص: ۴۱

21- تنقیدی دبستان از ڈاکٹر سلیم اختر، سنگِ میل پبلکیشنز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص: ۴۶

22- فن تنقید اور اردو تنقید نگاری از نورالحسن نقوی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۳ء، ص:۱۶

23- تنقیدی دبستان از ڈاکٹر سلیم اختر، سنگ میل پبلکیشنز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص: ۵۴

24- تنقیدی دبستان از ڈاکٹر سلیم اختر، سنگ میل پبلکیشنز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص: ۵۴

25- تنقیدی دبستان از ڈاکٹر سلیم اختر، سنگ میل پبلکیشنز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص: ۵۵

اصطلاح کی تعریف

کسی بھی علم کے اصول وضوابط کو بہ آسانی سمجھنے کے لیے اس سے متعلق اصطلاحات اور ان کے مطالب کا معلوم ہونا اشد ضروری ہے۔ اصطلاحات ہی کے ذریعے کلام کو طوالت سے بچا کر جامعیت کے ساتھ پیش کیا جاسکتا ہے جس سے قاری کو متن کی قرأت میں آسانی فراہم ہوتی ہے۔ بقول وحید الدین سلیمؔ:

"اصطلاحیں در حقیقت اشارے ہیں، جو خیالات کے مجموعوں کی طرف ذہن کو فوراً منتقل کر دیتے ہیں۔" [۱]

اصطلاح عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں " دوسرے معنی مقرر کرنا، باہمی صلح، متفق ہونا۔" اصطلاحی معنی میں اصطلاح اس لفظ کو کہتے ہیں جو اپنے اصلی اور لغوی معنی کے جز کے ساتھ کسی خاص علم یا شعبے کی علمی وفنی ضرورتوں کے تحت کسی چیز، فکر، نظریے یا عمل وغیرہ کے لیے مخصوص یا معین معنی میں استعمال ہو۔ کسی علم و فن یا شعبے کے لیے استعمال کیے جانے والے الفاظ کے معنی مخصوص و محدود ہوتے ہیں جن کا بنیادی مقصد اس علم، فن یا شعبے کی تفہیم ہوتا ہے۔ اسی طرح ادب میں بھی کسی وسیع تر ادبی تصور کو کم سے کم لفظوں میں بیان کرنے والا لسانی اظہار ادبی اصطلاح ہے۔ ادب میں اصطلاح نگاری کا مقصد متن بنانے میں مدد کرنا اور متن کی افہام و تفہیم ہے۔ پروفیسر عتیق اللہ کے مطابق:

"ہر اصطلاح معنی کا ایک مخزن ہوتی ہے۔ اس کا پورا ایک معنوی سیاق ہوتا ہے، سیاق کی مناسبت سے اس کے انسلاکات کا دائرہ بھی خاصا وسیع ہو جاتا ہے۔ اس کا سنگ در محض کھل جا سم سم کہنے سے باز نہیں ہوتا بلکہ اسے اپنے ذہن و فہم کا حصہ بنانے کے لیے مختلف علوم و متعلقہ تاریخ و سماج کے پس منظر کا گہرا مطالعہ بھی از بس کہ ضروری ہے۔ باوجود اس کے اکثر اصطلاحات کے تعلق سے کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس پر ان کے تمام یا اصل معنی آشکار ہو گئے ہیں۔" [۲]

ادبی اصطلاحات کی اقسام:

1. صنفی اصطلاحات: افسانہ، ناول، رپورتاژ، غزل
2. لسانی اصطلاحات: اسم، فعل، ضمیر
3. تکنیکی اصطلاحات: تقطیع، وزن، بحر
4. فلسفیانہ اصطلاحات: وجودیت، اظہاریت، مظہریت
5. تنقیدی اصطلاحات: التوا، دال، مدلول، ابہام
6. تحریکی اصطلاحات: ماورائیت، جدیدیت، ترقی پسند، ہئیت پسندی
7. علمی اصطلاحات: بشریات، تاریخ، سیاست، نشاۃ الثانیہ

حوالاجات:

1- وضع اصطلاحات از وحید الدین سلیم، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۰ء، ص:۱۴

2- ادبی اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ مرتب پروفیسر عتیق اللہ، اردو مجلس، نئی دہلی، ۱۹۹۵ء، ص:۱۲

فرہنگ اور لغت کا فرق

فرہنگ فارسی زبان کا لفظ ہے لغات میں اس کے معنی دانائی، دانش، سمجھ، کتابِ لغاتِ فارسی، ادب، اور نگاہ رکھنے کے لیے گئے ہیں۔ شیخ محمد لاد نے موئید الفضلاء میں فرہنگ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"فرہنگ: ادب و دانش و بزرگی و نیز کتابی در علم لغت و اُو اکثر فارسی باشد۔" (۱)

یہاں " اُو اکثر فارسی باشد" سے مراد یہ ہے کہ فارسی زبان کی لغات کے علاوہ دیگر زبانوں کی لغت کو بھی فرہنگ کہا جا سکتا ہے۔ اسی لیے اردو زبان کے ابتدائی دور میں جب اردو لغات تیار کی جانے لگیں تو لفظ "لغت" کے علاوہ لفظ "فرہنگ" بھی لغت کے مفہوم میں استعمال کیا جانے لگا جیسے فرہنگ آصفیہ، فرہنگ عامرہ، وغیرہ۔

بعد ازآں مغربی ادب کے زیر اثر "فرہنگ" کو انگریزی مترادف Dictionary کے مفہوم میں نہ سمجھ کر Lexicon اور Glossary کے مفہوم میں سمجھا جانے لگا یعنی کسی خاص کتاب یا کسی خاص شعبے کے الفاظ کی لغت کو "فرہنگ" (۲) کہا جاتا ہے۔ مولوی عبد الحق نے فرہنگ کے مترادف Glossary لفظ کے معنی کسی کتاب کے دقیق الفاظ کی مصطلحات وغیرہ کی فہرست اور ان کی تشریح و فرہنگ وغیرہ (۳) بیان کیے ہیں۔ انھوں نے Lexicon کے معنی فرہنگ (خصوصاً یونانی، عبرانی، سریانی یا عربی کی لغت) لکھے ہیں (۴)۔ اور فرہنگ کا انگریزی مترادف لفظ Glossary کو بتایا ہے لیکن آجکل مختلف علوم کی اصطلاحات کے مشتمل فرہنگوں کو Lexicon ہی کہا جاتا ہے۔

لفظ فرہنگ کے اصطلاحی معنی کسی ادیب یا شاعر کی نگارشات یا کسی علم و فن / شعبۂ علم کے مخصوص الفاظ، تراکیب، مصطلحات، محاورات، یا کسی علاقے کی زبان یا بولی کے الفاظ، تراکیب، محاورے کا روزمرہ استعمال وغیرہ کو یکجا کر کے ان کے معنی، تشریح و توضیح کا مجموعہ فرہنگ کہلاتا ہے۔

اس تمام گفتگو سے مندرجہ ذیل نکات ظاہر ہوتے ہیں:

۱۔ لفظ فرہنگ بنیادی طور سے فارسی لغت کے لیے مختص ہے لیکن اردو زبان میں اس کا استعمال لغت کے لیے بھی کیا جا چکا ہے۔

۲۔ فرہنگ میں فرہنگ نویس الفاظ کے وہی معنی لکھتے ہیں جن معنوں میں وہ لفظ کسی خاص موقع پر استعمال کیا گیا ہے۔ اس بات کا خیال بھی رکھا جاتا ہے کہ اس لفظ کے پوشیدہ معنی کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔

دور قدیم میں لفظ فرہنگ کو لغت کے ہم پلہ خیال کیا جاتا تھا اور کسی خاص شعبے کے الفاظ کی کتاب کو بھی لغت کے ذیل میں رکھا گیا۔ لغت و فرہنگ کا کوئی مفہوم متعین نہیں تھا مثال کے لیے سید احمد دہلوی کی ''فرہنگ آصفیہ'' جو لغت کے زمرے میں شامل ہے۔ اس فرہنگ میں اردو زبان کے تمام عام، متروک اور غیر متروک الفاظ، محاورات تراکیب شامل ہیں۔ یہ لغت فرہنگ کے اصطلاحی معنی پر پوری نہیں اترتی جب کہ اردو کی تصنیفی تاریخ کی ابتدا میں کچھ ایسی بھی کتابیں ہیں جن کے نام کے ساتھ لفظ ''فرہنگ'' کا سابقہ نہیں لگا لیکن وہ فرہنگ کے زمرے میں آتی ہیں جیسے سید احمد دہلوی کی ''لغات النساء'' جس میں دہلی کی بیگماتی زبان اور مخصوص محاوروں کو شامل کیا گیا ہے یا پھر نادر حسن نرگامی کی ''لغات مقلوبہ'' جس میں ایسے الفاظ جمع کیے گئے ہیں جو اپنی حالت مقلوبہ میں یعنی الٹ کر بھی پڑھے جا سکتے ہیں، اسی طرح چرنجی لال کی ''مخزن المحاورات'' بھی فرہنگ کے زمرے میں آتی ہے۔ اس کتاب میں تقریباً دس ہزار محاورات و امثال کی تشریح عام فہم انداز میں کی گئی ہے۔

لفظِ فرہنگ کے اصطلاحی معنوں کی ترتیب و تدوین کا عملی نمونہ صاحبِ ''فرہنگِ امثال'' (۱۹۳۹ء) مسعود حسن رضوی ادیب نے پیش کیا۔ اس فرہنگ میں فارسی اور عربی کے ان اقوال و اشعار کو شامل کیا گیا ہے جو کثرت استعمال کے باعث اردو میں ضرب المثل کی حیثیت سے رائج ہو گئے ہیں۔

ڈاکٹر مسعود حسن ہاشمی نے موضوع کے اعتبار سے فرہنگ کی سات قسمیں بتائی ہیں:

۱۔ شخصی فرہنگ

۲۔ موضوعاتی فرہنگ

۳۔ کتابی فرہنگ

۴۔ اصطلاحی فرہنگ

۵۔ محاوراتی فرہنگ

۶۔ تقابلی فرہنگ

۷۔ فرہنگ امثال

زیرِ نظر مقالہ جو تنقیدی اصطلاحات کی فرہنگ پر مبنی ہے یہ بھی موضوعات اور اصطلاحی فرہنگ کے زمرے میں شامل ہے۔

حوالاجات:

1- بحوالہ اردو مثنوی کی فرہنگ از محمد ضیاء الدین انصاری، لبرٹی آرٹ پریس نئی دہلی، ۱۹۹۸ء، ص:۷

2- علمی اردو لغت مرتب وصی اللہ کھوکر، علمی اکیڈمی نئی دہلی، ۲۰۱۳ء، ص:۶۷۸

3- The Standard English Urdu Dictionary از مولوی عبد الحق، انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی، ۲۰۱۲ء، ص: ۴۸۱

4- The Standard English Urdu Dictionary از مولوی عبد الحق، انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی، ۲۰۱۲ء، ص: ۶۵۱

5- اردو لغت نویسی کا پس منظر از ڈاکٹر مسعود ہاشمی، ناشر نور جہاں نئی دہلی، ۱۹۹۷ء ص: ۳۱-۳۳

تنقیدی مصطلحات کی اہمیت اور افادیت

محمد حسین آزاد کی آبِ حیات، حالیؔ کی مقدمۂ شعر و شاعری، شبلیؔ کی شعر العجم اور موازنۂ انیسؔ و دبیرؔ، امداد امام اثرؔ کی کاشف الحقائق اور سید مسعود حسن رضوی ادیبؔ کی "ہماری شاعری" میں اردو تنقید پر مغربی و مشرقی نقدِ سخن کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ ان تمام کتابوں میں نہ صرف کلاسیکی تنقید کی اصول سازی کی گئی ہے بلکہ ان اصولوں کی روشنی میں عملی تنقید کے نمونے بھی پیش کیے گئے ہیں۔ ان نقادوں نے انفرادی طور پر کلاسیکی تنقید کی نظریہ سازی اور عملی تنقید میں استعمال ہونے والی کلیدی اصطلاحات کی وضاحت بھی کی ہے۔ ہر چند اس دور میں متعلّقہ اصطلاحات کی نوعیت منتشر تھی اور کلاسیکی تنقیدی اصطلاحات مثلاً تصورِ کائنات، جوش، آورد، آمد، داخلیت، خارجیت وغیرہ کو باضابطہ طور پر ایک فرہنگ کی شکل میں پیش نہیں کیا گیا تھا لیکن اسی دور میں سائنٹفک سوسائٹی، دارالترجمہ حیدرآباد اور دہلی کالج میں دیگر علوم و فنون کی اصطلاحات وضع کی جارہی تھیں۔ البتّہ اس دور میں ادبی تنقید کی اصطلاحات کو یکجا کر کے ان کے تعین اور وضاحت کی طرف توجہ نہیں کی گئی تھی۔

مغربی ادب کے زیر اثر اردو میں بھی مختلف رجحانات، تحریکات اور رویے سامنے آئے جن میں رومانوی تحریک، ترقی پسند تحریک، حلقۂ ارباب ذوق اور جدیدیت وغیرہ نمایاں ہیں۔ ان رجحانوں اور تحریکوں کے اپنے مخصوص نظریات ہیں اور انھی کی مطابقت میں ان کے موقف اور تنقید کے اصول مختلف ہیں۔ ان تحریکات میں ادب کی جانچ پرکھ، تشریح، تجزیہ اور تعبیر کے لیے ان سے وابستہ تنقیدی اصطلاحات کو بطور آلات / Tools استعمال کیا گیا مثلاً انا، اجتماعیت، بورژوا، پرولتاری، جدلیاتی مادیت، طبقاتی کشمکش، شعور، لاشعور، تحت الشعور اور ادب برائے زندگی وغیرہ۔

مذکورہ بالا رجحانوں اور اسالیب تنقید سے متعلق مختلف مضامین تو لکھے جاتے رہے اور تنقیدی اسالیب کی شعریات پر بحث بھی کی گئی اور انھی کی روشنی میں ان کا ادب تخلیق بھی ہوا اور اس کی پرکھ بھی کی گئی لیکن اس

شعریات کی اصطلاحات کے فروغ و تحفظ کے لیے کوئی کوشش کی گئ۔ تنقیدی اصطلاحات سازی اور ان کی تفہیم و تعبیر کی جانب سب سے پہلے سید عابد علی عابدؔ نے متوجّہ کیا۔ سید عابد علی عابدؔ نہ صرف اپنی کتاب ''انتقاد'' میں کلاسیکی مشرقی تنقید کی افادیت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں بلکہ نقادوں کی توجہ تنقیدی اصطلاحات سازی کی طرف بھی مبذول کرتے ہیں۔ عابد علی عابدؔ لکھتے ہیں:

''آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے تک انتقاد کا جو دبستان قائم تھا وہ برا تھا یا بھلا اس سے قطع نظر کر لیجیے تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کی اصطلاحات معین تھیں اور اس کی زبان کے بولنے والے اپنا مفہوم بالکل صحیح طریقے پر ادا کر سکتے تھے۔ معانی، بیان، بدیع اور ان کی شاخیں، فصاحت اور بلاغت، محسناتِ شعر، صنائع بدائع، کلام اور تمام علامات ایک دوسرے سے مربوط تھیں اور ذہن میں ایک تصور واضح پیدا کرتی تھیں۔'' (۱)

سید عابد علی عابدؔ نے اپنی دوسری کتاب ''اصول انتقادِ ادبیات''(۱۹۶۰ء) میں تذکروں سے منتخب چند اصطلاحوں کی وضاحت کے ذریعے تنقیدی اصطلاحات کی شرح و بسط کے عملی نمونے پیش کیے۔ دوسری جانب ترقی پسند شاعر اور نقاد فیض احمد فیضؔ نے اپنی کتاب ''میزان'' (۱۹۶۲ء) میں شامل ایک مضمون ''ہماری تنقیدی اصطلاحات'' میں شعری تنقیدی اصطلاحات تشبیہ، استعارہ، سلاست، روانی، مضمون آفرینی وغیرہ پر بحث کی ہے۔ انیس ناگی نے اپنی کتاب ''شعری لسانیات'' میں ''تنقیدی اصطلاحات کا قحط'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں بدلتے ہوئے ادبی رویّوں اور مغربی اثر سے اردو ادب میں رونما ہونے والے افکار و نظریات کے تحت وجود میں آنے والی فنی تخلیقات کی معنوی گرفت وادراک کے لیے کلاسیکی و مروجہ تنقیدی اصطلاحوں میں ترمیم کی ضرورت تبائی اور ادبی تنقیدی اصطلاحات سے استفادہ کرنے پر اصرار کیا۔ ان کے الفاظ میں:

''مروجہ تنقیدی اصطلاحوں میں حک و اصلاح اور ترمیم کی ضرورت ہے۔ کلاسیکی مروجہ تنقیدی اصطلاحیں اردو کی نئی شاعری اور ادبیات میں نئے فکر اور تصوراتی صورتِ حال کی نیابت نہیں کرتی ہیں۔............ چونکہ عصر حاضر کا جملہ اردو شعری و نثری ادب تصوراتی اور فنی اعتبار سے مغرب سے متاثر ہے اس لیے لازمی ہے کہ اس احساس کمتری کو بالائے طاق رکھ علم و فن کی اس ندی سے استفادہ کیا جائے اور وہ تنقیدی اصطلاحیں وضع کی جائیں جن کا تعلق عصر حاضر کے فکری رجحانات سے ہے۔''(۲)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ جدید ادب کی تخلیق اور تفہیم کو سہل بنانے کے لیے تنقیدی اصطلاحوں کو وضع کرنے اور ان کی توضیح کی ضرورت ہے۔

اردو میں ترقی پسند تحریک کے بعد شمس الرحمٰن فارقی کی رہنمائی میں جدیدیت نے اپنا پرچم لہرایا۔ جدیدیت کے بنیادی اصولوں میں تخلیق کار کو نظریاتی وابستگی کے جبر سے آزاد کرنا تھا۔ شمس الرحمٰن فاروقی نے جدید ادب کی شعریات مرتب کی۔ انھوں نے مغربی اصولوں کے پیش نظر اپنے رسالے ''شب خون'' میں جدید ادب اور اس کی تفہیم میں استعمال ہونے والی متعدد نامانوس تنقیدی اصطلاحوں مثلاً سریلزم شعری علامت، تمثیل، المیہ، طربیہ، وجودیت، شعور کی رو، ہیئتی تنقید اور علامت وغیرہ پر مفصل و مدلل مضمون شائع کرکے ارباب ذوق کے لیے عصر حاضر کی تفہیم کی دشواریوں کو دور کیا۔ بعد میں جب انھوں نے میرؔ اور غالبؔ کے اشعار کی تشریح کی تو وہاں کلاسکی تنقیدی اصطلاحات کا مفصل جائزہ لیا جس کی مثال ان کی کتاب ''شعر شور انگیز'' کے دیباچوں میں تفصیل سے موجود ہے۔ اسی طرح نثر کی تنقیدی اصطلاحات داستان امیر حمزہ پر لکھی گئی ان کی کتاب۔'' ساحری، شاہی، صاحب قرانی: داستان امیر حمزہ'' کا مطالعہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

گزشتہ صفحات کی تمام مباحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انیسویں صدی کی ساتویں دہائی تک تنقیدی اصطلاحوں کو یکجا نہیں کیا گیا تھا۔ تمام ادبی و تنقیدی اصطلاحیں مختلف مضامین میں بکھری ہوئی تھیں نیز انگریزی ادب اور دیگر علوم وفنون سے مستعار لی گئی تھیں۔ ان کے واضح اور غیر واضح ترجمے بھی ہوئے۔ بعض اصطلاحوں کی معنویت یک رخی بن گئی اور کہیں کسی حد تک پھیل گئی۔ اس صورت حال پر آلِ احمد سرور کو کہنا پڑا:

''ہماری تنقید کی ساری اصطلاحیں نظر ثانی کی محتاج ہیں۔ ہم نے انگریزی اصطلاحوں کے جو ترجمے کیے ہیں ان میں سے کچھ کار آمد ہیں اور کچھ ناقص۔ پھر اس معاملے میں ہمارے یہاں ایک نراجیت ہے۔ کوئی ایک اصطلاح استعمال کرتا ہے کوئی دوسری۔ اس لیے ہمیں ان تمام ادبی اصطلاحات کی ایک ڈکشنری جلد سے جلد تیار کرنی چاہیے جو ادبی تنقید میں عموماً استعمال ہوتی ہیں۔''[۳]

آل احمد سرورؔ کے اس اعلان نامے کے بعد تنقیدی اصطلاحات کی فرہنگ مرتب کرنے کی جانب جس شخص نے اوّلین کوشش کی ان کا نام ابو الاعجاز حفیظ صدیقی ہے۔ انھوں نے کشاف تنقیدی اصطلاحات نام سے فرہنگ

لکھی۔ اس فرہنگ میں تنقیدی، ادبی اصطلاحات کے علاوہ فلسفہ، نفسیات، جمالیات، صحافت، اقتصادیات اور لسانیات کی اصطلاحات کی وضاحت آسان انداز میں بیان کی گئی ہے۔ فرہنگ کے آخر میں انگریزی اصطلاحوں کے اردو ترجمے کی ایک فہرست بھی پیش کی گئی ہے۔

ابو الاعجاز حفیظ صدیقی کے علاوہ ادبی و تنقیدی اصطلاحات کی فرہنگ سازی میں ایک نام سلیم شہزاد کا بھی ہے۔ سلیم شہزاد نے فرہنگِ ادبیات (۲۰۱۸ء) نام سے ادبی، قواعدی، لسانیاتی، صنفی، فلسفہ اور تنقیدی اصطلاحات کو جمع و تدوین کر کے ایجاز و اختصار کے ساتھ بیان کیا۔ ان کے علاوہ اب تک مرتب کی گئی ادبی و تنقیدی اصطلاحات سے متعلق فرہنگ اور فرہنگ سازوں کے نام اس طرح ہیں:

- فرہنگ ادبی اصطلاحات از پروفیسر کلیم الدین احمد
- ادبی اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ از پروفیسر عتیق اللہ
- تنقیدی اصطلاحات (توضیحی لغت) از ڈاکٹر سلیم اختر
- ادبی اصطلاحات از پروفیسر جمال
- اصطلاحاتِ نقد و ادب از ڈاکٹر عمر فاروق

مذکورہ بالا تمام فرہنگوں میں قدیم تنقیدی اصطلاحات کے علاوہ ترقی پسندی اور جدید تحریکوں اور رجحانوں کی ادبی و تنقیدی اصطلاحات بھی شامل ہیں لیکن یہ فرہنگیں ادبی اصطلاحات کو بڑی تعداد میں شامل کیے ہوئے ہیں۔ ان میں جدید تنقیدی اصطلاحات کا ذکر کمی سے پایا جاتا ہے۔

زیر نظر مقالے میں یہ کوشش رہی ہے کہ قدیم اردو تنقیدی اصطلاحات سے لے کر مابعد جدیدیت تک کی تقریباً تمام تنقیدی اصطلاحات کا احاطہ ہو جائے۔

حوالاجات:

1- انتقاد از عابد علی عابدؔ، ادارہ فروغ اردو لاہور، ۱۹۵۶ء، ص: ۹-۱۰

2- شعری لسانیات از انیس ناگی، کتابیات لاہور، ۱۹۶۹ء، ص: ۱۹۴-۱۹۵

3- نظر اور نظریے از آلِ احمد سرور، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۲۰۱۱ء، ص: ۱۳۱

اردو میں تنقیدی اصطلاحات سازی کی تاریخ

اردو زبان کی قواعد پر نہ سہی، لفظیات اور شعریات پر عربی، فارسی کے گہرے نقوش پائے جاتے ہیں۔ اردو شعریات کے ابتدائی اصول اور اس سے متعلق متعدد اصطلاحات شاعری کی ابتداء ہی سے وجود میں آنے لگی تھیں۔ اس کا ایک روشن ثبوت امیر خسروؔ کی فارسی اور اردو شاعری ہے۔ انھوں نے مثنوی۔' غرۃ الکمال' کے دیباچے میں ایسی بہت سی اصطلاحات پہلی بار استعمال کی ہیں۔ اردو سے ان کی محبت اور لگاؤ کا عالم یہ ہے کہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''میں ہندوستانی ترک ہوں، ہندوی میں جواب دیتا ہوں، میرے پاس شکر مصری نہیں کہ زبان عرب میں گفتگو کروں۔'' (۱)

جدید نقاد شمس الرحمٰن فاروقی نے خسروؔ کی شعریات سازی پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''اس طرح یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ اردو میں نظری تنقید اور شعریات کے قدیم ترین اشاروں کا سلسلہ ایران یا عرب نہیں بلکہ ہندوستان کی ایک عظیم ادبی نظریہ ساز سے قائم ہوتا ہے۔'' (۲)

اردو شعریات پر خسروؔ کا اثر اتنا گہرا ہے کہ آج تقریباً سات صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کے اصول اور اصطلاحات جوں کی توں کار آمد اور مفید ہیں۔ اس سلسلے میں ایک تنقیدی اصطلاح ''روانی'' کی مثال دی جاسکتی ہے۔ ہمارے یہاں شعر کی روانی پر جو غیر معمولی تاکید ہے خسروؔ کے نظریے اور عمل ہی کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلے میں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ عربی میں شعر کی روانی کے حوالے سے کوئی لفظ بطور اصطلاح موجود نہیں ہے اور خسروؔ کے بعد ان کی صدائے بازگشت جس شاعر کے یہاں نظر آئی ہے وہ حافظ شیرازی ہیں جنھوں نے فارسی میں اس اصطلاح کے حوالے سے شاعر اور صنعت گر میں واضح فرق کی نشان دہی کی ہے۔

ادب میں تخلیق اور تنقید دونوں بیک وقت ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ جب کوئی تخلیق وجود میں آتی ہے تو تخلیق کار کا تنقیدی شعور اس تخلیق کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے اپنا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اردو ادب پر فارسی اور عربی

کے جو اثرات مرتب ہوئے ان میں شاعری سے شعر کے حسن و قبح کے معیار و اصول مستعار لیے گئے۔ ابتدائی زمانے میں اردو تنقید کا تمام تر شعور زبان و بیان کے علوم تک محدود تھا۔ چنانچہ فصاحت اور بلاغت اس کا معیار تھی اس حوالے سے اس دور کی تمام تنقیدی اصطلاحات علمِ معنی اور بلاغت کے تحت استعمال کی جاتی تھیں۔

مثنوی ''قطب مشتری'' میں اس کے اولین نقوش پائے جاتے ہیں۔ نمونے کے طور پر '' قطب مشتری'' کا باب ''در شرح شعر گوید'' کے کچھ ابیات ملاحظہ کیجئے:

۱۔	کِتا ہوں تجے پند کی ایک بات	کہ ھے فائدا اس منے دھات دھات
۲۔	جو بے ربط بولے تو بتیاں پچیس	بھلا ھے جو یک بیت بولے سلیس
۳۔	سلاست نہیں جس کیرے بات میں	پڑیا جاے کیوں جز یے کر ہات میں
۴۔	جسے بات کے ربط کا فام نیں	اسے شعر کہنے سوں کچ کام نیں
۵۔	نکو کر توں لئی بولنے کا ہوس	اگر خوب بولے تو یک بیت بس
۶۔	اگر فام ھے شعر کا تجکو چھند	چنے لفظ لیا ہور معنی بلند
۷۔	رکھیا ایک معنی اگر زور ھے	ولے بھی مزا بات کا ہور ھے
۸۔	اگر لاک عیباں اچھے نار میں	ہنر ہو دسے خوب سنگار میں
۹۔	شعر گر چہ لئی لوگ جوڑے اہیں	برے بھوت ہور خوب تھوڑے اہیں

ان ابیات میں ملا وجہی نے شعر کے مروجہ اصول اور حسن و قبح میں تمیز[۳] کرنے کے طریقے بتائے ہیں۔ ان ابیات میں ہمیں مشرقی شعریات کی تنقیدی اصطلاحات صاف طور پر دکھائی دیتی ہیں جن کی بنیاد فنِ بلاغت پر رکھی گئی ہے مثلاً معنی کی بلندی، بے ربط، سلاست، زور معنی وغیرہ۔

شمالی ہند میں جب اردو شاعری کارواج قائم ہوا تب وہاں فارسی زبان وادب کا اثر بہت زیادہ تھا اور شعرائے فارسی اصولِ نقد پر ہی شعر کی قدر ومعیار متعین کرتے تھے۔ اس زمانے کے ریختہ گو فائزؔ دہلوی نے اپنے اردو دیوان کی ابتدا ہی میں ایک خطبہ لکھا جس میں اردو نظم کے اصول بیان کیے گئے۔ ان اصولوں کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

''۱۔ شعر میں جدّت ہونا چاہیے (اور لطافت بھی)

۲۔ قافیہ صحیح اور شعر حشو وزواید سے پاک رہنا چاہیے۔

۳۔ الفاظ سادہ وشیریں اور عبارت سلیس وعام فہم ہونا چاہیے۔

۴۔ قدما کے رویّوں سے باخبر رہنا اور ان کی تقلید کرنا چاہیے۔

۵۔ ذوقِ سلیم جن الفاظ کو رکیک اور متبذل ٹھرائے ان سے پرہیز لازم ہے۔

۶۔ غلط اور دوراز کار تشبیہوں اور استعاروں، مبہم اشاروں، غیر صحیح محاوروں، خواہ مخواہ کی صنعتوں اور ناپسندیدہ ایہام استعمال نہ کرنا چاہیے۔

۷۔ اگرچہ شعر کہنا عروض دانی پر منحصر نہیں لیکن شاعر کے لیے اس کا علم ضروری ہے۔''(۴)

مندرجہ بالا نکات کو پڑھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی تنقید کے جو اصول مرتب کیے گئے ان میں عروض دانی، سادہ اور سلیس عبارت جیسی اصطلاحات استعمال میں لی جاتی تھیں۔

شمال ہند میں فائزؔ کے بعد حاتمؔ ہیں جس نے زبان کی اصلاح کی جانب قدم بڑھایا اور متواتر اپنے دور کے شعراء کو شعری رجحان کے حسن وقبح پر غور وفکر کا سلیقہ سکھایا۔ حاتمؔ نے اپنے دیوان ''دیوان زادہ'' کے مقدمے میں شاعری کی اصلاح سے متعلق اظہار خیال کیا جس میں روزمرہ، عام فہم، خالص عربی فارسی الفاظ کا استعمال، ہندوی بھاکا کے استعمال سے گریز اور لسانیاتی اصطلاحات شامل ہیں۔ اولاً ان کا شمار ایہام گو شعراء میں ہوتا تھا مگر ردعمل کی تحریک کے زیرِ اثر سے انھوں نے اپنے دیوان سے ایہام کے اشعار خارج کر دیے اور یہ دیوان دوبارہ ''دیوان زادہ'' (۱۷۵۵ء) کے عنوان سے شائع کیا۔ اس سے ان کا تنقیدی شعور واضح ہوتا ہے۔

رات دن جاری ہے عالم میں مرا فیض سخن
گو کہ ہوں محتاج پر حاتمؔ ہوں ہندوستاں کے بیچ

-

کہتا ہے صاف و شستہ سخن سب کہ ہے تلاش
حاتمؔ کو اس سبب نہیں ایہام پر نگاہ

مقطع کے دونوں مصرعوں میں صاف، شستہ سخن اور ایہام تین اصطلاحات استعمال میں لی گئی ہیں۔ حاتم کے ''دیوان زادہ'' کے دیباچہ اور شعر کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے تنقیدی شعور نے اردو تنقید میں مروجہ قدیم اصطلاحات کو نہ صرف فروغ دیا بلکہ اس دور کے شعراء میں لفظی اور لسانی مزاج بھی پیدا کیا۔

تقدمِ زمانی کے اعتبار سے سوداؔ کے شعری کلام اور دیباچوں میں بھی تنقیدی خیالات و اصطلاحات ملتی ہیں۔ اشعار کے علاوہ ان کے یہاں دو کتابیں رسالہ ''عبرت الغافلین'' اور ''سبیل ہدایت'' میں تنقیدی شعور دیکھنے کو ملتا ہے۔ مثنوی ''سبیل ہدایت'' میں سوداؔ نے روایتی شعری تنقید کی رو سے الفاظ و محاورات کے صحیح اور برجستہ استعمال، ابہام، فصاحتِ لفظی، قواعدِ زبان کی پابندی اور تاریخ وروایت کے برمحل استعمال پر زور دیا اور اردو تنقیدی اظہار کی تعیین قادر کے پیمانے بنائے۔ یہ ذہن میں رہے کہ سوداؔ کی مثنوی ''سبیل ہدایت'' میں محمد تقی تقیؔ کے ایک مرثیہ اور سلام کی منظوم تنقید ہے:

غرض مرثیہ یہ جو تم نے کہا ہے
عجب بحر بے ربطی اس میں بہا ہے
بلاغت کا جی نام میں آ رہا ہے
فصاحت کو دیکھو تو وہ جاں بہ لب ہے

''سبیل ہدایت''

مثنوی ''سبیل ہدایت'' کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

معنی لفظوں سے ہوتے ہیں روپوش
یاں تلک رتبۂ سخن پہنچا

اپنے زمانے سے لفظ و معنی کی بحث میں سوداؔ نے معاصر صورتِ حال معنی در معنی کو پیش کیا ہے جو کہ ایک لسانی فلسفیانہ تصور ہے اور موجودہ علم معنیات کی رو سے الفاظ کے معنی مقید تسلیم نہیں کرتا۔

ایک شعر دیکھیے جس میں سوداؔ نے فنِ سخن کی ''مضمون'' اور ''خیال'' دو اصطلاحات استعمال میں لی ہیں:

بجز سر گشتگی ارباب صورت کو نہیں حاصل
ہوا روشن یہ مضموں مجھ کو، فانوس خیالی سے

سوداؔ کی دوسری کتاب ''عبرت الغافلین'' فارسی نثر میں ہے جو اشرف علی خاں کے فارسی شعراء کے تذکرے پر مرزا فاخر مکیںؔ کی اصلاحوں کا جواب ہے۔ رسالہ عبرت الغافلین روایتی شعری تنقید میں اپنی ایک لسانی فنی اور فکری اہمیت رکھتا ہے۔ یہ رسالہ اپنے زمانے کی شعری تنقید کا عمدہ نمونہ ہے۔ عبرت الغافلین میں سوداؔ نے جن باتوں کو ضروری بتایا ہے ان میں مضمون کا ربط، الفاظ کا بر محل استعمال، قواعد زبان کی سختی اور صنائع کا لحاظ وغیرہ ہیں۔ نمونے کے طور پر فاخر مکیںؔ پر کیے گیے اعتراضات کی خاص باتیں پیش ہیں:

''تناسب لفظی اور صنائع کا لحاظ اس قدر رکھا ہے کہ خیال کی اہمیت نظر انداز ہو گئی ہے۔
مکیںؔ کے کلام میں حشو و زواید، پر کن اشعار، غیر متوازن تمثیلیں اور بر محل استعمال کی کمی ملتی ہے اور تلمیحات سے ناواقفیت ظاہر ہوتی ہے۔''(۵)

سوداؔ کی دونوں کتابوں اور اشعار کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بھی فنِ شاعری کے لیے لازمی اصولوں اور ان میں موجود فنِ عروض اور بلاغت کی اصطلاحات کے استعمال سے اپنے تنقیدی شعور کا ثبوت دیا۔

مرزا محمد رفیع سوداؔ کے بعد باقرؔ آگاہ (۱۷۴۵-۱۸۰۵) کے فنِ شاعری کے متعلق تنقیدی خیالات و نقطۂ نظر کو اہمیت حاصل ہے۔ باقرؔ آگاہ نے اپنے اردو دیوان کے دیباچے کو روایت کے برعکس اردو نثر میں لکھا۔ جس میں اس وقت میں رائج تمام اصنافِ سخن پر جامعیت کے ساتھ بحث کی ہے۔ فرماتے ہیں:

''نا مقدور ترکیب شوخ و چست بہ اندازِ درست اختیار کرے۔ اہل صنایع بدیعہ اسے انسجام کہتے ہیں۔ انسجام کے معنی مینہ برسنے کے ہیں اس طور سے کہ ہر قطرہ کلاں اس کا علیحدہ پڑے اور قطرہ دیگر سے اختلاط نہ کرے اور اصطلاح میں اس کے معنی یہ ہیں کہ کلام اس بند و سبت سے ہو کہ ہر کلمہ باوجود فصاحت کے بر محل واقع ہو اور اس میں تکلف نہ پایا جائے۔''(۶)

"تامقدور تلاشِ مضامین تازہ و نکات بلند آوازہ کرے کہ مضمون تازہ دل کشاجان قالب سخن رساہے۔" (۷)

اپنے دیوان کے دیباچے میں باقرؔ آگاہ نے اصناف سخن: قصیدہ، غزل، مثنوی، رباعی، فرد وغیرہ کے علاوہ فنِ سخن کے معیار کو متعین کرنے میں لازم شعری اصطلاحات، مضامین تازہ، انسجام، تشبیہات، وزن، حروفِ علّت، تقطیع، قوانینِ قوافی وغیرہ کو رقم کیا ہے۔ باقرؔ آگاہ سے قبل اردو کے کسی شاعر نے اپنے ریختہ کے دیوان میں اردو زبان وادب سے متعلق اس طرح کا دیباچہ نہیں لکھا تھا۔

باقرؔ آگاہ کا اردو دیوان کا دیباچہ جدید اردو تنقید کی روایت کا اولین نقش ہے جس میں اردو زبان کی تحقیق و تنقید کے ساتھ نثر کا بھی تنقیدی اسلوب شامل ہے۔ یہاں یہ کہنا ضروری ہے کہ حالیؔ کے دیوان کے مقدمے سے پہلے باقرؔ آگاہ کے دیوان کا مقدمہ اپنے اختصار کے ساتھ وجود میں آچکا تھا۔ چوں کہ حالیؔ کے مقدمے میں مغربی و مشرقی دونوں نظریوں یعنی عالمی تنقید کے اصول و نظریات کے ساتھ اردو اصناف کی عملی تنقید پر بھی بحث کی گئی ہے۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ قدیم اردو تنقید کا مقدمہ باقرؔ آگاہ نے لکھا اور عالمی تنقید پر یہی کام حالیؔ نے کیا۔

مرزا غالبؔ کے اشعار اور خطوط میں بھی شعری تنقید سے متعلق اصطلاحات کثرت سے ملتی ہیں۔ ان اصطلاحات کی وابستگی بھی قدیم کلاسکی شاعری سے ہے جس نے فارسی فنِ نقد سے اپنے اصول مستعار لیے۔ غالبؔ نے اردو اشعار میں اپنے حریفوں اور نکتہ چینیوں کے اعتراضات کا دنداں شکن جواب دیا ہے بلکہ اپنے خطوط میں اپنے دوستوں، عزیزوں اور شاگردوں کے کلام پر اصلاح بھی کی ہے، ان اصلاحوں اور اعتراضات میں غالبؔ نے نقد شعر کی اصطلاحات کو بعض جگہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے تو کہیں ان کا ذکر اشاروں میں ہی ملتا ہے۔ مثلاً

"شاعری معنی آفرینی ہے۔" (۸)

"زبان پاکیزہ، مضامین اچھوتے، معنی نازک، مطالب کا بیان دل نشیں" (۹)

"خود ستائی ہوتی ہے۔ سخن فہم اگر غور کرے گا تو فقیر کی نظم و نثر میں سہل ممتنع اکثر پائے گا۔" (۱۰)

"ہزار آفریں! کیا اچھا قصیدہ لکھا ہے۔ واہ واہ چشم بد دور تسلسل معنی، سلاستِ الفاظ۔" (۱۱)

ان امثال پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غالبؔ نے مرجہ قدیم مشرقی تنقیدی اصطلاحات کا استعمال اصلاحِ سخن، اعتراضات اور شعراء کے کلام پر اظہار خیال کرنے میں کیا ہے۔ غالبؔ کو شاعری کے ساتھ ساتھ اردو نثر پر بھی دسترس حاصل تھی۔ بعض خطوط میں وہ نثر کی اقسام اور ان کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

''بندہ کی تحقیقات یہی ہے کہ نثر تین قسم پر ہے۔ مقفٰی: قافیہ ہے اور وزن نہیں۔ مرجز: وزن ہے اور قافیہ نہیں۔ عاری: نہ وزن ہے نہ قافیہ، مسجع ہی مقفیٰ ہے کہ دونوں فقروں میں الفاظ ملائم اور مناسب ہم گرہوں۔ نظم میں یہ صفت آپڑے تو اس کو مرصع کہتے ہیں اور نثر اس صنعت پر مشتمل ہو تو اس کو مسجع کہتے ہیں اس قاعدے کو عبد الرزاق (مصنف مقدمات سہ نثر ظہوری) بدل سکتا ہے نہ صاحب قلم ہفت گانہ۔'' (۱۲)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنے مضمون ''ادبیات اور اصول نقد'' میں وثوق کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ سخن فہم و سخن سنج (سخن گو) دونوں اصطلاحات مشرقی شعری تنقید کی اصطلاحات ہیں جو شاعری کی نظری و عملی تنقید میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان کے الفاظ میں:

''ادبیات یا شاعری میں دو لفظ اکثر سننے میں آتے ہیں ایک سخن گو اور دوسرا سخن فہم۔ میری رائے میں یہ دونوں لفظ اصطلاحات انتقادیات میں شامل کر لینے کے قابل ہیں کیونکہ نظری و عملی انتقاد کے سلسلۂ بحث میں ان سے بہت مدد مل سکتی ہے۔'' (۱۳)

اجمالی طور پر تنقیدی اصطلاحات میں ''غالبؔ'' کے اہم کردار کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ غالبؔ سے پہلے جو اصول تھے وہ نقد شعر سے تعلق رکھتے تھے مگر غالبؔ نے نثر کی تنقید بھی کی۔ نثر کی اقسام، قواعد کے اصول اور داستان کی شعریات کے اظہار کے ساتھ ان سے متعلق اصطلاحوں اور اشاروں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اس کی متعدد مثالیں ان کے خطوط، دیباچوں، لغات و فرہنگیات، تقاریظ اور منتخب اشعار میں ملتی ہیں جن سے ان کے پختہ اور بالغ تنقیدی شعور کا اظہار ہوتا ہے۔

غالبؔ لسانیاتی تنقید کو قواعد اور الفاظ کی تحقیق و تدوین کی بحث میں بہت پہلے ہی استعمال کر چکے تھے اس لیے غالبؔ کے لیے یہ کہنا ہو گا کہ انھوں نے نقدِ شعر، نقد نثر، تقابلی تنقید اور اسلوبیاتی تنقید کی مثالیں اپنے ادبی کارناموں میں حالیؔ اور شبلیؔ سے پہلے پیش کر دی تھیں۔

شعراء کے کلام اور ان کے دیوان کے دیباچوں کے علاوہ ہمیں قدیم اردو تنقید کے نقوش تذکروں میں بھی ملتے ہیں۔ تذکروں میں متقدمین اور معاصرین شعراء کے حالات زندگی اور ان کے کلام کا انتخاب پیش کیا جاتا تھا۔ تذکرہ نگار ان تذکروں میں شعراء کے کلام پر فنی اور تاثراتی انداز میں کبھی تنقید سخن کرتا ہے تو کبھی اصلاحِ سخن۔ اس عمل میں تذکرہ نگار عربی و فارسی کے مروجہ اصولوں کو کام میں لیتا ہے۔ ان اصولوں کی بنیاد علمِ معنی و بیان کی اصطلاحات پر رکھی گئی ہے۔ اس عہد میں تذکروں میں معنی آفرینی، سلاست، ربط، تسلسل، فی البدیہہ، طرز خاص، مضمون تازہ، مہمل، ایہام، نازک خیالی، بندش، تازگی، خوش فکر وغیرہ تنقیدی اصطلاحات ملتی ہیں۔ یہ اصطلاحات شاعر کے کلام پر اصلاح یا اس کے کلام کی خصوصیت بیان کرنے کے لیے تنقیدی اشاروں کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔ اس دور میں اردو شاعری کو پرکھنے کا سائنسی پیمانہ نہیں تھا اس لیے عروض وبلاغت کے اصول ہی تنقیدی اصول ہوا کرتے تھے۔

اردو کا پہلا تذکرہ میرؔ کا ''نکات الشعراء'' تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس تذکرے میں میرؔ نے ۱۰۳ شعراء کے حالات زندگی اور نمونۂ کلام کو پیش کیا ہے اور کچھ شعرا کے کلام پر فنی اور تاثراتی آراء بھی دی ہیں۔ میرؔ نے 'نکات الشعراء' میں شعراء کے کلام پر اصلاحِ سخن کی خصوصیات اور ان پر تنقید کرتے ہوئے جن قدیم اصولِ تنقید پر بار بار زور دیا اور اس کی اصطلاحات استعمال میں لیں ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

'' ۱۔ ربطِ کلام	۲۔ خوش فکری	۳۔ تلاشِ لفظِ تازہ
۴۔ صفائیِ گفتگو	۵۔ ایجادِ مضامین	۶۔ تہ داری
۷۔ دردمندی	۸۔ طرزِ خاص'' (۱۴)	

مذکورہ بالا تنقیدی اشارے دراصل فنِ شاعری کی علم بیان وبدیع کی اصطلاحات ہیں جن کی مدد سے میرؔ نے شعراء کے کلام پر رائے زنی کی ہے۔ ''نکات الشعراء'' سے کچھ مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

''شاعر پر زور، آب و رنگِ باغِ نکتہ دانی، چمن آرائے گلزارِ معانی، متصرفِ ملک روزِ طلب بلاغت، شاعرِ زبردست، قادرِ سخن، صاحبِ کمال، بے نظیر، ذی علم، نکتہ پرداز، بذلہ سنج، ہمیشہ خندہ و شگفتہ رو، بسیار خوش فکر، تلاشِ لفظ تازہ زیادہ۔'' (۱۵)

"نکات الشعراء" کے اس اقتباس پر غور کرنے سے میرؔ کے تنقیدی ذہن کا پتا چلتا ہے۔ میرؔ نے جن خوبیوں کا ذکر کیا وہ سب مشرقی تنقید کی اصطلاحات ہیں۔ یہاں "تلاش لفظ تازہ زیادہ" سے مراد حالیؔ کا "تفحصِ الفاظ" ہے۔

میرؔ صاحب "توارد" کے لیے لکھتے ہیں:

"اگر چہ اکثر شاعرانِ ریختہ را متبدل بندیافتہ ام۔ متبدل می گویند و توارد می نامند، گویا کہ ایں شعر استاد در حق ایشا است۔

ہر چہ گویند بے محل گویند

در توارد غزل غزل گویند "(١٦)

میرؔ صاحب کے تذکرے میں پہلی بار تاثراتی اور عملی تنقید کے نمونے نظر آتے ہیں۔ میرؔ نے رائے زنی کے لیے نقدِ شعر کے جن الفاظ کا استعمال کیا وہ قدیم اردو تنقید کی اصطلاحات تھیں جو مشرقی انتقاد کا پورا نظام رکھتی ہیں۔ اس نظام کو ذہن میں رکھے بغیر میرؔ کے مختصر و مجمل تنقیدی جملوں کی معنوی وسعت و جامعیت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

میرؔ کے "نکات الشعراء" کے بعد دیگر تذکروں مثلاً "گلشنِ گفتار" از خواجہ خاں حمید اورنگ آبادی، گلشن راز یا تذکرہ ریختہ گویاں از فتح علی گردیزی، ریاض حسنی از فتوح اورنگ آبادی، مخزنِ نکات از قائم چاند پوری، چمن الستان شعراء از لالہ لچھمی نارائن شفیقؔ، طبقات الشعراء از مولوی قدرت اللہ، مسرت افزا از ابوالحسن امیر الدین احمد، گل عجائب از اسد علی خاں تمنا، گلزار ابراہیم از علی ابراہیم علی خاں خلیلؔ، گلشنِ سخن از مرزا کاظم، تزکرہ ہندی از مصحفیؔ، تذکرہ ریاض الفصحا از مصحفیؔ، طبقات سخن از شیخ غلام محی الدین مبتلاؔ میرٹھی، تذکرہ بے جگر از خیراتی لعل جگر، عیار الشعراء از خوب چند ذکاؔ دہلوی، مجموعۂ نغز از حکیم قدرت اللہ قاسم، گلشن بے خار از نواب مصطفی خاں شیفتہؔ اور آب حیات از محمد حسین آزادؔ وغیرہ میں ادبی تنقید کی قدیم اصطلاحات موجود ہیں۔ جن کی بنیاد قواعد، بیان و بدیع، علم عروض اور فصاحت و بلاغت پر رکھی گئی ہے۔ تذکروں میں تذکرہ نگاروں نے نقد شاعری کے اصولوں کی روشنی میں شعراء کے کلام پر نکتہ چینی، اصلاح اور رائے زنی کی ہے۔

احسن اللہ احسن کے بارے میں سید فتح علی حسینی الگردیزی تذکرۂ ریختہ گویاں میں لکھتے ہیں:

"با آبرو، ہم طرح بودو در سخن تلاشِ معنیِ تازہ(می) نمود۔ شعر رابطرزِ ایہام می گفت۔" (۱۷)

تذکرہ ریاض حسنی میں خواجہ عنایت اللہ فتوتؔ شاعر عارف الدین خاں عارفؔ کے کلام پر تنقید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"شعر فارسی وہندی بلاتشبہ سخن غیر می گوید وجادۂ مستحکم نازک خیالی می پوید۔"(۱۸)

تذکرہ "مخزنِ نکات" میں قائمؔ چاندپوری احسن اللہ کے کلام کی انفرادی خوبی اس طرح بیان کرتے ہیں:

"تلاش لفظ تازہ وایہام می کرد، امّا از غایتِ ہجومِ الفاظ معنیٰ شعرش کمتر بہ نظر می آید۔"(۱۹)

مولوی قدرت اللہ اپنے تذکرہ "طبقات الشعراء" میں میر تقی میرؔ کے کلام کی خصوصیات اس انداز میں تحریر کرتے ہیں:

"متلاشیٔ مضامینِ رنگین، متجسسِ الفاظ، چرب وشیریں، ہر چند سادہ گوست اما در سادہ گوئی تہ داری و پرکاری اُو ظاہر ونمودار است۔"(۲۰)

شیخ غلام محی الدین عشقؔ کے تذکرے طبقات سخن میں شیخ غلام محی الدین عشقؔ سعادت یار خاں رنگین کی شاعرانہ عظمت اور فنی کمالات کا بیان ملاحظہ فرمایئے:

"برشتگی الفاظ و شیفتگی معانی از وضع آشفتہ اس پیداست و پری چہرگانِ مضامین اورا باغازۂ تازگی و گل گونۂ نازحسنِ دوبالا۔"(۲۱)

ان تمام اقتباسات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ تذکرہ نگاروں نے متقدمین و معاصرین شعراء کے کلام پر تاثراتی فنی اور تقابلی رائے، اصلاح، نکتہ چینی، تعریف و توصیف میں جن الفاظ یعنی شعر نقد کی اصطلاحات استعمال میں لی ہیں وہ یہ ہیں: مضامین تازہ معنی (معنی آفرینی)، تلاش لفظ تازہ / متبجسس الفاظ (تفحص الفاظ) ایہام، بندش، مضامین رنگین، مضمون آفرینی، نازک خیالی، تازگی، شورش، پرکاری وغیرہ۔

اس کے علاوہ قدیم اردو تنقید کی اصطلاحات خیال بندی، روانی، ربط کلام، معاملہ بندی، کیفیت، شور انگیزی، پرگوئی، پیچیدہ خیال بے ساختگی، بندش، ادابندی، آورد، آمد، توارد سرقہ وغیرہ ہیں۔

قدیم اردو تنقید کی شروعات شاعری کی تنقید سے ہوئی ہے اس لیے ابتدائی تنقیدی اشارے اور اصول بیان وبدیع سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی افہام و تفہیم کے لیے عروضی اور بلاغتی اصطلاحات کی سمجھ ضروری ہے۔ اس لیے ان اصطلاحات کو یکجا کر کے ان کے اصطلاحی معنی پر بحث کرنا اور ایک نتیجہ تک پہنچنا بہت ضروری ہے۔ اس بارے میں سید عابد علی عابدؔ نے اپنی کتاب ''اصول انتقادِ ادبیات'' میں، ڈاکٹر نیر مسعود نے اپنے مضمون ''اردو شعریات کی چند اصطلاحیں'' میں، شمس الرحمٰن فاروقی نے ''شعر و شور انگیز'' کے دیباچوں میں اور ابولکلام قاسمی نے ''مشرقی شعریات اور اردو تنقید کی روایت'' میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ ان کتابوں کے مطالعے سے کلیم الدین احمد کے اردو تذکروں کے لیے قائم کیا گیا نظریۂ ''مبہم'' کی تردید ہوتی ہے۔ کلیم الدین احمد تذکروں کی تنقید اور ان میں استعمال کی گئی اصطلاحات کو مبہم بتاتے ہوئے ''اردو تنقید پر ایک نظر'' (۱۹۶۹) میں لکھتے ہیں:

''معلوم ہوتا ہے کہ تذکرہ نویسوں کی نظر میں شاعری زبان کا کھیل ہے۔ اس کے اصول قرنوں سے اٹل چلے آرہے ہیں۔ قواعد، بیان وبدیع، عروض، ان تین چار دائروں میں سب اصول آجاتے ہیں۔ اور ان کے باہر جانے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ قواعد بیان اور عروض کی غلطیوں کا ہی ذکر ہوتا ہے، فصاحت اور بلاغت کی اصطلاحیں، صنائع کے نام بھی سب فراوانی کے ساتھ مستعمل نظر آتے ہیں۔ شاعروں کے کلام پر رائیں پر از مبالغہ الفاظ میں ایسی مبہم ہوتی ہیں کہ ان کے اصلی معنی تک پہنچنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔'' (۲۲)

کلیم الدین احمد مغربی ادب کے مقابلے میں نقد شعر اور تذکروں کی نکتہ چینی رائے زنی، اصلاحِ سخن اور فنِ شعر کی خوبیوں کو مبہم قرار دیتے ہیں جب کہ اردو کی روایتی تنقید کی بنیاد ہی علم معانی بیان اور بدیع، علم عروض اور علم قوافی کے اصولوں پر مبنی ہے۔ نقدِ شعر اور تذکروں کی تنقید کی حمایت میں سید عابد علی عابدؔ اپنی تصنیف ''اصول انتقادِ ادبیات'' میں لکھتے ہیں:

'' ۱۔ قدیم تذکروں میں انتقادی اشارے بھی ہیں اور انتقاد بھی۔

۲۔ انتقاد ہو یا انتقادی اشارات، پڑھنے والے کو بہر حال، معانی، بیان، بدیع عروض اور علم قافیہ سے آگاہی حاصل کئے بغیر تذکروں کے مطالعے سے چنداں فائدہ نہ ہو گا۔

۳۔ جن کلمات کو محض عبارت آرائی تصور کیا جاتا ہے وہ اکثر و بیشتر اصطلاحات اور رموز و علامات سے عبارت ہیں۔"(۲۳)

اس بات کا خیال رہے کہ سید عابد علی عابدؔ نے اپنی کتاب "اصول انتقادِ ادبیات" میں "شورش" معنی پروری، متانت، نازک خیالی، شعور اور تذکروں میں مستعمل متعدد اصطلاحات کے صحیح مفہوم کے تعین کی کوشش کی ہے۔

نقدِ شعر کے جن الفاظ و اصولوں کو اشاروں کی شکل میں شعرا اپنے کلام و دیباچوں میں، غالبؔ اپنے خطوط میں اور تذکرہ نگاروں نے تذکروں میں استعمال میں لیا ہے در اصل وہ روایتی اصطلاحات نقد ہیں جن کی تفہیم و تعبیر کے بغیر اردو کی روایتی تنقید ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتی اس ذیل میں پروفیسر شارب ردولوی کی یہ تحریر ملاحظہ کیجیے:

" تذکرہ نگار جن الفاظ یا اصطلاحات کو استعمال کرتا ہے اس کا ایک وسیع پس منظر ہے اس لیے وہ سہ حرفی یا چہار حرفی لفظ یا چند لفظوں سے بنا ہوا جملہ صرف وہی معنی نہیں دیتا جو اس لفظ کے ظاہر یا لغوی معنی ہیں بلکہ وہ اپنے پورے سیاق کی ترسیل کرتا ہے اس لیے وہ رائیں جو چند لفظوں کے استعمال کی وجہ سے مختصر نظر آتی ہیں۔ اتنی مختصر بھی نہیں ہیں مثلاً جدید اصطلاحات میں اگر یہ کہا جائے کہ غالبؔ کے یہاں تفکر ہے، انیسؔ کے کلام میں بلاغت ہے، فانیؔ قنوطی شاعر تھے، فیضؔ کی عظمت ان کے نظریۂ حیات میں پوشیدہ ہے، فراقؔ احساسِ جمال کے شاعر ہیں، وغیرہ وغیرہ تو ہر جملہ اس شخص کے بارے میں ایک تنقیدی نظریہ اور رجحان کو پیش کرتا ہے اور اپنے اختصار کے باوجود اس شاعر کے فن کو سمجھنے میں رہنمائی کرتا ہے۔ اس لیے کہ آج تفکر، بلاغت، قنوطی، نظریۂ حیات، احساس جمال وغیرہ صرف معمولی ہی نہیں بلکہ پوری ایک فکر، نظریے اور تنقیدی رویے کی نشاندہی کرتے ہیں اس طرح تذکروں میں استعمال کیے جانے والے الفاظ کو بھی دیکھنا ہو گا۔"(۲۴)

شارب ردولوی کی اس تحریر سے اردو تنقید کی ابتدا سے ارتقا کے سفر میں نقدِ شعر کی اصطلاحات اپنی تاریخی حیثیت رکھتی ہیں جن کی روشنی میں شعر کے محاسن و معائب کے علاوہ شاعر کی انفرادی خوبی کو ایک یا چند الفاظ میں ادا کیا جا سکتا ہے۔

بعض نقادوں کا یہ ماننا ہے کہ قدیم مشرقی تنقید کے اصول روایتی تنقید سے ہی تعلق رکھتے ہیں جن کا ذکر تذکروں اور اس طرز کی دیگر تحریروں میں ہوا ہے۔ جدید دور میں ان اصطلاحات کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن جدید نقاد شمس الرحمٰن فاروقی نے تذکروں اور داستانوں کی اصطلاحات کو نہ صرف مرتب کیا بلکہ کلاسیکی شاعری اور داستانوں کی شعریات بھی مرتب کی۔ کلاسیکی شاعری کی شعریات یعنی نقد شعر کی نظری اور عملی تنقید سے وابستہ اصولوں اور اصطلاحات سے نہ صرف بحث کی بلکہ ان کی عملی مثالیں بھی پیش کیں۔ شمس الرحمٰن فاوقی نے اردو کلاسک شاعری کے منتخب اشعار، دیباچوں، تقریظوں، غالبؔ کے خطوط اور تذکروں میں موجود تنقیدی اشاروں / الفاظ / اصطلاحات کو اپنی تصانیف ''شعر شور انگیز''، '' اردو غزل کے اہم موڑ (ایہام، رعایت، مناسبت)''، '' عروض آہنگ اور بیان'' ، '' درسِ بلاغت'' اور '' تعبیر کی شرح'' میں عالمی پس منظر میں تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔

شمس الرحمٰن فاروقی ''شعر شور انگیز''میں مضمون آفرینی، معنی آفرینی، تصور کائنات، کیفیت، شور انگیزی، رعایت، ایہام، وزن، متن، معنی، بحر قافیہ، خیال بندی وغیرہ کا ذکر ساختیاتی تناظر میں کرتے ہیں اور ان کی عملی تنقید میرؔ کے کلام سے پیش کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں وہ ''اردو غزل کے اہم موڑ'' میں ایہام، رعایت اور مناسبت جیسی اصطلاحات کو موضوعِ بحث بناتے ہیں۔ شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنی دیگر تصنیف ''عروض آہنگ اور بیان'' میں ضلع جگت، تعقید، ایطا، حشو، تنافر وغیرہ اصطلاحات کی تعریف بیان کرنے کے ساتھ ایک مضمون ''کچھ عروضی اصطلاحات'' میں ابتدا، افاعیل، زحاف، رکن، وافی وغیرہ اصطلاحات کا تعارف بھی کرایا ہے۔ تذکروں میں موجود تنقیدی / اصطلاحات کو سمجھنے اور ان کی ادبی اہمیت جاننے کے لیے فاروقی کی عملی تنقید کی کچھ مثالیں پیش ہیں۔ ''رعایت'' کی مثال دیکھئے:

نہ جا انکھیاں میں آ مجھ دل میں اے شوخ
کہ نئیں خلوت میں دل کی خوف مردم

تو وہ ''مردم'' بہ معنی ''آنکھ کی پتلی'' اور ''مردم'' بہ معنی ''انسان'' کے ذریعے ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ انسان کا وجود کسی نہ کسی سطح پر آنکھ کا مرہونِ منت ہے۔ مثلاً کسی تصویر میں سے آنکھیں مٹا دیجئے اور دیکھ کیا بچتا ہے'' (۲۵)

شمس الرحمٰن فاروقی عملی تنقیدی نمونوں کے علاوہ اب مشرقی تنقیدی شعریات کی بنیادی اصطلاحات اور خالص ہندوستانی اصطلاحات کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''کلاسیکی غزل کی شعریات کے ارتقا کی پہلی اہم منزل یہ تھی کہ معنی اور مضمون کے درمیان فرق قائم ہوا جس کے باعث مضمون آفرینی کو مرکزی اہمیت حاصل ہوئی۔ پھر معنی آفرینی کی مہم میں ایہام، رعایت اور مناسبت کے تصورات کو بروئے کار لایا گیا۔''(۲۶)

فاروقی صاحب کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ معنی آفرینی اور مضمون آفرینی دونوں ہی نقدِ شعر کی اصطلاحات ہیں۔ جن کا ذکر تذکروں میں ''تلاشِ معنیِ تازہ'' اور ''شیفتگی معانی'' اور ''مضامینِ رنگین'' کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ بقول فاروقی:

(الف) ''غزل کی شعریات باقاعدہ طور پر مرتب نہیں ہوئی۔ تذکروں کی ورق گردانی سے اصطلاحات تو ہاتھ لگی ہیں لیکن ان کی تعریف اور ان اصطلاحوں کے پیچھے تصورات (Concepts) کی وضاحت نہیں ہوتی۔۔۔ انیسویں صدی کے اواخر میں مغربی تعلیم کے غلط اثر اور حالیؔ کی تحریروں کے ذریعے یہ خیال عام ہوا کہ غزل میں جذبات کو سیدھے اور آسان انداز میں بیان کیا جائے، یعنی معنی آفرینی، خیال بندی اور مضمون آفرینی کو تصنع، رعایت لفظی اور بے جان صنائع بدائع کا ہم رنگ سمجھ لیا گیا اور کیفیت اور شورش کو نیچرل شاعری کا ہم وزن قرار دیا گیا۔۔۔ غزل کی شعریات میں خلط مبحث اس وجہ سے پیدا ہوا کہ لوگ اس کی بنیادی اصطلاحوں کو بھول گئے۔''(۲۷)

(ب) ''اب جو اصطلاحیں مرغوب و مقبول ٹھریں وہ تھیں ''جذبے کی صداقت''، ''گہرائی''۔ ''تڑپ''، ''سوز و گداز''، ''خیال کی بلندی''، ''نزاکت''، ''محبت کی نرمی''، ''گھلاوٹ''، ''علوئے تخیل'' وغیرہ۔ کیا بہ لحاظ تصور (Concept) اور کیا بہ لحاظ نوع (Category) یہ اصطلاحیں توفیشن باہر اور بھلائی بھی جا چکی تھیں۔ نئی اصطلاحوں کے بارے میں گمان تھا کہ یہ مغربی مفکروں اور مشرقی تصورات دونوں سے مستفید ہیں، لہٰذا ان کا دور دور تک پھیلا، اور اب بھی کافی حد تک باقی ہے۔ مسعود حسن رضوی ادیب کی ''ہماری شاعری'' (اول طباعت ۱۹۲۸ء) اس صورت حال کو پوری طرح واضح کرتی ہے۔''(۲۸)

شمس الرحمٰن فاروقی کے ان دونوں اقتباسات کے تجزیے سے واضح ہے کہ ایک جانب معنی آفرینی اور مضمون آفرینی جیسی اصطلاحات ہیں تو دوسری جانب جذبے کی صداقت، سوزو گداز اور خیال کی بلندی وغیرہ کا استعمال کیا گیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ حالیؔ اور بعد کے نقادوں نے تنقید ادب میں مقصدیت کو سب سے زیادہ اہمیت دی چنانچہ اردو تنقید کی اصطلاحات تذکروں سے بدل کر نیچرل اور سچّی شاعری کی طرف مڑ گئیں۔

قدیم اردو تنقیدی کی اصطلاحات کے مفہوم کے تعین کی ضروت اور اہمیت پر زور دیتے ہوئے ابوالکلام قاسمی اپنا اظہار خیال کچھ اس انداز میں کرتے ہیں:

''تذکروں میں استعمال شدہ ہزار ہا الفاظ، اصطلاحیں، اور صنعتوں کے نام ایسے ہیں جن کی معانی و مفاہیم کے تعین کی ضرورت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ الگ سے کسی تحقیق کا موضوع ہو سکتا ہے۔ تاہم بعض محققوں اوور نقادوں نے تذکروں کی اصطلاحات کی تفہیم و تعبیر کی جو کوششیں اب تک کی ہیں، ان سے یہ اندازہ ضرور لگایا جاسکتا ہے کہ یہ اصطلاحات صرف تراکیب لفظی اور حسن بیان کا نمونہ نہیں۔ مشرقی شعریات سے ان کا بہت گہرا تعلق ہے۔''(۲۹)

پروفیسر ابواکلام قاسمی کے تحقیق کے موضوع یعنی تذکروں کی اصطلاحات کو باقاعدہ طور پر مرتب کرنے کا کام ضمنی طور پر ظہیر رحمتیؔ کر چکے ہیں۔ ظہیر رحمتیؔ نے اپنے تحقیقی مقالہ ''غزل کی تنقیدی اصطلاحات'' میں تذکروں کی بیشتر اصطلاحات کو جگہ دی اور تفصیل کے ساتھ ان کی تفہیم و تعبیر بھی کی ہے۔

یہ بھی خیال رہے کہ گزشتہ سطور میں غالبؔ کے حوالے سے ''داستان'' کی تنقیدی شعریات کا اہم جزو ''لطف بیان'' کا ذکر کیا گیا تھا۔ اس حوالے سے ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ شمس الرحمٰن فارقی نے داستانِ امیر حمزہ کی ۴۶ جلدوں کا تنقیدی مطالعہ اپنی کتاب ''ساحری، شاہی، صاحبِ قرآنی''میں پیش کیا اور ہمارے افسانوی ادب کی اہم صنف داستان کی شعریات بھی مرتب کی۔

اس تمام گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ قدیم مشرقی تنقید میں اصول نقد کی اصطلاحات علم معانی، بیان، بدیع و عروض سے وابستہ ہیں۔ جن کو شعراء کے منتخبہ اشعار، تذکروں اور اس طرح کی دیگر تحریروں میں بطو اشاراتی الفاظ کے تحریر کیا گیا ہے۔ روایتی اردو تنقید میں نقدِ شعر کے علاوہ فرہنگ و لغت، اردو قواعد اور داستان کی تنقیدی اصطلاحات منتشر ہیں۔ انھیں یکجا کرنا ضروری ہے۔ اور ان ہی تنقیدی تصورات پر جدید تنقید کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

حوالاجات:

1- اردو کا ابتدائی زمانہ از شمس الرحمٰن فاروقی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۲۰۱۱ء، ص:۶۵

2- اردو کا ابتدائی زمانہ از شمس الرحمٰن فاروقی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۲۰۱۱ء، ص:۷۸

3- مثنوی قطب مشتری مرتب ڈاکٹر مولوی عبد الحق، انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی، ۲۰۱۸ء، ص: ۱۴-۱۵

4- اردو تنقید کی تاریخ، از ڈاکٹر مسیح الزماں، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۳ء، ص: ۴۸-۴۹

5- اردو تنقید کی تاریخ، از ڈاکٹر مسیح الزماں، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۳ء، ص:۶۷-۶۸

6- بحوالہ تاریخِ ادب اردو (جلد دوم)، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۲۰۱۳ء، ص: ۶۱۷

7- بحوالہ تاریخِ ادب اردو (جلد دوم)، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۲۰۱۳ء، ص: ۶۲۷

8- بحوالہ اردو تنقید کی تاریخ از ڈاکٹر مسیح الزماں، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۳، ص:۱۸۳

9- بحوالہ اردو تنقید کی تاریخ از ڈاکٹر مسیح الزماں، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۳، ص:۱۸۴

10- بحوالہ اردو تنقید کی تاریخ از ڈاکٹر مسیح الزماں، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۳، ص:۱۸۶

11- بحوالہ اردو تنقید کی تاریخ از ڈاکٹر مسیح الزماں، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۳، ص:۱۸۴

12- تاریخِ ادب اردو، (جلد چہارم) مرتب جمیل جالبی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۲۰۱۳ء، ص:۱۹۲

13- مضمون ادبیات اور اصول نقد از نیاز فتح پوری، مشمولہ اردو نثر کا فنی ارتقاء مرتب ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۱۳ء، ص:۲۴۹

14- مضمون معیار سخن خود شعراء کے نقطۂ نظر سے از ابولیث صدیقی، مشمولہ رسالہ نگار، فروری-مارچ ۱۹۴۶ء، ص:۶۸-rekhta.org

15- جدید اردو تنقید اصول نظریات از شارب ردولوی، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ص:۱۵۶-۱۵۷

16- تذکرہ نکات الشعراء از میر تقی میرؔ، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۱۹۸۴ء، ص:۸۵

17- بحوالہ شعرائے اردو کے تذکرے مرتب حنیف نقوی، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۱۹۹۸ء، ص: ۲۳۰

18- بحوالہ شعرائے اردو کے تذکرے مرتب حنیف نقوی، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ،۱۹۹۸ء، ص: ۲۴۵

19- بحوالہ شعرائے اردو کے تذکرے مرتب حنیف نقوی، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ،۱۹۹۸ء، ص: ۲۶۳

20- بحوالہ شعرائے اردو کے تذکرے مرتب حنیف نقوی، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ،۱۹۹۸ء، ص: ۳۱۵

21- بحوالہ شعرائے اردو کے تذکرے مرتب حنیف نقوی، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ،۱۹۹۸ء، ص: ۵۴۳

22- بحوالہ مشرقی شعریات اور اردو تنقید کی روایت از ابوالکلام قاسمی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی،۲۰۱۷ء، ص:۱۴۶

23- بحوالہ مشرقی شعریات اور اردو تنقید کی روایت از ابوالکلام قاسمی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی،۲۰۱۷ء، ص:۱۴۸

24- جدید اردو تنقید اصول نظریات از شارب ردولوی، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ص:۱۵۶-۱۵۷

25- تعبیر کی شرح از شمس الرحمٰن فاروقی مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی،۲۰۰۶ء، ص:۱۲

26- تعبیر کی شرح از شمس الرحمٰن فاروقی مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی،۲۰۰۶ء، ص:۱۱

27- اردو غزل کی روایت اور فراقؔ: پس نوشت، رسالہ شب خون،۱۳۵، ص:۳۰

28- اردو غزل کی روایت اور فراقؔ: پس نوشت، رسالہ شب خون،۱۳۵، ص:۳۱

29- مشرقی شعریات اور اردو تنقید کی روایت از ابوالکلام قاسمی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۱۷ء، ص: ۱۷۶

تنقیدی اصطلاحات کا عہد بہ عہد ارتقاء

انیسویں صدی کے اواخر میں استعماری اثرات اردو ادب پر بھی واقع ہوئے اور انگریزی ادب سے اردو ادب کی شمع روشن کرنے والوں میں محمد حسین آزادؔ کو تقدم حاصل ہے۔ انہوں نے ۱۸۶۹ میں اپنے ایک لکچر ''نظم اور کلام موزوں کے باب میں خیالات'' کی ابتدا میں میں شعر کی ماہیت، شاعر کی حیثیت اور شاعر کے تخلیقی عمل سے متعلق گفتگو کی ہے۔ شعر اور شاعر پر گفتگو کرتے ہیں تو'' تخیل اور تصور ''جیسی اصطلاحات ہمارے سامنے آتی ہیں مثلاً اس اقتباس پر غور فرمایئے:

''فی الحقیقت شعر ایک پرتو روح القدس کا اور فیضان رحمت الٰہی کا ہے کہ اہلِ دل کی طبیعت پر نزول کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ظاہراً اپنے کلبہ احزان میں پڑا رہتا ہے مگر تمام عالم میں اس طرح حکومت کرتا ہے جیسے کوئی صاحب خانہ اپنے گھر میں پھرتا ہے۔ پانی میں مچھلی اور آگ میں سمندر ہو جاتا ہے۔ ہوا میں طائر بلکہ آسمان پر فرشتہ کی طرح نکل جاتا ہے۔ جہاں کے مضامین چاہتا ہے بے تکلف لیتا ہے اور بہ تصرف مالکانہ اپنے کام میں لاتا ہے۔ زہے سعادت اس کی جسے ایسے ملک معنی کی سلطنت نصیب ہو۔''(۱)

مذکورہ بالا اقتباس میں آزادؔ نے بالواسطہ طریقے سے شاعر کے تخیل اور تصور پر بات کی ہے۔ مضمون ''نظم اور کلام موزوں کے باب میں خیالات'' میں آزاد نے جو اصطلاحات استعمال میں لی ہیں ان کا ذکر ابوالکلام قاسمی نے اس طرح کیا ہے:

''وہ تخیل، تصور یا واہمہ کی اصطلاحات کا استعمال نہیں کرتے مگر شاعرانہ قدرت کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ گویا وہ ان اصطلاحات کی مدد کے بغیر اپنی بات لوگوں تک پہنچانا چاہتے ہیں۔''(۲)

اس کے بعد آزادؔ کی دوسری تصنیف "آب حیات" میں بھی مشرقی تنقیدی اصطلاحات دستیاب ہوتی ہیں جن کی مدد سے آزادؔ نے شعرائے اردو کے کلام پر تنقید کی ہے مثلاً ناسخؔ کی غزلوں کا موازنہ بعض فارسی شعراء سے کرتے ہوئے آزادؔ ناسخؔ کی شعری خصوصیات کو اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"غزلوں میں شوکت الفاظ، بلند پروازی، اور نازک خیالی بہت ہے اور تاثیر کم، کلیم صائب کی تشبیہ و تمثیل کو اپنی صنعت میں ترتیب دے کر ایسی دست کاری اور میناکاری فرمائی کہ بعض موقع پر بیدلؔ اور ناصر علیؔ کی حد میں جاپڑے اور اردو میں وہ اس سے صاحب طرز قرار پائے۔ انہیں ناسخؔ کہنا بجا ہے۔ کیوں کہ طرز قدیم کو نسخ کیا ہے۔"(۳)

ایک جگہ میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ کی شاعرانہ خصوصیات کے بیان میں ساری اصطلاحات فارسی تنقید سے مستعار لی ہیں جو اردو تنقید میں رائج ہیں۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"دونوں باکمالوں کی خصوصیات مختصر طور پر یوں بیان کی جاسکتی ہیں کہ میر انیسؔ صفائیِ کلام، حسنِ بیان اور لطف محاورہ میں بے مثل ہیں۔ کلام سہل ممتنع ہے۔ اصول فن بزرگوں سے حاصل کیے ہیں۔ کم گو ہیں، پڑھنے میں جواب نہیں رکھتے۔ مرزا دبیرؔ، شوکت الفاظ، بلند پروازی اور تازگی مضامین کے بادشاہ ہیں۔ یہ آیتیں اور حدیثیں خوب نظر کرتے ہیں، نہایت پر گو ہیں۔"(۴)

ان دونوں اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ آزادؔ نے اپنی کتاب "آب حیات" میں وہی اصطلاحات استعمال میں لی ہیں جو فارسی اور عربی کے علمائے نقد کے تتبع میں اردو تذکرہ نگاروں نے اپنے تذکروں میں استعمال میں لی ہیں مثلاً شوکت الفاظ، بلند پروازی، نازک خیالی، پُر گوئی، تازگی، حسنِ بیان، صفائی کلام، سہل ممتنع، لطف انگیزی اور تاثیر وغیرہ۔ یہ سبھی لفظیات اور اصطلاحات مشرقی شعریات کا حصہ رہی ہیں۔

"آب حیات" کے علاوہ بھی ان کی دوسری کتاب "سخندانِ فارس" میں آزادؔ نے مذکورہ اصطلاحات و لفظیات کو استعمال میں لیا ہے۔ فردوسیؔ کے فن پر اظہار خیال کرتے ہوئے آزادؔ رقم طراز ہیں:

"صاف نظر آرہا ہے کہ روانیٔ بیان، شستگی زبان، نشست الفاظ، چستی بندش اور ادائے مطلب کا اسلوب جو فردوسی کے کلام میں ہے، وہ قدرتی جوہر ہے...... اس کی انشاء پردازی، استعاروں سے رنگینی اور صنعتوں سے میناکاری

نہیں مانگتی۔ صاف صاف شعر، سادہ سادہ لفظ، محاورے کی باتیں، سلیس زبان، قدرتی نہر میں چشمۂ خداداد کا پانی بہتا چلا جاتا ہے۔"(۵)

"سخندان فارس" کے اس اقتباس میں بھی آزادؔ نے مشرقی تنقید کے اصول، اشارات اور اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ حالانکہ آزادؔ کے تنقیدی خیالات منتشر ہیں انھوں نے حالیؔ اور شبلیؔ کی طرح اصطلاحات کو وضاحت کے ساتھ پیش نہیں کیا پھر بھی ان کی تنقید کو تذکروں اور جدید تنقید کے بیچ کی کڑی کہا جاسکتا ہے۔

"آب حیات" کے بعد اردو تنقید کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ یہ دور تبدیلی کا دور تھا۔ نو آبادیات کے زیر اثر اردو کے ادیب، شاعر اور نقاد مغربی ادب اور تصورات سے روشناس ہوئے۔ اردو تنقید پر مغربی اثرات کے باعث ادب میں جو خیالات اور تصورات آئے ان کے توسط سے مغربی تنقیدی اصطلاحات بھی اردو میں رائج ہوئیں۔ ان اصطلاحات کے اردو متبادل وضع کرنے، ان کی تشریح اور تفہیم کی طرف بطور خاص توجہ کی گئی۔

اردو میں ادبی تنقید کا آغاز باقاعدہ طور پر حالیؔ سے ہوتا ہے۔ حالیؔ سے پہلے کی ادبی تنقید اصول و نظریات کی شیرازہ بندی سے دور تھی اور بڑی حد تک ذوقی اور رسمی رایوں اور اصولوں پر ان کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ حالیؔ نے مغربی ادب کے زیر اثر جدید اردو تنقید کا منشور "مقدمۂ شعر و شاعری" کی شکل میں تیار کیا۔ حالیؔ نے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، پہلا حصّہ نظری تنقید اور دوسرا عملی تنقید ہے۔ پہلے حصہ میں حالیؔ شعر و شاعر کی خوبیوں پر بحث کرتے ہیں۔ اس میں حالیؔ نے شاعری کے لیے تین خوبیاں بیان کی ہیں، سادگی، اصلیت اور جوش۔ اچھی شاعری کے لیے یہ تینوں اصطلاحات حالیؔ نے ملٹن کے ایک مضمون Of education اخذ کی ہیں۔

"Poetry is simple, sensuous and passionate" (۶)

یہاں تک ان تینوں شرطوں کی شرح جن کو 'ملٹن' نے شعر کے لیے ضروری قرار دیا ہے یعنی سادگی، اصلیت اور جوش ہمارے نزدیک بقدر ضرورت بیان ہوگئی ہے۔"(۷)

حالیؔ نے یہ خیال ۱۸۱۸ کے کالرج کے لیکچر کی وساطت سے ملٹن کے شعری نظریات کو اردو میں رائج کیا۔ حالیؔ نے Simple اور Passionate کا اردو ترجمہ تو قریب قریب صحیح کیا مگر Sensuous کا ترجمہ "احتساسی" یا 'حسی' وغیرہ نہ کرکے 'اصلیت' کر دیا۔ حالیؔ کی اس فروگذاشت کا ذکر ان کے بیشتر ناقدین نے کیا ہے۔ ممتاز حسین

نے ” حالیؔ کے شعری نظریات: ایک تنقیدی مطالعہ “میں Sensuous کا مفہوم تشبیہ واستعارے سے پیدا ہونے والے محسوسات کے طور پر بیان کیا ہے گویا انھوں نے اسے حسی بتایا ہے۔

حالیؔ شاعر کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے تین اصطلاحات کا استعمال کرتے ہیں، ’تخیل‘، ’کائنات کا مطالعہ‘ اور ’تفحصِ الفاظ‘۔ حالیؔ نے تخیل کی تعریف میں کالرج کی کتاب Biographia Literaria سے استفادہ کیا ہے۔

”کولرج ہندوستان میں اس وقت مشہور نہ تھا۔ اگرچہ اس کی Biographia Literaria میں سے ایک فقرے کا نصف حالیؔ نے لے لیا ہے۔“(۸)

ان اصطلاحات کے علاوہ حالیؔ نے نیچرل شاعری کی اصطلاح کی تشریح بھی اپنے مقدمے میں کی ہے۔ مشرقی تنقید کی اصطلاحات مثلاً ”آمد، آورد‘ اکتسابی شاعری، وہبی شاعری، ناٹک، غزل، قصیدہ، مرثیہ اور مثنوی وغیرہ کا ذکر بھی انھوں نے مقدمہ کے دوسرے حصّے میں تفصیل سے کیا ہے۔

حالیؔ کے بعد امداد امام اثرؔ نے مغربی تنقید سے فیض اٹھایا اور تنقید کی انگریزی اصطلاحات کو اردو متبادلات وضع کیے۔ انہوں نے اپنی کتاب ” کاشف الحقائق “میں انگریزی تنقید کی چند اصطلاحات کے اردو مترادفات لکھے جو اردو تنقید میں پہلے رائج نہیں تھے مثلاً خارجیت و داخلیت، تبیعت فطرت اور کرٹسزم وغیرہ۔ Objective کے لیے انھوں نے خارجیت اور Subjective کے لیے داخلیت کی اصطلاح استعمال کی۔ وہ لکھتے ہیں:

”شاعری دو قسم پر تقسیم پاتی ہے۔ یعنی شاعری متعلق عالم خارج جسے بزبانِ انگریزی آبجیکٹو Objective کہتے ہیں اور شاعری متعلق بعالم ذہن جسے بزبان انگریزی سبجیکٹو Subjective کہتے ہیں۔ اول قسم کی شاعری جس کا نام راقم خارج رکھتا ہے۔ ایسے بیانات پر مشتمل ہوتی ہے جن سے عالم فی الخارج کے معاملات پیش نظر ہو جاتے ہیں۔............ دوسری قسم کی شاعری جس کو راقم داخلی پر موسوم کرتا ہے، تمام تر ایسے مضامین سے متعلق ہوتی ہیں جس کو سراسر امور ذہنیہ سے سروکار رہتا ہے۔ یہ شاعری انسان کے قوائے داخلیہ اور واردات قلبیہ کی کیفیتوں کی مصوری ہے اس رنگ کے بھی ممتاز شعراء یورپ اور ایشیا میں گزرے ہیں۔“(۹)

امداد امام اثرؔ ہی پہلے نقاد ہیں جنھوں نے تنقید کے لیے کرٹسزم کا لفظ استعمال میں لیا اور اس کے خاص مفہوم سے ہمیں واقفیت بہم پہنچائی بلکہ یہ بھی بتایا کہ یہ فن فارسی اور اردو میں رواج میں نہیں ہے۔

"وہ فن جسے انگریزی میں کری ٹی سیزم (Criticism) کہتے ہیں۔ فارسی اور اردو میں نہیں مروج ہے۔ یہ وہ فن ہے جو سخن سنجوں کی کیفیت کلام سے بحث رکھتا ہے۔"(۱۰)

امداد امام اثرؔ کی تنقید کی اہم اصطلاح تبعیت فطرت ہے۔ اس اصطلاح کو اثرؔ نے خارجی اور داخلی دونوں طرح کی شاعری کے لیے لازم بتایا ہے۔ اس کے متعلق ناصر عبّاس نیّر لکھتے ہیں:

"اثرؔ جب "تبعیت فطرت" کو اصول بنالیتے ہیں تو از خود وہ شاعری کم رتبہ قرار پاتی ہے، جس میں شوکت لفظی، غیر ضروری مبالغہ اور محض رعایت لفظی ہو۔ اثرؔ نے اپنی علمی تنقید میں اس وضع کی شاعری (بعض عربی قصائد، فارسی غزلیات، ذوق وناسخ کی شاعری) کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ کوئی شاعر "تبعیت فطرت" کے اصول پر عمل پیرا ہے یا نہیں؟ اثرؔ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ سخن فہم (نقاد) کے لیے لازم ہے کہ وہ شاعر سے زیادہ عالم درونی وبیرونی کا علم رکھتا ہو اور یہ علم میکانکی نوعیت کا محض معلومات کا انبار نہ ہو، بلکہ ایک ایسی ترتیب و نظم کے تحت حاصل کیا جائے کہ یہ سخن فہم کو 'حکیمانہ نظر" سے سرفراز کر سکے۔ یعنی علم نظر میں بدل جائے۔"(۱۱)

حالیؔ کے معاصر اور سرسید کے رفیق شبلیؔ نعمانی نے موازنۂ انیسؔ و دبیرؔ اور شعر العجم کتابیں لکھ کر تنقید میں موازنے کی بنیاد رکھی۔ ان دونوں کتابوں میں اول الذکر عملی تنقید اور آخر الذکر نظری تنقید کی مثال ہے۔

موازنے میں شبلیؔ نے ادبی تنقید کی جو بحث کی ہے اس میں مشرقی اصولِ نقد جیسے فصاحت کی باریکیاں، علم معانی اور بلاغت کی اصطلاحات استعمال میں لی گئی ہیں۔

موازنۂ انیسؔ و دبیرؔ میں شبلیؔ، انیسؔ و دبیرؔ کے مرثیوں کا تقابل علم بدیع اور علم معانی کی روشنی میں کرتے ہیں اور شعری تنقید کے لیے علم بدیع و بیان کی اصطلاحات ہی استعمال میں لیتے ہیں۔ جبکہ "شعر العجم" کے چوتھے حصّہ میں شبلیؔ نعمانی شاعری کے نظری اصولوں سے بحث کرتے ہیں اور ان میں محاکات، مصوری، واقعہ نگاری، لفظ و معنیٰ، شعر، حسنِ الفاظ، واقعیت اور اصلیت تخیل، جدت ادا، جیسی مشرقی تنقیدی اصطلاحات کو بیان کرتے ہیں۔ محاکات کی تعریف شبلیؔ اس طرح بیان کرتے ہیں:

”محاکات کے معنیٰ کسی چیز یا کسی حالت کا اس طرح ادا کرنا ہے کہ اس شے کی تصویر آنکھوں میں پھر جائے۔“(۱۲)

شبلیؔ کا انتقادی عمل مشرقی شعریات پر مبنی ہے اور مشرقی شعریات کے مضمرات و مشمولات سے ماخوذ ہے۔ تمام تر رموز و نکات اور اصطلاحات عربی اور فارسی کی وضع کردہ ہیں۔ شبلیؔ نے قدیم تنقیدی سرمائے کے علاوہ جدید تنقیدی اصولوں سے بھی استفادہ کیا ہے اگرچہ یہ استفادہ بلاواسطہ ہے۔

حالانکہ آزادؔ، حالیؔ اور شبلیؔ تینوں نے ہی مجموعی طور پر جدید اردو تنقید کی بنیاد رکھی اور تنقید کو صحیح اور مدلل طریقے سے پیش کیا۔ یہ تینوں ہی سرسید تحریک سے وابستہ تھے، اور سرسید تحریک کا جو تنقیدی نظریہ تھا اس میں شاعری نیچرل ہو، مضمون کی ادائیگی صاف اور سیدھے طریقے سے ہو، رنگین عبارت سے پرہیز کیا جائے اور ادائیگیِ مضمون پر زور دیا گیا ہے۔ جس نیچرل شاعری کا ذکر آزادؔ اور حالیؔ نے اپنی تحریروں میں کیا ہے اردو میں یہ اصطلاح سرسید نے ہی استعمال میں لی تھی۔ بقول سید عبداللہ:

”سرسید نے عام ادب کی طرح تنقید میں بھی نیچرل عنصر کا اصول قائم کیا۔ ان کے نزدیک اعلیٰ ادب کو نیچرل ہونا چاہئے۔ اور نیچرل سے مراد یہ ہے کہ وہ مصنف کی نیچر کے قدرتی اور بے ساختہ بہاؤ کے مطابق ہو اس کے مضامین قانونِ قدرت اور عام طبائع انسانی کے مطابق ہوں۔“(۱۳)

سرسید کا اصل تنقیدی تصور ادائیگیِ مضمون تھا۔ جس میں صداقت، تاثیر اور نیچر ہو، نیز ادب افادی اور مقصد کے تحت لکھا گیا ہو۔ سرسید ایک جگہ لکھتے ہیں:

”جہاں تک ہم سے ہو سکا، ہم نے اردو زبان کی علم و ادب کی ترقی میں اپنے ناچیز پرچوں کے ذریعے سے کوشش کی۔ (۱) مضمون کی ادا کا ایک سیدھا اور صاف طریقہ اختیار کیا۔ (۲) رنگین عبارت سے جو تشبیہات اور استعاراتِ خیالی سے بھری ہوئی ہے اور جس کی شوکت صرف لفظوں ہی لفظوں میں رہتی ہے اور دل پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا، پرہیز کیا (۳) اس میں کوشش کی کہ جو کچھ لطف ہو مضمون کے ادا میں ہو۔ (۴) جو اپنے دل میں ہو، وہی دوسرے کے دل میں پڑے تاکہ دل سے نکلے اور دل میں بیٹھے۔“(۱۴)

سر سید سے پہلے شاعری میں سادگی، اصلیت اور مقصدیت کی طرف بحث کی گئی تھی مگر اردو نثر میں سر سید پہلے شخص تھے جنھوں نے نثر میں ادائیگیِ مضمون، مقصدیت اور اخلاقیت، نیچر پر زور دیا اوران اصطلاحات کو تنقید میں برتا۔

سر سید تحریک سے وابستہ مہدی حسن افادی نے بھی متعدد مغربی اصطلاحات کو اردو میں وضع کیا۔ تنقید کے لیے پہلے نقد لفظ استعمال میں لیا جاتا تھا۔ مگر مہدی حسن افادی پہلے نقاد تھے جنھوں نے تنقید کے لیے ''تنقید'' کی اصطلاح استعمال میں لی یعنی ''وہ مہدی حسن افادی ہیں جنھوں نے پہلی بار لفظ تنقید بطور اصطلاح استعمال کیا ہے۔''(۱۵)

مہدی حسن افادی کے بعد وحید الدین سلیم نے اردو ادب میں اصطلاحات سازی کا مایہ ناز کام کیا۔ اصطلاحات سازی پر ان کی مستقل کتاب ''وضع اصطلاحات'' ہے۔ اس کتاب میں وحید الدین سلیم نے اردو میں علمی اورادبی اصطلاحات وضع کرنے کے متعلق مسائل کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور اس سلسلے میں اردو کی لسانی خصوصیات سے بحث کی ہے، اور اردو اصطلاح بنانے میں جس طرح مرکب توضیح، مرکب امتزاجی اور بے شمار سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے ہزاروں لفظ اور اصطلاحات بنائی جاسکتی ہیں، اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

سر سید تحریک کے ادیبوں نے انگریزی ادب کی فکر، اسلوب، اصناف، تنقیدی نظریے اور تنقیدی اصطلاحات وغیرہ کو اردوادب میں رائج کرنے کی پہل کی جسے بعد میں فروغ اور ترقی ملی۔ جس طرح اردو ادب میں انگریزی ادب سے بہت سی اصناف اور تنقیدی اسالیب آئے اسی طرح تنقیدی اصطلاحات بھی اردو میں من وعن رائج ہوئیں جن میں سے کچھ اصطلاحات اتنی بوجھل تھیں کہ ان کو اسی شکل میں اختیار کیا گیا۔

سر سید تحریک کے آغاز سے ہی اردو ادب میں مغربی ادب کے رجحانات اور اثرات شامل ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اور ساتھ ہی مغربی ادب میں شروع ہونے والی نئی تحریکوں، رجحانوں اور اسالیب کو اردو ادب میں جگہ ملنا شروع ہوئی۔ مغربی ادب کی جن تحریکوں کا اثر اردو ادب ونقد پر پڑا ان میں رومانی تحریک، ترقی پسند تحریک، جدیدیت اور مابعد جدیدیت شامل ہیں۔ رومانی ادبی تنقید کی اصطلاحات میں انانیت، انفرادیت اورانتہا پسندی وغیرہ شامل ہیں۔

”رومانوی ادیب نے کلاسیکیت کے توازن اور میانہ روی کے برعکس انتہا پسندی اور جذبات کی فراوانی پر زور دیا۔“ (١٦)

اس کے بعد ترقی پسند تحریک ١٩٣٦ میں شروع ہوئی جس کا مقصد ادب برائے زندگی تھا۔ اس تحریک نے اردو تنقید کو خاصہ متاثر کیا اور زندگی اور سماج سے تعلق رکھنے والی اصطلاحات کو تنقید میں شامل کیا مثلاً طبقاتی کشمکش، حقیقت پسندی، رجعت پسندی، سیاسی قدر، ذوق حسن، اجتماعی لاشعور، سرمایہ داری، اجتماعیت، جدلیاتی مادیت، بورژوا، پرولتاریہ، سائنٹفک بنیاد وغیرہ۔

یہ اصطلاحات مغربی تنقیدی اصطلاحات کا ترجمہ ہیں مگر ان میں سے کچھ اصطلاحات کا آج بھی اردو تنقید میں کوئی بدل نہیں جیسے بورژوا اور پرولتاریہ۔ مارکسی تنقید سے متعلق قمر رئیس اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

”مارکسی تنقید کی ایک کمزوری بعض سماجی، معاشی اور فلسفیانہ اصطلاحوں کی تکرار رہے جن میں سے اکثر نے کلیدی حیثیت اختیار کرلی ہے اور وہ ابلاغ سے تقریباً عاری ہوگئی ہیں۔ اس لیے تنقیدی اظہارات کی اختراع ضروری ہوگئی ہے۔“ (١٧)

مارکسی ادب و نقد میں ادب برائے سماج کے بعد ادیب کی انفرادیت اور آزادی سے متعلق سوال اٹھے اور ہیئت پسندی اور موضوعیت کو ترک کر کے ادیب کی انفرادی شخصیت اور جذبات کو ترجیح دی گئی۔ جدیدیت کو قاری سے رابطہ سے زیادہ تخلیق کار کے تخلیقی شعور کی سچائی پر اصرار ہے۔ مغربی ادب میں یہ تحریک بہت پہلے ہی شروع ہوچکی تھی مگر اردو میں ١٩٦٠ ء کے قریب شروع ہوئی۔ جیسے جیسے جدید ادب لکھا جانے لگا اسی کے ساتھ ساتھ جدید تنقید میں مغربی ادب سے لی گئی اصطلاحات بھی رائج ہونے لگیں۔ جدید ادب اور تنقید سے متعلق اصطلاحات کا ذکر ابوالکلام قاسمی اس طرح کرتے ہیں:

”جدیدیت کے زیر اثر ہمارے ادب میں اشاریت اور علامت پسندی کی تہہ داری کی وکالت کی گئی۔ ادب کو جانچنے اور پرکھنے کے لیے غیر ادبی معیاروں سے اجتناب برتا گیا، اور چونکہ جدید موضوعات کے ساتھ جدیدیت نے نئے اسالیب کا بھی تقاضہ کیا اس لیے تجربہ پسندی کو جدیدیت میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہوگئی۔ لیکن فکری طور پر اگر کوئی نقطۂ نظر یا فلسفیانہ پس منظر جدیدیت میں موجود رہا تو وہ وجودی فکر کا پس منظر تھا۔ وجودیت کے علاوہ

بیسویں صدی کے اوائل تک نمایاں ہونے والے فکری اور فنی رویوں میں ماورائے حقیقت نگاری، پیکر تراشی، مکعبیت اور علامت نگاری جیسے رجحانات سے بھی جدیدیت نے خاطر خواہ استفادہ کیا۔" (۱۸)

ابوالکلام قاسمی کے اس مضمون سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جدیدیت اور جدید تنقید میں استعمال ہونے والی اصطلاحات، اشاریت، علامت پسندی، وجودیت، پیکر تراشی، حقیقت پسندی اور استعارہ سازی وغیرہ ہیں۔ جدید تنقید کی اصطلاحوں میں اضافہ کرتے ہوئے سائنٹفک نقاد آل احمد سرور اپنی کتاب "تنقید کیا ہے؟" میں لکھتے ہیں:

"جدید تنقید نے خارجیت، واقعیت، سماجی شعور، تمدنی تنقید جیسی اصطلاحوں تک رہنمائی کی ہے۔" (۱۹)

اس طرح جدید تنقید نے جدید ادب میں استعمال ہونے والی مغربی تنقید کی اصطلاحات کو اردو ترجمہ کے ساتھ من و عن قبول کیا۔ مغربی تنقید کے زیر اثر جدیدیت کے ساتھ ساتھ مختلف تنقیدی اسالیب اور ان سے وابستہ اصطلاحیں اردو تنقید میں شامل ہونے لگیں۔ اردو تنقید کے اسالیب میں نئی تنقید، متنی تنقید، تشریحی تنقید، تقابلی تنقید، تاریخی اور نو تاریخی تنقید، سائنٹفک تنقید، نفسیاتی تنقید، تاثراتی تنقید، عمرانی تنقید، جمالیاتی تنقید، اسلوبیاتی تنقید، ساختیات تنقید، پس ساختیاتی تنقید اور مابعد جدید تنقید وغیرہ نے اپنے اپنے طور پر اردو کے تنقیدی اصطلاحات کے سرمائے میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے۔ اردو میں متنی تنقید کو رائج کرنے والے خلیق انجم ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "متنی تنقید" کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ:

"میں نے اس فن کے لیے انگریزی اصطلاح Textual Criticism کا ترجمہ متنی تنقید کیا ہے اور پھر اس سے متن 'متنی نقاد' تنقیدی اڈیشن جیسی اصطلاحیں وضع کی ہیں۔" (۲۰)

اس طرح متنی تنقید سے متعلق اصطلاحات جو اردو تنقید میں متداول ہیں مثلاً بیاض، فرہنگ، متن، مقدمے، سرقہ، توارد، حواشی، متن تنقید وغیرہ ہیں۔ اسلوبیاتی تنقید میں مستعمل اصطلاحات لسانیات سے تعلق رکھتی ہیں:

"اسلوبیاتی تنقید دراصل لسانیاتی مطالعہ ادب ہے۔ اس کا بنیادی تصور 'اسلوب' ہے۔ جس کی تشکیل ادب میں زبان کے مخصوص و منفرد استعمال سے عمل میں آتی ہے۔ زبان جو ادب کا ذریعۂ اظہار ہے لسانیات کا مواد

وموضوع بھی ہے، لہٰذا ادب اور لسانیات کے درمیان گہرے رشتے کا پایا جانا امرِ لازمی ہے۔ اسلوبیات ان دونوں کے درمیان پل کا کام کرتی ہے۔"(۲۱)

اسلوبیاتی تنقید میں استعمال ہونے والی تنقیدی اصطلاحات اسلوب، اسلوبی خصائص، لسانی زمانیات، صرفیات، پیش منظر Foregrounding وغیرہ ہیں۔ اردو میں اسلوبیاتی تنقید کی بنیاد مسعود حسن خاں نے رکھی۔

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے اسلوبیاتی تنقید میں ادب کا لسانیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تنقید کا ایک اسلوب لسانیاتی تنقید ہے جس میں "زبان کے تعمیری عناصر کے اظہار و بیان پر اثرات دکھائے جاتے ہیں۔"(۲۲)

لسانی تنقید سے متعلق اصطلاحات: لسانیات (Linguistics) ، صوتیات (Phonetics) ، زبان، صرف (Morphology) ، نحو (Syntax)، معنیات (Semantics)، پابند رکن (Close Syllable) کھلا ہوا / آزاد رکن (Open Syllable)، کمپیوٹر لسانیات، عروض (Prosody)، اور قطعات (Segments) وغیرہ ہے۔

لسانیاتی تنقید سے متعلق گیان چند جین، فرمان فتح پوری اور ناصر عبّاس نیّر کی تحریروں میں متعدد مثالیں پائی جاتی ہیں۔

1960ء کے بعد تنقید کا ایک نیا دبستان نئی تنقید اردو میں رائج ہوئی جس کا بنیادی سروکار متن ہے۔ یہ قاری اور متن کے درمیان کسی تیسری چیز، تاریخی اور سوانحی معلومات، کو نہیں آنے دیتی۔ نئی تنقید صرف ادبی متن اور متن کی جمالیات کا لسانی اور ادبی وسائل جیسے امیجری، قولِ محال، رمز، تناؤ، ابہام وغیرہ کے ذریعے مطالعہ کرتی ہے۔ ڈاکٹر ناصر عبّاس نیّر تنقید میں رائج تنقیدی اصطلاحات کا بیان اس طرح کرتے ہیں:

"نئی تنقید نے نظم کی جو شعریات منضبط کی ہے وہ رمز (Irony) قولِ محال (Paradox)، تناؤ (Tension) اور تمثال (Image) پر مشتمل ہے۔ یہ اصطلاحیں نئی تنقید کا جارگن بن گئی تھیں۔ نئی تنقید نے انھیں ایسے کوڈز گردانا جن کی مدد سے نظم کی کلیت کی وضاحت کی جا سکتی ہے اور کلیت کو گرفت میں لیا جا سکتا ہے۔"(۲۳)

تنقید میں نئی تنقید اوراصطلاحات متعین کر دی گئیں جن کی بنیاد ادبی متن پر رکھی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ حلقۂ ارباب ذوق کے نمائندہ نظم نگار اور نقاد میر اجی اور ن۔ م۔ راشدؔ نے اپنی تنقیدی تحریروں میں نفسیاتی تنقید کے عملی نمونے پیش کئے۔ نفسیاتی تنقید کی بنیاد مغرب میں فرائڈ اور یونگ اور ایڈلر کے نظریۂ نفسیات اورادب پر اس کے اثرات پر رکھی گئی اور مغرب کے زیر اثر اردو میں آئی۔ میر آجی نے اپنی کتاب ''اس نظم میں'' اور ''مشرق اور مغرب کے نغمے'' میں اور ن ۔م۔ راشدؔ نے مختلف مضامین میں نفسیاتی تنقید کے عملی نمونے پیش کئے۔ بعد میں اردو میں نفسیاتی تنقید کے اصول وضوابط پر کتابیں لکھی گئیں جس میں تحلیل نفسی ، شعور، لاشعور، تحت الشعور، جبلت، لبیڈو (Libido)اور جنس جیسی تنقیدی اصطلاحات کو شامل کیا ہے۔

اردو میں نفسیاتی تنقید پر شبیہ الحسن، سلیم اختر،ریاض احمد، سید محمود الحسن نے نظری اور عملی تحریریں لکھیں۔

نفسیاتی تنقید میں 'رس' ایک ایسی اصطلاح ہے جس کے ذریعہ مشرقی تنقید کی ایک شاخ سنسکرت تنقید کا مطالعہ بھی اردو ادب میں کیاجانے لگا اور سنسکرت شعریات کواردو میں ایک اسلوب کی طرح پیش کیا گیا۔ سنسکرت تنقیدی شعریات میں استعمال ہونے والی اصطلاحات اور ان کے اردو ترجمہ کو احتشام حسین نے اس طرح بیان کیا ہے:

''اس کے بعد آٹھویں صدی میں بھامہؔ نے کاویہ النکار لکھی اور تنقید نگاری کی باقاعدہ بنیاد پڑ گئی۔ النکار یعنی صنائع، گن یعنی محاسنِ شعری، دوش یعنی معائب سخن، ریتی یعنی اسلوب اور ڈکشن، رس یعنی جذبات وکیفیات کا تجزیہ اور دھونی یعنی معنی خیز کنایہ، وکروکتی یعنی جدت ادا، چت یعنی بلاغت کے نظریات ترقی کر گئے۔ وہ نقاد جو صرف النکاروں، گنوں اور دوشوں کو شاعری کے لیے ضروری سمجھتے تھے، آنندوردھن کے دھونی کے نظریے کے بعد سے ایک ہمہ گیر نظریۂ شاعری کی جستجو کرنے لگے جن میں ان تمام نظریوں کی آمیزش ہو۔''(۲۴)

اردو ادب میں میرؔ آجی نے اپنی کتاب ''مشرق ومغرب کے نغمے'' میں ایک پورا مضمون ''رس'' کے نظریے کے نام سے لکھا ہے۔ عنبر بہرائچی نے ''سنسکرت شعریات'' اور ''سنسکرت بوطیقا'' نام سے دو کتابیں لکھیں جن میں سنسکرت تنقیدی اصول پائی جاتی ہیں۔ مگر اردو تنقید میں نفسیاتی تنقید کے تحت سنسکرت تنقیدی شعریات کی 'رس'

اصطلاح کو من وعن رائج کیا گیا بلکہ اس پر کھل کر بحث بھی کی گئی۔ قدیم سنسکرت فلسفہ میں 'رس' کا تصور بھی فن اور فن کار کے نفسیاتی تجزیہ کی ایک کوشش تھی جس کے ذریعہ ان عوامل کی وضاحت کی جاتی تھی جن کے ذریعہ انسان شعر وادب یا فنونِ لطیفہ سے محظوظ ہو جاتا تھا۔ بقول بھرت منی:

"کسی بھی ادبی تخلیق کے لیے رس کا ہونا لازمی ہے۔"(۲۵)

مغربی تنقید اور مشرقی تنقید کے اثرات کے بعد اردو تنقید میں ۱۹۸۰ کے مختلف دبستانِ تنقید اور رجحانات وجود میں آئے جس میں متن اور قاری کے درمیان رشتہ قائم کیا گیا، کبھی متن کو ایک زمانہ سے جوڑ کر پڑھا گیا۔ تو کبھی مختلف زمانہ کے مطابق اس کی تنقید کی گئی، کبھی متن کو رد ہی کر دیا گیا یا پھر قدیم متن کے کسی ایک کردار کو دور حاضر کے مسائل وحالات کے مطابق نئی کہانی کی شکل میں پیش کیا گیا مثلاً پریم چند کا ناول گئودان کے ایک کردار 'ہوری' پر سریندر پرکاش نے 'بجوکا' افسانہ لکھا۔ ان نئے تنقیدی رویوں میں ساختیات، پس ساختیات، رد تشکیل اور مابعد جدید تنقید کے بارے میں بات کی گئی ہے۔ ان سبھی میں متن کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

ساختیاتی تنقید کی اہم اصطلاحات افقی (Syntagmatic) ، عمودی(Paradigmatic) ، یک زمانی(Synchronic)، ذو زمانی (Diachronic)، دال(Signifier) ، مدلول(Signified) ، شعریات (Poetics)، ضابطہ(Code) ، کلام(Parole)، لسان (Langue)، متن(Text) ، نشان (Sign)وغیرہ ہیں۔ ساختیات کی شروعات 1960ء میں Saussuar سوسئیر کے لسانیاتی نقطۂ نظر کی توسیع ہے بعد میں رولاں بارتھ اور لیسی اسٹراس نے اس کے اصولوں کو متعین کرنے اور ان کے عمل پر روشنی ڈالنے کا کام کیا۔

۱۹۸۰ء کے بعد اردو میں ساختیات کا تصور آیا جس میں گوپی چند نارنگ، ناصر عبّاس نیّر اور وزیر آغا کے نام کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ انہوں نے اس کی مدلل اور مسلسل تشریح وتوضیح کی ہے۔ اور اطلاقی مثالیں بھی پیش کی ہیں۔

ساختیاتی تنقید ادبی مطالعے کو ثقافتی مطالعہ قرار دیتی اور اپنی توجہ متن کے اس نظام کی تلاش وجستجو پر مرکوز کرتی ہے جس کی رو سے متن میں معنیٰ تشکیل پاتے ہیں۔ الطاف انجم کے مطابق:

”ساختیات نے اردو تنقید کو نئی سمتیں اور سطحیں عطا کیں اور مروجہ تصورات کو متزلزل بھی کیا نیز تنقید کو کچھ نئی اصطلاحات جیسے بیانیہ، ڈسکورس، متن، دال، مدلول وغیرہ سے مالامال کیا۔“(۲۶)

ساختیات کی ہی ایک شاخ بیانیات ہے۔ حالانکہ بیانیات کی بحث بہت پرانی ہے مگر اس کے مفہوم کو نئے علم کی روشنی میں پیش کیا گیا۔ 'بیانیات' نام سے قاضی افضال حسین نے ایک کتاب مرتب کی ہے۔ جس کے مطابق بیانیات کی اصطلاحات لسانیات سے اخذ کی گئی ہیں۔ بیانیات ناصر عباس نے 'بیانیات کی اصطلاحات: وضاحتی فرہنگ“ نام سے مرتب کی ہیں جس میں بیانیہ ،بیانیات، بیان کنندہ، غیر متجانس بیان کنندہ، دکھانا اوربتانا، کہانی اور کلامیہ، مخاطب، مرکب بیانیہ، نقطۂ ارتکاز وغیرہ اہم ہیں۔ بیانیات سے متعلق عتیق اللہ لکھتے ہیں:

”بیانیہ کی بحث بہت پرانی ہے ۔ لیکن بیانیات (Narratology) کے تحت اس کے معنی، تصور اور متعلقات کا دائرہ خاصا وسیع ہو جاتا ہے۔ بیانیات اصلاً ساختیات کی ایک شاخ ہے ۔ جس نے اپنی بیش تر اصطلاحات، لسانیات سے اخذ کی ہیں اور اب خود ایک آزاد اور خود مکتفی تصور کے طور پر بحث کا سرگرم موضوع مانا جاتا ہے۔“(۲۷)

ساختیات کے بعد پس ساختیات نام سے ایک رجحان شروع ہوا۔ جسے ساختیات کی توسیع مانا جاتا ہے مگر ساختیات اور پس ساختیات میں ایک بڑا فرق یک زمانیت اور تکثیریت ہے ۔ پس ساختیاتی فکر کو فلسفیانہ منظرنامے پر پیش کرنے میں رولاں بارتھ کو اولیت حاصل ہے۔ پس ساختیاتی فکر بنیادی طور پر معنی کی تکثیریت کی داعی ہے اس میں معنیٰ کے اس روایتی تصور پر کاری ضرب لگادی گئی جو متن کا حاصل سمجھا جاتا تھا۔ 'ژاک لاکاں، مشل نو، اور جولیا کریسٹوا نے اسے فروغ دیا۔ پس ساختیات نے اپنی فکر ساختیات سے ہی لی ہے ۔ مگر اس رجحان میں کچھ نئی اصطلاحات بھی استعمال میں لی گئیں۔ رولاں بارتھ نے اپنے ایک مضمون ”مصنف کی موت“ میں مصنف کے وجود کو ہٹا دیا۔ ادب اور قاری کے رشتے کو ہی اصل رشتہ مانا۔ متن (یعنی اعلیٰ فن پارے) کے تئیں قاری کے رد عمل کے لیے بارتھ نے دو اصطلاحیں استعمال میں لیں ایک (Pleasure) نشاط اور دوسری لذت (Jouissance)۔ اس طرح پس ساختیاتی تنقید کی اصطلاحات نشاط، لذت، تکثیریت، ابلہ فریبیت اور معنی خیزی ہیں۔

پس ساختیات کے ساتھ ساتھ ایک رجحان رد تشکیل / لا تشکیل (Deconstruction) کا بھی شروع ہوا جس کا سب سے بڑا نمائندہ ژاک دریدا ہے جو معنی پس معنیٰ، معنی در معنیٰ کے تصور کو الٹ کر معنیٰ ردِ معنیٰ میں بدل

دیتا ہے۔ دریدا کے مفہوم میں تعلیق ہی تعلیق ہے، التوا ہی التوا ہے۔ ردِّ تشکیل نظریے میں متن کے معنیٰ غیر مستحکم، مسلسل اور غیر مختتم ہوتے ہیں۔ دریدا متن کو بہت سے مدلول کے غیر مختتم سلسلے سے تعبیر کرتا ہے اور مدلولات کو حتمی اور معین معنیٰ سے مبرا مانتا ہے۔ رد تشکیل تنقید میں قاری کو آزادی مل گئی اور متن مصنف سے آزاد ہو گیا۔ رد تشکیل تنقید میں استعمال ہونے والی اصطلاحات میں التوا (Deferment)، موجود (Presence) ، ناموجود (Absence) اور افتراق (Differance) وغیرہ ہیں۔

رد تشکیل تنقید کی بنیاد پر ہی مابعد جدید تنقید کا آغاز ہوا۔ فوکو اور ژاک دریدا اس تنقیدی رویہ کے بنیاد گزار تھے۔ مابعد جدیدیت ساختیات کے بعد پس ساختیات سے تعلق رکھتی ہے، اور پس ساختیات اور رد تشکیل سے مل کر سامنے آئی ہے۔ مابعد جدیدیت کا تعلق براہِ راست معاشرے اور معاشرے میں ہونے والی تبدیلیوں سے ہے۔ معاشرتی مسائل، ثقافتی شکست وریخت، انسانوں کے آپس میں رویے سب مابعد جدیدیت کی قلمرو میں آجاتا ہے۔

تکثیریت (Pluralism)، عالمگیریت (Globalization)، مہابیانیہ (Grand Narrative)، بین المتونیت (Intertextuallity) مابعد جدید تنقید کی خاص اصطلاحات ہیں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں ساختیات اور پس ساختیات اور رد تشکیل رجحان بھی اسی کا حصہ ہیں اس لیے ان کی اصطلاحات بھی مابعد جدید تنقید میں شامل ہیں۔ الطاف انجم نے مابعد جدید تنقید کی اصطلاحات کو یکجا کر کے پیش کیا ہے:

"۱۔ عالمگیریت (Globalization)	۲۔ صارفیت (Consumerism)
۳۔ تاریخیت (Historicism)	۴۔ نئی تاریخیت (New Historicism)
۵۔ ناسٹلجیا (Nostaligia)	۶۔ حوالہ جاتیت (Refrentiality)
۷۔ افتراقیت یا امتیازیت (Differntiality)	۸۔ تکثیریت (Pluralism)
۹۔ بین المتونیت (Intertextuality)	۱۰۔ مہابیانیہ (Grand / Master Narrative)
۱۱۔ منی بیانیہ (Short or Mini narration)	۱۲۔ کلامیہ (Discourse)
۱۳۔ مسئلہ خیزی (Problematic)	۱۴۔ تصور معنیٰ یا مدلول (Signified)
۱۵۔ معنی نما یا دال (Signifier)	

۱۶۔وہ شے جس کے بارے میں بات کی جارہی ہو۔(Referent)

۱۷۔لانگ(زبان کا جامع تجریدی نظام (Langue)　　۱۸۔پارول(گفتار)(Parole)

۱۹۔نسوانیت(Feminism)　　۲۰۔تفہیمیت(Hermeneutics)

۲۱۔مظہریت(Phenomenology)

۲۲۔شیئت" (Commoditification)"[۲۸]

ان تمام اصطلاحات میں ساختیاتی تنقید، پس ساختیاتی تنقید اور رد تشکیل تنقید کی کچھ اصطلاحات بھی شامل ہیں۔

اردو تنقید کے اس تاریخی ارتقا میں ہم اپنی تنقیدی اصطلاحات کا بغور جائزہ لیں تو منکشف ہو گا کہ ہماری بنیاد دراصل مشرقی علوم پر ہے جو ابتدا میں وفصاحت وبلاغت کے اصولوں پر کاربند تھی۔ رفتہ رفتہ جب مشرق پر مغرب کا سیاسی اور معاشی غلبہ بڑھنے لگا تو ہمارے ادب اور مطالعے کا رخ مغرب کی طرف ہو گیا اور استعماریت کے تحت محمد حسین آزادؔ سے لے کر حالیؔ، شبلیؔ اور سر سید تک اردو شاعری نیز اردو تنقید مغربی اثرات کو قبول کرنے میں پیش پیش رہی۔ ظاہر ہے کہ اسی کے تحت ادبی تنقیدی اصطلاحات بھی مغرب سے مستعار لی گئیں اور رہی سہی کسر ترقی پسند تحریک نے پوری کر دی جس کا نظریہ بھی مارکسی اور روسی ہیئت پسندی کا نظریہ تھا۔ اس کے بعد نفسیات، جدیدیت اور مابعد جدید تنقیدی رجحانات میں مختلف فلسفوں اور تنقیدی دبستاں سے مدد لی گئی اور نتیجے کے طور پر ان کی اصطلاحات کو بھی بروئے کار لایا گیا۔

خلاصے کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اردو کی تنقیدی اصطلاحات مشرق اور مغرب دونوں کا مجموعہ ہیں اور اسی اعتبار سے ہماری تنقیدی اصطلاحات کا سرمایہ نہ صرف بہت وسیع بلکہ نہایت متنوع بھی ہے۔

جدید اردو تنقید آزادؔ سے لے کر مابعد جدید تنقیدی صورت حال تک جتنی بھی تنقیدی اصطلاحات ہیں ان کو ایک جگہ کرنا اور ان کی فرہنگ مرتب کرنا ناممکن سا ہے مگر اس کی کوشش اس مقالہ میں ضرور کی گئی ہے۔

حوالاجات:

1- بحوالہ مشرقی شعریات اور اردو تنقید کی روایت از ابوالکلام قاسمی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ۲۰۱۷ء، نئی دہلی، ص:۲۳۹

2- مشرقی شعریات اور اردو تنقید کی روایت از ابوالکلام قاسمی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۱۷ء، نئی دہلی، ص: ۲۴۰

3- بحوالہ مشرقی شعریات اور اردو تنقید کی روایت از ابوالکلام قاسمی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی ۲۰۱۷ء، ص: ۲۴۶۔۲۴۵

4- بحوالہ مشرقی شعریات اور اردو تنقید کی روایت از ابوالکلام قاسمی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی ۲۰۱۷ء، ص: ۲۴۶

5- بحوالہ مشرقی شعریات اور اردو تنقید کی روایت از ابوالکلام قاسمی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی ۲۰۱۷ء، ص: ۲۴۹

6- ”حالی کی تنقید“ از وحید قریشی، مشمولہ مقدمۂ شعر و شاعری، مرتب وحید قریشی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۱۱ء، ص:۵۴

7- مقدمہ شعر و شاعری، مرتب وحید قریشی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۱۱ء، ص:۱۵۰۔۱۵۱

8- مضمون: حالی کی تنقید، مقدمہ شعر و شاعری، مرتب وحید قریشی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۱۱ء، ص:۵۵

9- کاشف الحقائق از امداد امام اثرؔ، مرتب وہاب اشرفی، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۲ء، ص:۸۴۔۸۳

10- کاشف الحقائق از امداد امام اثرؔ، مرتب وہاب اشرفی، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۲ء، ص:۵۲۲

11- مضمون امداد امام اثرؔ کی تنقید از ناصر عباس نیرؔ، مشمولہ فکر و تحقیق، جلد ۱۱، ۲۰۰۸ء، ص: ۱۴۷

12- شعر العجم، جلد چہارم، شبلیؔ نعمانی، مطبوعہ معارف پریس، اعظم گڑھ ۱۹۵۱ء، ص:۶

13- سرسید اور ان کے نامور رفقاء از سید عبداللہ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۱ء، ص:۲۰۱

14- بحوالہ اردو نثر کی ترقی میں سر سید کا حصہ از عبد اللطیف ، مشمولہ اردو زبان وادب کی تاریخ، ادیب سہ ماہی، جامعہ اردو علی گڑھ،، جولائی تا دسمبر ۱۹۹۳ ء، ص: ۱۷۳

15- اصطلاحاتِ نقد وادب، از عمر فاروق، بھارت آفسیٹ، دہلی، ۲۰۰۴ ء، ص: ۱۲

16- اردو ادب میں رومانوی تحریک از پروفیسر محمد حسن، عاکف بک ڈپو، دہلی، ۱۹۹۹ ء، ص: ۱۷

17- مارکسی تنقید از قمر رئیس، مشمولہ اردو تنقید، مرتب حامدی کاشمیری، ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی، ۱۹۹۷ ء، ص: ۲۹۱

18- مضمون مابعد جدید تنقید از ابو الکلام قاسمی مشمولہ نظریاتی تنقید، مرتبہ ابو الکلام قاسمی، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، ۲۰۰۶ ء، ص: ۲۵۶۔۲۵۷

19- تنقید کیا ہے؟ از پروفیسر آل احمد سرور، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی ۲۰۰۴ ء، ص: ۱۵۶

20- متنی تنقید، rekhta.com، ص: ۱۴

21- عرض مصنف، اسلوبیاتی تنقید، مرزا خلیل احمد بیگ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۱۴ء

22- اردو نثر کا فنی ارتقاء، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۳ ء، ص: ۲۶۳

23- مضمون نئی تنقید از ناصر عباس پر مشمولہ نظریاتی تنقید، مرتب ابو الکلام قاسمی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۶ ء، ص: ۱۶۳

24- جدید ادب منظر پس منظر مرتبہ ڈاکٹر جعفر عسکری، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، ۲۰۰۹ ء، ص: ۱۲۴۔۱۲۵

25- بحوالہ جدید اردو تنقید اصول و نظریات، شارب ردولوی، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۹ ء، ص: ۶۵

26- اردو میں مابعد جدید تنقید، الطاف انجم، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۲۰۱۴ ء، ص: ۱۵۹

27- مغرب میں تنقید کی روایت، عتیق اللہ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۱۷ ء، ص: ۴۶۷

28- اردو میں مابعد جدید تنقید، الطاف انجم، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی ۲۰۱۴ ء، ص: ۱۹۳۔۱۹۴

آ

آرکی ٹائپل Archetypal

نفسیاتی تنقید کی ایک اصطلاح۔ اس تنقید میں ایک طرف انفرادی لاشعور کا مطالعہ ہوتا ہے تو دوسری طرف اجتماعی لاشعور کا۔ یہی اجتماعی لاشعور آرکی ٹائپل کہلاتا ہے۔ اس کے تحت بطور گروہ یا قوم انسانی اجتماعی لاشعور مثلاً اسطور، وراثت اور روایت وغیرہ کو ادبی تنقید کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔

آرکی ٹائپل تنقید Archetypal Criticism

ادبی تنقید میں کسی فن پارے میں موجود آرکی ٹائپس کی توضیح وتشریح سے فن پارے کا موضوع نمایاں کرنا اور اس کی اقدار متعین کرنا آرکی ٹائپل تنقید کہلاتی ہے۔

آزادرکن Open Syllable

صوتیات کی اصطلاح میں ایسے صوتی رکن جو "الف" ، "واؤ" اور "ی" (یعنی حرف علّت) مصوتہ (Vowel) پر ختم ہوں آزاد یا کھلا ہوا رکن (Open Syllable) کہلاتے ہیں۔ اس اصطلاح کا استعمال اسلوبیاتی تنقید میں شاعری کا اسلوبیاتی تجزیہ کرنے کے دوران کیا جاتا ہے۔

اردو کی متعدد غزلیں آزاد ارکان میں لکھی گئی ہیں۔

آزادمارکسزم Open Marxism

اس اصطلاح کو ژاک دریدا (Jacque Derrida) نے وضع کیاہے۔ اس کے مطابق آزادمارکسزم کی تعریف اس طرح ہے:

" آزاد مارکسزم سے مراد وہ مارکسزم ہے جو تجربیت یا عملیت یا اضافیت سے دبے بغیر کسی بھی طرح کی نظریاتی پابندی کو خاطر میں نہ لائے خواہ یہ پابندی کسی سیاسی صورتِ حال، کسی حکومت یا طاقت کی مسلط کی ہوئی کیوں نہ ہو۔ آزاد مارکسزم وہ ہے جو ان مسائل سے بھی نظریں نہیں چراتا جو نظریے کے باہر کی پیداوار ہوں۔ مارکسزم میں خود ایسے قوانین موجود ہیں اور ان کی مدد سے ایسے مسائل کا تجزیہ کیاجاسکتاہے جو تھیوری میں گنجائش پیدا کریں۔"(س پ م، ص:۵۴۹)

آزادموٹف Free Motif

روسی ہیئت پسندی کی ایک اصطلاح جس کو بورس توماشیوسکی نے وضع کیا۔ اس کے مطابق پلاٹ کا سب سے چھوٹا جز موٹف (Motif) کہلاتا ہے اور بہت سے موٹف

باترتیب مل کر کہانی بناتے ہیں۔ موٹف دو طرح کے ہوتے ہیں آزاد موٹف اور پابند موٹف۔ آزاد موٹف وہ عمل یا بیان ہے جس کو بیان کرنے میں مصنف آزاد ہے۔ یہ موٹف کہانی کے لیے ضروری نہیں ہوتے لیکن پلاٹ میں ہیئت اور فنّی اعتبار سے اہم ہوتے ہیں۔ پروفیسر گوپی چند نارنگ رقم طراز ہیں:

"آزاد موٹف وہ ہے جس کے بیان کرنے نہ کرنے میں مصنف آزاد ہے اور جو کہانی کا لازمی جز نہیں۔ لیکن جس سے پلاٹ کی ہیئت کو متاثر کیا جاسکتا ہے۔"

(س پ م، ص:۹۳)

آزاد نو کلاسیکی تنقید
Free Neo-Classical Criticism

وہ تنقیدی عمل جس میں ایک طرف تنقید میں سخت قسم کے اصول و قواعد کے میکانکی استعمال کی مخالفت کی جائے اور دوسری سمت تنقید کی نوکلاسیکی خصوصیت مثلاً شائستگی، صنعت گری اور تناسب لفظی پر زور دیا جائے، آزاد نو کلاسیکی تنقید کہلاتی ہے۔

آفاقی تنقید

ایسے تنقیدی اصول دریافت کرنا جن کا اطلاق عموماً ہر زمانے اور مقام کے ادب پر کیا جا سکے۔ اردو میں آفاقی تنقیدی اصولوں کی بنیاد سب سے پہلے الطاف حسین حالیؔ نے رکھی۔ انھوں نے ملٹن کے نظریۂ شعر : جوش، اصلیت اور سادگی کو شاعری کے لیے ضروری بتایا۔

آفاقیت Universality

وہ ادب جو مقامی تقاضوں کے تحت وجود میں آنے کے باوجود، ہر زماں اور ہر مکاں میں اپنی معنویّت ثابت کرے۔ بقول ابوالاعجاز حفیظ صدیقی:

"اچھے ادب کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ایک خاص دور اور ایک خاص ملک میں پیدا ہونے کے باوجود ہر ملک اور ہر دور کی چیز ہوتا ہے۔ یہی خصوصیت آفاقیت کہلاتی ہے۔ آفاقیت کے معنوی حدود میں ادبیت کا مفہوم بھی شامل ہے۔ یعنی آفاقیت کے دو جز ہیں:

(الف) کسی ادب پارے میں ہر ملک و دیار کے لوگوں کو متاثر اور محظوظ کرنے کی صلاحیت۔

(ب) کسی ادب پارے میں ہر دور کے لوگوں کو متاثر اور محظوظ کرنے کی صلاحیت مؤخر الذکر جزو کو ابدیت کہا جاتا ہے۔ لیکن بعض

اوقات آفاقیت کی معنوی حدود کو بھی اول الذکر تک محدود کر لیا جاتا ہے۔ آفاقیت و ابدیت مرکب عطفی کا یہی جواز ہے۔"

(ک ت ا، ص:۲)

آمد Spontaneity

قدیم شعری تنقید میں آمد سے مراد وہ کلام جو بے ساختہ، برجستہ، بلاکوشش و تامل شاعر کی زبان سے وارد ہو، آمد کہلاتا ہے۔ آمد کے شعر میں اثر آفرینی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے آمد کا شعر شاعری کے اعتبار سے اعلیٰ اور لائقِ تحسین ہوتا ہے۔ حالیؔ آمد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے کہ جو شعر شاعر کی زبان یا قلم سے فوراً بے ساختہ ٹپک پڑتا ہے وہ اس شعر سے زیادہ لطیف اور بامزہ ہوتا ہے جو بہت دیر میں غور و فکر کے بعد مرتب کیا گیا ہو۔ پہلی صورت کا نام انھوں نے 'آمد' رکھا ہے اور دوسری کا 'آورد'۔"

(م ش ش، ص۔۱۲۰)

جدید نقّادوں نے آمد کو الہامی ماننے سے انکار کرتے ہوئے یہ تعریف مقرر کی ہے کہ شعر اکتسابی ہوتا ہے اور اسلوب کے اعتبار سے بے تکلف شعر کو آمد اور تکلف والے شعر کو آورد کہہ دیا جاتا ہے۔

آواں گارد Avante-Garde

یہ ایک فرانسیسی فوجی اصطلاح ہے جس کے لغوی معنی ہر اول دستہ ہے۔ ادب میں اس اصطلاح کی تعریف پروفیسر عتیق اللہ اس انداز میں بیان کرتے ہیں:

"ادب و فن میں سر آہنگ جس نے قبل ازوقت انقلابی جہد سے کام لیا، نئے کی جستجو کی، تخلیق و دریافت پر کمر باندھی وہ حلقہ جس نے ادبی تجربات و اسالیب میں باغیانہ رویّہ اختیار کی اور ما بعد نسلوں کا پیش رو کہلایا۔ ادبی و بصری فن اور موسیقی میں اس دستے سے مراد لی جاتی ہے جو اپنی خلاّقی طبّاعی اور روایت شکنی کے لحاظ سے پیش پیش ہے اور جو اپنے وقت سے بہت آگے ہے۔" (ا او ف، ص: ۲۸۵)

مثال کے لیے اردو میں جدید رجحان کے آواں گارد ن۔ م۔ راشدؔ، میراںؔ جی اور محمد حسن عسکری تسلیم کیے جائیں گے۔

آواں گاردیت

فرانسیسی عسکری اصطلاح Avante Garde پر مبنی تنقیدی اصطلاح جسے اردو میں "آواں

گارد" کہتے ہیں۔ کسی ادبی رجحان یا نظریے وغیرہ کا آغاز کرنے والا وہ گروہ جو پرانے رواجوں سے الگ ایک راہ اختیار کرتا ہے اور جسے اوّل اوّل منظور نہیں کیا جاتا لیکن بعد میں اسے مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس عمل کو آواں گاردیت کہتے ہیں۔

آہنگ Rhythm

آہنگ آواز اور اس کی ترتیب و تنظیم کا نام ہے۔ شاعری میں یہ بہت منظم اور طے شدہ ہوتا ہے لیکن نثر میں بھی اس کی ایک شناخت ہے۔ وسیع تر معنیٰ میں کسی شعری یا نثری تخلیق کی مجموعی وضع و تشکیل کو آہنگ کہا جاتا ہے۔ بقول پروفیسر گوپی چند نارنگ :

"صوتی زیر و بم اور بہاؤ کی کیفیت زبان کا آہنگ ہے۔ آوازیں یعنی مصمتے، مصوتے، نیم مصوتے تو الگ الگ بولے جا سکتے ہیں اور ان کی انفرادی صوتی حیثیت ہے اس لیے یہ انفرادی صوت کی پہچان نہیں ہے بلکہ آوازوں کے ملنے اور لفظوں کے کلمے میں بولے جانے سے پیدا ہوتی ہے۔"

(بحوالہ اش، ص:۱۱۵)

آورد Contrive

شاعر ارادی طور پر فنی اصول و ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے شعر کہے اور لفظ و بیان نیز ترتیب و تنظیم پر غور و خوض کرے کہ کہیں سقم تو نہیں رہ گیا تو اصطلاح میں یہ عمل آورد کہلاتا ہے۔ الطاف حسین حالیؔ آورد کی تعریف اس انداز میں کرتے ہیں:

"اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے کہ جو شعر شاعر کی زبان یا قلم سے فوراً بے ساختہ ٹپک پڑتا ہے وہ اس شعر سے زیادہ لطیف اور بامزہ ہوتا ہے جو بہت دیر میں غور و فکر کے بعد مرتب کیا گیا ہو۔ پہلی صورت کا نام انھوں نے آمد رکھا اور دوسری صورت کا آورد۔"

(م ش ش، ص: ۱۲۰)

آئیڈیولوجی Ideology

آئیڈیولوجی نظریے کو کہا جاتا ہے۔ اردو میں آئیڈیولوجی سے مراد عقائد و نظریات کا وہ مجموعہ ہے جن کے تحت کوئی سماج، گروہ یا جماعت اپنی فکری سطح منظم کرتا ہے۔ آئیڈیولوجی کسی گروہ یا سماج کو نظریاتی طور پر ایک پہچان عطا کرتی ہے۔ ساختیاتی نظریۂ تنقید میں سوسئیر نے "زبان اور سماج" اور

زبان اور آئیڈیولوجی میں یہ رشتہ قائم کیا اور یہ بتایا کہ کوئی بھی سماج بغیر زبان کے علامتی نظام کے قائم نہیں ہو سکتا۔ اس کے مطابق زبان اس وقت وجود میں آتی ہے جب سماج وجود میں آتا ہے۔ مارکسی مفکر لوئی آلتھیوسے نے سوسئیر کے خیالات کی بنا پر آئیڈیولوجی کی تعریف اس انداز میں کی ہے:

"آئیڈیولوجی ان طور طریقوں اور وجود کی حالت سے رشتوں کا نام ہے جس کی رو سے لوگ زندگی گزارتے اور سماج میں عمل آرا رہتے ہیں۔ غرض آئیڈیولوجی زبان کے علامتی نظام میں قائم ہے۔"

(س پ م، ص: ۷۶)

آئیڈیولوجی 'اسطور' تحریری ادب اور لوک روایت میں جاری و ساری رہتی ہے۔ اسی کے ساتھ زبان کا علامتی نظام تضادات اور ابہام (Ambiguity) کی مدد سے تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ ساتھ ہی یہ آئیڈیولوجی ان تضادات کو دباتی رہتی ہے جس سے سماجی تشکیل کو موجودہ حالت برقرار رہے۔

ا

اِڈ ID

فرد کی جبلّی حرکتِ ارادی۔

نفسیات کی اصطلاح جسے فرائڈ نے تجویز کیا۔ فرائڈ کے مطابق لاشعور کا اصلی خطہ "اڈ" کہلاتا ہے۔ یہ انسان کی تمام ذہنی طاقت کو حاصل کرنے کا سرچشمہ ہے۔ جس میں انسان کے تمام جبلّی رجحانات جمع رہتے ہیں۔ انسان پیدائش کے وقت اس کے ذہنی اور دماغی دنیا صرف جبلتوں پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ جبلتیں جس جگہ جمع رہتی ہیں وہ اِڈ(ID) کہلاتی ہے۔ تنقید میں اِڈ کے حوالے سے تخلیق کار کی ذہنی کیفیات تک رسائی کے لیے نفسیاتی طریقہ کار کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

ابلاغ Communication

ادب میں تنقید کی ایک اصطلاح۔ فن پارے میں شاعر یا ادیب تحریر کے ذریعے جو خیال بیان کرے، کم و بیش اسی خیال کو سامع یا قاری محسوس کرے، اسے ابلاغ یا ترسیل کہتے ہیں۔

ابلہ فریبیت Mystification

سریت۔

مارکس کے مطابق تاریخ اور ثقافت کے مظاہر کی اصلیت کو ظاہر نہ ہونے دینے کے عمل کو ابلہ فریبیت کہا جاتا ہے اور اس کا حل اس نے ردِّ ابلہ فریبیت (DeMystification) بتایا ہے۔

ابہام Ambiguity

مبہم کلام کی وہ کیفیت جو ذرا غور کرنے پر سمجھ میں آئے اور جو معنی خیزی کے لیے معاون ہو۔

اپوریا Aporia

ا۔ بلاغت کی اصطلاح میں تجاہلِ عارفانہ۔ تجاہلِ عارفانہ کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر ارشد عبدالحمید لکھتے ہیں:

"اسے "تبلیغ تجاہل العارف" بھی کہتے ہیں۔ لغوی معنٰی جان بوجھ کر انجان بننے کے ہیں۔ اس سے مراد کلام میں جان بوجھ کر کسی چیز کی نسبت ناواقف ہونے کا اظہار کرنا ہے۔ اس سے کلام میں مبالغہ پیدا ہوتا ہے۔ مثال:

صنم کہتے ہیں تیری بھی کمر ہے
کہاں ہے کس طرح کی ہے کدھر ہے

اس صنعت کو انگریزی میں Aporia کہتے ہیں۔" (رب، ص:۹۹)

۲۔ ژاک دریدا کی وضع کردہ اصطلاح۔ ردِّ تشکیل تنقیدی طریقہ کار میں متن کی قرأت دوہری ہوتی ہے۔ پہلی قرأت میں متن کے مرادی معنی لیے جاتے ہیں۔ لیکن دوسری قرأت میں وہ التوا (Difference) اور تخم ریزی (Dissemination) کے پیشِ نظر معنی اور رد معنی کا وہ سماں پیدا کرتا ہے کہ متن بالآخر معنیاتی تضاد اور ناقابلِ حل قولِ محال کا شکار ہو جاتا ہے۔ جسے دریدا (Aporia) کہتا ہے یعنی وہ منزل جہاں متن کی حد فنا ہو جاتی ہے اور معنیاتی عدم قطعیت پوری طرح سامنے آجاتی ہے۔

(بحوالہ س پ م، ص: ۲۱۵)

اتفاقی ادب Aleatory Writing

دادائیت کے اصولوں کے پیشِ نظر جو ادب لکھا گیا اسے اتفاقی ادب کہا گیا ہے۔

اجتماعی لاشعور Collective Unconscious

اجتماعی لاشعور نفسیاتی اور مارکسی تنقید کی اصطلاح ہے۔ اس کے موجد ینگ ہیں۔ ان کے مطابق ادیب Psychic کی تشکیل دینے میں اس کے تجربات، انفرادی لاشعور اور حال کا دخل نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے ذہن کی

تشکیل میں تمام نوعِ انسانی کی بعید ترین تاریخ، اساطیری اور دیو مالائی سرمایہ، اجتماعی، مذہبی اور قومی علامتوں کے علاوہ، نسلی تجربات بھی شامل ہوتے ہیں۔ رابن سکیلٹن اجتماعی لاشعور کی وضاحت اس انداز میں کرتے ہیں:

"(شعور اور شخصی لاشعور کے طبقات کے نیچے) تیسرا طبقہ سائیکی (انسانی شخصیت کی مکمل ساخت) کا سب سے بڑا حصہ ہے اور یونگ اسے اجتماعی لاشعور کا نام دیتا ہے۔ اس ترکیب میں لفظ 'اجتماعی' کچھ ناموزوں معلوم ہوتا ہے کیونکہ سائیکی کا یہ حصہ تمام انسانوں کی مجموعی ملکیت نہیں۔ اگر وہ مجموعی ہوتا ہے تو صرف ان معنوں میں کہ وہ فرد کی شخصی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ ایسے مواد پر مشتمل ہوتا ہے جو انفرادیت کے بروئے کار آنے سے پہلے وجود میں آیا تھا۔ یہ مواد حیاتیاتی نقطۂ نگاہ سے بھی اور تاریخی نقطۂ نگاہ سے بھی، فرد کی نفسیاتی ساخت میں مضمر ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ فرد اسے ارادتاً شعور کی سطح پر لے آئے اور شعوری طور پر اس کا محاکمہ اور معائنہ کرے۔ لیکن اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے جو ہر فرد میں نفس کے شعوری عناصر کے معاون ہوتے ہیں۔ یہ مواد وہی ہے جو شاعری میں عالمگیر تمثالوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور جس سے پڑھنے والے عقلی طور پر نہیں بلکہ وجدانی و جبلی طور پر متاثر ہوتے ہیں۔"

(ک ت ا، ص ۷)

اجتماعیت Collectiveness

جس ادب میں فرد کے بجائے پورے معاشرے کو مرکز میں رکھا جائے۔ وہ ادب کا اجتماعی نظریہ کہلاتا ہے۔ اردو تنقید کی اصطلاح میں اجتماعیت سے مراد تخلیق کار اپنی تخلیق میں ذاتی احساسات، خواہشات تجربات اور فکر کو ترجیح دینے کے بجائے پوری قوم، معاشرے اور سماجی زندگی کے مسائل، مقصد و فکر کو اہمیت دے اور انھیں ادب کا موضوع بنائے۔ اردو ادب میں سرسید تحریک نے سب سے پہلے اجتماعی ادب لکھا اور ترقی پسند ادب نے اسے صفِ اول میں جگہ دی۔ ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر جو بھی ادب لکھا گیا اجتماعیت اس کی لازمی شرط رہی۔ بقول علی سردار جعفری:

"شاعر یا ادیب کے جذبات کو برانگیختہ کرنے والے محرکات گرد و پیش کی اس دنیا میں پائے

جاتے ہیں۔ جہاں تمام انسان زندگی بسر کرتے ہیں اور یہ محرکات خود اس سماجی اور اقتصادی نظام کی پیداوار ہوتے ہیں جو انسانی زندگی کی شیرازہ بندی کرتا ہے۔ اس لیے اعلیٰ شاعری یا ادب ایک فرد کا نہیں پوری جماعت کا ترجمان ہوتا ہے۔"

(ات پ ات، ص:۲۴۸)

اجنبیانے کا عمل Defamiliarisation

اجنبیانے کا عمل کسی شے کو نامانوس بنانے کا عمل ہے۔ یہ وکٹر شکلووسکی (Viktor Shklovsky) کی وضع کردہ اصطلاح ہے جس کا تعلق روسی ہیئت پسندی سے ہے۔

گوپی چند نارنگ نے اجنبیانے کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

"Defamiliarisation" چونکہ خود وقت کے اندر رونما ہوتی ہے یعنی ادبی روایت کے اندر وقوع پذیر ہو سکتی ہے، یہ بھی عادت یا رواج کا حصہ بن کر بے جان اور بے اثر ہو سکتی ہے چنانچہ Defamiliarisation بھی کوئی مستقل یا دائمی حقیقت پسندانہ تکنیک نہیں ہے۔ چنانچہ بقول شکلووسکی فنکار کے لیے سوائے اس کے چارہ نہیں کہ وہ ہر طرح کے مقلّدانہ روش سے متصادم ہو کہ اس کو عریاں کر دے۔ عریاں کرنے یا نمٹا دینے کے عمل سے اجنبیت اور مختلف ہونے کا سلسلہ پھر سے شروع ہو جاتا ہے۔ غرض ایک جدلیاتی عمل (یعنی اجنبیانے، پھر اس کے رواج بننے اور پھر اس کو ترک کرنے کا عمل) ادب میں برابر جاری رہتا ہے جس میں ایک روش دوسرے کو کاٹتی ہے اور پھر اس عمل سے ایک اور روش پیدا ہوتی رہتی ہے۔ ادبی روایت کی تاریخ بقول ہیئت پسندوں کے اسی جدلیت کی تاریخ ہے۔"

(س پ م، ص:۸۶)

اجنبیت Alienation

بے تعلقی۔ جدیدیت کی اصطلاح جس کے مطابق انسان اپنی ذات کو معاشرے سے علاحدہ محسوس کرتا ہے۔ جب وہ معاشرے سے ہم آہنگی قائم نہیں کر پاتا تو یہی صورتِ حال اجنبیت کہلاتی ہے۔ پروفیسر عتیق اللہ کے الفاظ میں اجنبیت جدید ادب کا ایک پسندیدہ موضوع ہے، جن فن کاروں نے داخلیت پر زور دیا ہے اور اظہارِ ذات یا ذات کے تجربے پر اپنے فن کی اساس رکھی ہے ان کے یہاں تشکیک، سراسیمگی اور ایک روحانی بے چینی کی سی کیفیت از خود نمو پاتی ہے۔

کہیں یہ تجربے حقیقی محسوس ہوتے ہیں اور کہیں محض نقالی کا نمونہ بن گئے ہیں۔

احساسی کیفیت Sensuousness

بڑھی ہوئی حسّیت۔ ادب میں حواس سے متعلق ذرائع کو اسلوبیاتی شدّت کے ساتھ پیش کرنا۔ بقول ابو الاعجاز صدیقی:

"شعر میں رنگوں، خوشبوؤں، آوازوں، ذائقوں، لمس کی لذتوں اور ان لذتوں کے مادّی مصادر کا ایسا تذکرہ جو قارئین کے حواس کے لیے ضیافت بن سکے، احساسی کیفیت کہلاتا ہے۔(ک ت ا، ص: ۷)

احساس Feeling

یہ بنیادی طور پر علمِ نفسیات کی اصطلاح ہے۔ ادبی تنقید میں احساس ایک ایسا حسّی تجربہ ہے جو حواسِ خمسہ کے ذریعے دماغ کو حاصل ہونے والے انبساط و انقباض کا نتیجہ ہوتا ہے۔

اختصار

مشرقی تنقیدی شعریات میں اختصار کلام کا جوہر ہے۔ اس سے مراد کم سے کم الفاظ میں وسیع تر مفہوم کو اس طرح ادا کرنا ہے جس سے مفہوم کے معنی میں کوئی تبدیلی نہ آئے۔ علمِ معنی میں ادبی اصطلاح کے طور پر اسے ایجاز سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اخلاق آموز ادب Didactic Literature

مقصدی ادب،
ایسا ادب جس کی تصنیف کے لیے پہلے ہی سے کوئی مقصد طے کر لیا جائے۔ خاص طور پر اخلاقی، سماجی یا نظریاتی مقاصد کو مرکز میں رکھنا اخلاق آموز یا مقصدی ادب کہلاتا ہے۔
بقول پروفیسر عتیق اللہ:

"وہ ادب جو سیاست، سماج، اخلاق، مذہب اور کسی فن کے تعلق سے عملی واقفیت اور معلومات مہیّا کرنا ہے یا تخیل کو حرکت میں لانے و جمالیاتی طمانیت تجسے کے بجائے اصلاح و تربیت کے مقاصد کو بروئے کار لاتا ہے۔"

(ااوف، ص: ۱۴۱)

اردو ادب میں اخلاق آموز ادب کی شروعات سرسید تحریک کے زیر اثر ہوئی۔ اس تحریک میں سرسید اور نذیر احمد نے اخلاقی اور اصلاحی نثر لکھی وہیں دوسری طرف حالیؔ اور شبلیؔ نے اصلاحی اور مقصدی شاعری کی۔

مقصدی یا اخلاقی ادب کے متعلق سر سید احمد خاں تہذیب الاخلاق کے آخری پرچے میں لکھتے ہیں:

"سوتوں کو جھنجھوڑتے ہیں تا کہ جاگ اٹھیں۔ اگر اٹھ کھڑے ہوئے تو مطلب پورا ہو گیا اور اگر نیند میں اٹھانے سے کچھ بڑبڑائے اور کچھ جھنجھلائے، ادھر ہاتھ جھٹک دیا، ادھر پیر پٹک دیا اور جھنجھلاہٹ میں اینڈے پڑے رہے تو بھی توقع یہی رہی کہ جاگ اٹھے ہوں تو ہم کو بھی زیادہ نہ چھیڑنا چاہیے اور تہذیب الاخلاق کو بند کر دور سے نیند کے ان خمار آلودوں کا جواب صرف جھنجھلاہٹ سے اینڈے پڑے رہنے والوں کا اٹھنا اور ہوشیار ہونا دیکھنا چاہیے۔"(ام س، ص: ۱۲۴)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ سر سید کا رسالہ تہذیب الاخلاق کا مقصد ہندوستانی قوم کی اصطلاح و بیداری تھا۔ رسالہ "تہذیب الاخلاق" اخلاق آموز ادب کی بہترین مثال ہے۔

اخلاقی تنقید Ethical Criticism

اس مکتبِ تنقید کا تصور رسکن نے پیش کیا۔ یہ سائنٹفک تنقید کی ایک شاخ ہے۔ اس میں ادب کے اخلاقی پہلو پر زور دیا جاتا ہے۔ الطاف حسین حالیؔ کا مقدمۂ شعر و شاعری اخلاقی تنقید کی عمدہ مثال ہے۔

اخلاقی حسن

اخلاقی حسن سے مراد فن پارے میں مضمر انسانی اخلاقیات کی نشاندہی اور خوبصورتی ہے۔ برکلے نے اپنی کتاب "ایلسی فزارن" میں اخلاقی حسن کے لیے دلآویزی، اعتدال اور تناسب پر زور دیا ہے۔

ادب Literature

انگریزی لفظ Literature کا مترادف ہے۔ ادب فنِ لطیف ہے، جس کا موضوع زندگی ہے۔ اس میں انسانی افکار، خیالات اور احساسات کا اظہار زبان اور الفاظ کے ذریعے کیا جاتا ہے اور انھیں اس طرح مرتب کیا جاتا ہے کہ اس کے پڑھنے سے قاری کو مسرت حاصل ہوتی ہے۔ سید عبداللہ نے ادب کی جامع تعریف اس طرح پیش کی ہے:

"ادب وہ فنِ لطیف ہے جس کے ذریعے ادیب جذبات و افکار کو اپنے خاص نفسیاتی و شخصیاتی خصائص کے مطابق نہ صرف ظاہر کرتا ہے بلکہ الفاظ کے واسطے زندگی کے داخلی

اور خارجی حقائق کی روشنی میں ان کی ترجمانی و تنقید بھی کرتا ہے اور اپنے تخیل اور قوتِ مخترعہ سے کام لے کر اظہار و بیان کے ایسے مسرت بخش حسین اور موثر پیرائے اختیار کرتا ہے جن کے ذریعے سامع و قاری کا جذبہ و تخیل بھی تقریباً اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح خود ادیب کا اپنا تخیل اور جذبہ متاثر ہوا۔" (ات، ص: ۴۰۵-۴۰۴)

ادب برائے ادب Art for Arts Sake

ادب برائے ادب کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی بھی فنی تخلیق فی نفسہٖ اہم ہو اور اپنی ذات سے باہر یعنی اس میں سماجی، سیاسی اور مذہبی مسائل کا کوئی مقصد نہ ہو۔ ادب برائے ادب میں حسن، جمالیات اور داخلی جذبات کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔ یہ نظریہ ادب برائے زندگی اور ادب برائے مقصد کے خلاف پیش کیا گیا۔ اردو تنقید میں اس نظریے کا تعلق ترقی پسند ادب کے خلاف جدید ادب سے ہے۔

ادب برائے زندگی Art For Life's Sake

ادب کے اس تصور کا منبع کارل مارکس کا جدلیاتی مادیت کا فلسفہ ہے۔ ترقی پسند ادب کے توسط سے اردو میں رائج ہوا۔ اس نظریہ کے مطابق ادب زندگی کا ترجمان ہے اس لیے ادب کو زندگی سے ہم آہنگ ہونے کے لیے سماجی ، ثقافتی، فنّی اور جمالیاتی پہلوؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجنوں گورکھپوری نے اپنے مضمون "ادب اور زندگی" میں لکھا ہے:

"ادب بھی زندگی کا ایک شعبہ ہے اور زندگی نام ہے ایک جدلیاتی حرکت کا جس کے ہمیشہ دو متضاد پہلو ہوتے ہیں۔ ادب بھی ایک جدلیاتی حرکت ہے۔ ایک تو خارجی یا عملی یا افادی، دوسرا داخلی یا تخیلی یا جمالیاتی۔ حسن کار یا ادب کا کام یہ ہے کہ وہ بظاہر دو میلانات کے درمیان توازن اور ہم آہنگی قائم کیے رہے اور نہ اس میں جہاں ایک پلّہ بھاری ہو وہیں فساد و انتشار پیدا ہونے لگے گا۔" (ج ات ان، ص: ۳۶۳-۶۴)

ادبِ عالیہ Classic Literature

ادب العالیہ۔

یہ اصطلاح 'Classic' کے لیے استعمال ہوتی ہے یعنی ماضی کی ایسی تخلیق یا تخلیق کار جو دائمی شہرت کا حامل ہونے کی بنا پر زمان و مکان کے حدود سے باہر ہو جائے۔

(ت ا، ص ۲۱)

اس سے بہترین ادب کا معیار بھی قائم ہوتا ہے اور جو قدریں ادب کو ادبِ عالیہ بناتی ہیں وہ زمان و مکان سے پرے ہوتی ہیں۔

ادب کا سماجی نظریہ

بنیادی طرپر یہ مارکسی تنقید کا نظریہ ہے جس کی شروعات اٹھارویں صدی میں ہوئی۔ اس نظریہ میں سماجی طبقات کے اثرات کو ادب کے مطالعے کے لیے بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔

ادبی تحریک Literary Movement

ادب میں جمود کو توڑنے اور اس کی کہنگی کو زائل کرکے اس میں تنوع اور نیرنگی پیدا کرنے کا عمل ادبی تحریک کہلاتا ہے اور اس کا دوسرا مفہوم ادیب کو ادب تخلیق کرنے کے لیے اکسانا بھی ہے۔

ادبی تخلیق

تخلیقی ادب۔

وہ تخلیق جو ادب کا حصہ ہو، ادبی تخلیق کہلاتی ہے اور جو ادب تخلیقی ہو (یعنی تحقیقی اور تنقیدی نہ ہو) اسے تخلیقی ادب کہا جاتا ہے۔

ادبی تنقید Litrary Criticism

کسی ادبی تخلیق کی جانچ پرکھ، اس کی قدر و قیمت کو سمجھنے اور سمجھانے اور اس کا معیار متعین کرنے کا نام ادبی تنقید ہے۔

بقول ناصر عباس نیّر:

”ادبی تنقید، جو داخلی اور خارجی شواہد کی روشنی میں عہد ناموں کی صنفی ساخت ، ان کے مرتب ہونے کی تاریخ اور طریق تصنیف کا فیصلہ کرتی تھی۔ اس کو ”اعلیٰ تنقید“ Higher Criticism بھی کہتے ہیں۔“

(ج م ت، ص: ۱۶۷)

ادبی تھیوری Literary Theory

جب کسی تھیوری کو ادب سے مخصوص کرتے ہیں تو ادبی تھیوری وجود میں آتی ہے۔ یہ ادب کے متعلق ان بنیادی تصورات کا نظام ہے، جو ادب کی ساخت کو تجزیے کا موضوع قرار دیتا ہے۔ مابعد جدید تنقید کی شعریات میں یہ بطور تنقیدی اصطلاح استعمال میں لی جاتی ہے۔

ادبی روایت Literary Tradition

ادب کا وہ نظام جو پہلے سے چلا آرہا ہو اور جو وقت کی کسوٹی پر کامیاب ٹھہرا ہو۔ اس کامیابی کو نئے عہد اور نئے زمانے میں بھی اہمیت

حاصل ہوتی ہے۔ مثال کے لیے غزل کی پانچ سو سالہ تاریخ میں بہت سی روایتیں قائم ہوئیں۔ غزل کا لہجہ اور موضوعات وقتاً فوقتاً بدلتے رہے لیکن اس کے بنیادی عوامل آج بھی قائم ہیں۔

ادبیات

دیکھیے : "ادب"

ارتباط

ربط، جملے میں ایسے الفاظ کا استعمال جو ایک دوسرے سے مربوط ہوں۔ یہ ارتباط علوم بلاغت میں شامل متعدد ذرائع سے پیدا کیا جانا ہے اور کلام کی لغوی و معنوی جمالیات کا حصہ ہے۔

ارادی مغالطہ اندازی

Intentional Fallacy

ڈبلیو۔ کے۔ ومساٹ اور ایم۔ سی۔ برڈلے نے اپنی کتاب Verbol Icon(1954) میں دو طرح کی مغالطہ اندازی کا ذکر کیا ہے۔ ان کے مطابق متن تخلیق ہونے کے بعد اپنے خالق سے کٹ جاتا ہے۔ چنانچہ اسے مصنف کی واقعاتی یا ذہنی سوانح یا اس کی منشاء کے حوالے سے جانچنا ایک مغالطہ ہے۔ اس نے دوسرا مغالطہ اثر پذیر بتایا ہے۔ اس کے مطابق قاری کے تاثرات کو معیار نقد قرار دینا بھی ایک مغالطہ ہے۔

ارتفاع Sublimations

ماہرِ نفسیات فرائڈ کے مطابق شعر و ادب میں مجہول خواہشات کا اظہار بالواسطہ طریقے سے بھی عمل میں آ سکتا ہے۔ وہ علامتوں کو بھی ایک ایسا وسیلہ مانتا ہے جن کے ذریعے دبی کچلی ہوئی خواہشات، جنسی جذبے کا اظہار و تسکین وغیرہ برقعہ پوش ہو کر تحت الشعور کو عبور کر لیتی ہیں اور اس طرح آدمی آسودگی پالیتا ہے۔ اس عمل کو اس نے ارتفاع کا نام دیا ہے۔ ارتفاع کے بارے میں سی۔ ای۔ ایم۔ جوڈ لکھتا ہے:

"لاشعور کے عناصر جو آخر کار شعور میں بار پا لیتے ہیں ان کی تطہیر کے عمل کو ارتفاع سے موسوم کیا جاتا ہے۔"(م ت ر، ص: ۳۹۵)

اس اصطلاح کا استعمال نفسیاتی تنقید میں فن پارے میں فن کار کے لاشعوری خیالات کو علامتوں کے ذریعے تلاش کیا جاتا ہے۔

ارسطوئی Aristotelian

مغربی تنقیدی اصطلاح میں وہ دبستانِ فکر یا نظریہ جس کے بانی عظیم فلسفی ارسطو تھے۔ ارسطو کے تصوراتِ فلسفہ ، نفسیات، منطق، تاریخ، سیاست، تعلیم اور ادبی تنقید کو ان کے پیروکاروں نے اپنایا اور پھیلایا۔ جس سے ایک مکتب وجود میں آیا۔ یہی مکتب فکر ارسطوئی کہلایا۔

اساطیر Myths देवमाला

اسطور کی جمع۔ قدیم قصّے کہانیاں۔

ینگ کے نزدیک اساطیر آرکی ٹائیپس ہیں جو افراد کے اجتماعی لاشعور میں زمانوں سے محفوظ چلے آئے ہیں ان سے تشکیل پاتے ہوئے تخیلی واقعات محض تخیل کی کارفرمائی نہ ہوکر انسانی زندگی یعنی اس کے افکار، زبان، ادب، مذہب و تہذیب، تاریخ و جغرافیہ غرض تمام شعبوں کی اثر آفرینی کا نتیجہ ہوتے ہیں اور تاحیات اسے متاثر کرتے رہتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں اساطیر فن و ادب میں سرایت کر جاتے ہیں۔ مابعد جدید ادب میں اساطیر یا دیو مالائی ادب کا بڑا دخل ہے۔

استقرائی تنقید Inductive Criticism

رچرڈ مولٹن(Richard Moulton) کو استقرائی تنقید کا بانی تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس نے اپنی کتاب "Shakespeare as a Dramatic Artist" میں استقرائی طرز فکر کی صراحت کی ہے۔ اس دبستانِ تنقید کے مطابق اصولِ انتقاد ہر فن پارے میں موجود ہوتے ہیں جن کی روشنی میں اس کی قدر و قیمت اور معیار طے کیا جاتا ہے۔ پروفیسر رچرڈ مولٹن کے الفاظ میں استقرائی تنقید ادب پارہ کی تعریف یا مذمت سے بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کا ادب پارہ کے مطلق یا اضافی محاسن سے کوئی تعلق ہے۔ استقرائی تنقید ادب کا سائنسی تحقیقات کی مانند جائزہ لے گی۔ یہ ادبی قوانین کو ادب پاروں میں سے تلاش کرتے ہوئے ادب کو بھی مظاہرِ فطرت کی مانند عملِ ارتقاء سے وابستہ قرار دیتی ہے۔

استھائی بھاؤ स्थायी भाव

قدیم مشرقی تنقید عربی، فارسی، اردو اور سنسکرت ادب سے متعلق ہے۔ استھائی بھاؤ کا تعلق سنسکرت اصولِ نقد سے ہے جس سے شعر و ادب کا نفسیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

سنسکرت علماء کے نزدیک شعر و ادب کی دلکشی کے پس منظر میں ایک ایسی مستقل داخلی کیفیت کا اثر شامل رہتا ہے جو ہر انسان میں دبی رہتی ہے اور یہ کیفیت ابھر کر ذہن کی تمام کیفیتوں کو اپنے آپ میں شامل کر لیتی ہے۔ شروع میں اندرونی احساسات من محرکات سے پیدا ہوتے ہیں علماء نے انھیں 'وبھاؤ' کا نام دیا اور جب دو بنیادی کیفیتیں ایک مستقل شکل اختیار کر لیتی ہیں تو اسے استھائی بھاؤ کہا گیا ہے۔

اسلوب Style

طرزِ بیان۔ اندازِ بیان۔ اسلوب اردو میں style کے ترجمے کے طور پر رائج ہے جو لاطینی لفظ Stilus سے مشتق ہے اور جس کے معنی اس نکیلے اوزار کے ہیں جس سے قدیم زمانے میں موم کی تختیوں پر لکھنے کا کام لیا جاتا تھا۔

"اصطلاحی معنوں میں اسلوب سے مراد کسی تخلیق کار کا وہ ڈھنگ ہے جو اس خاص صنف کی ادبی روایت میں مصنف کی اپنی انفرادیت کے شمول سے وجود میں آتا ہے اور چونکہ مصنف کی انفرادیت کی تشکیل میں اس کا علم، کردار، تجربہ، مشاہدہ، فلسفۂ حیات اور طرزِ فکر واحساس وغیرہ عوامل مل جل کر حصہ لیتے ہیں اس لیے اسلوب کو مصنف کی شخصیت کا پرتو اور اس کی ذات کی کلید سمجھا جاتا ہے۔"

(ک ت ا، ص ۱۳)

اسلوبی خصائص Style Features

وہ لسانی امتیازات جو لسانیات کی مختلف سطحوں پر پائے جاتے ہیں مثلاً صوتی، صرفی، نحوی، قواعدی اور معنیاتی سطحیں۔ بقول پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ:

"اسلوبیاتی تنقید کی بنیاد فن پارے کے لسانیاتی تجزیے پر قائم ہے۔ لسانیاتی تجزیے کے بغیر کسی فن پارے کی اسلوبیاتی خصوصیات کا تعین ممکن نہیں۔ ہر ادیب یا شاعر کے یہاں یا ہر فن پارے میں زبان کے استعمال کی کچھ خصوصیات پائی جاتی ہیں جو دوسرے ادیب یا شاعر کے یہاں یا دوسرے فن پارے میں نہیں پائی جاتیں۔ انھیں خصوصیات کو اسلوبیاتی خصائص قرار دیا گیا ہے۔"

(ات، ص۔ ۱۳۶)

اسلوبیات Stylistics

اسلوبیات ادب میں زبان کے استعمال کے مطالعے یا زبان کی ادبی کارپردازیوں کے

مطالعے کا نام ہے۔ اسلوبیات میں ادب کا صرف اس نقطۂ نظر سے مطالعہ کیا جاتا ہے کہ زبان کس طرح سے تخلیق میں استعمال ہوئی، تخلیق کار نے اس سے کیا کام لیا، زبان ابلاغ کا موئثر ذریعہ بنی یا رکاوٹ، علامتوں اور تمثالوں نے اسلوب کے جمال میں اضافہ کیا یا نہیں اور کیا صوتی آہنگ تھا یا نہیں۔ یہ اور اس انداز کے دیگر امور سے بحث اسلوبیات کے دائرہ کار کا تعین کرتی ہے۔

اردو تنقید میں اسلوبیات کو متعارف کرانے والے پروفیسر مسعود حسین خاں تھے۔ اس سلسلے کا پہلا مضمون ان کی کتاب "مطالعہ شعر وزبان" ۱۹۶۶ میں شامل ہے۔

اسلوبیاتی تنقید Stylistics Criticism

اطلاقی لسانیات(Applied Linguistic) کی ایک شاخ اسلوبیات (Stylistics) ہے جسے اسلوبیاتی تنقید بھی کہتے ہیں۔ اردو میں اسلوبیاتی تنقید کا آغاز ۱۹۶۰ کے بعد ہوا۔ مسعود حسین خاں نے اردو میں باقاعدہ طور پر اسلوبیاتی تنقید کی بنیاد ڈالی۔

اسلوبیاتی تنقید کی بنیاد ادبی متن کے لسانیاتی تجزیے اور اسلوبیاتی خصائص پر قائم ہیں۔ اسلوبیاتی تنقید میں ادبی متن کا تجزیہ لسانیات کی مختلف سطحوں پر کیا جاتا ہے جن میں صوتی، صرفی، نحوی، لغوی، قواعدی اور معنیاتی سطحیں شامل ہیں۔ لسانیاتی تجزیے کے بغیر کسی فن پارے کی اسلوبیاتی خصوصیات کا تعین ممکن نہیں۔ مرزا خلیل احمد بیگ کے مطابق اسلوبیاتی تنقید کی مکمل صورت یہ ہوگی:

"لسانیاتی تجزیہ+اسلوبی خصائص کی شناخت= اسلوبیاتی تنقید"(ات، ص:۱۳۶)

اشارہ Sign

دیکھیے: "نشان"

اصلاح

تذکرہ نویس تذکروں میں یا استاد شعراء خطوط وغیرہ میں شاعروں کے کلام پر رائے دیتے ہیں، کسی لفظ پر اعتراض کرتے ہیں یا اشعار کو بہتر بناتے ہیں تو اس امر کو اصلاح کہا جاتا ہے۔ یہ اصلاحات زمانے کے اعتبار سے لفظی ہوتی ہیں اور بے معنی اور تاثراتی نہیں ہوتیں بلکہ شاعری کے فنی اصولوں پر مبنی ہوتی ہیں۔

اصلاحِ زبان

ابتدائی دور میں اردو شعراء اپنے کلام میں عربی/فارسی الفاظ اور محاوروں کے علاوہ ہندی الفاظ و محاورے بھی استعمال میں لیا کرتے تھے

لیکن کچھ اساتذۂ سخن شعر یا کلام میں ہندی الفاظ کے استعمال کو معیوب سمجھتے تھے اور ان الفاظ کے استعمال پر اعتراض کرتے تھے۔ اسی کے تحت اساتذۂ سخن نے اصلاحِ زبان کے نام سے بعض تدابیر اختیار کیں جن کے رہنما دبستانِ لکھنؤ کے شاعر امام بخش ناسخ تھے۔ اصلاحِ سخن قدیم اردو تنقید کا ایک جز رہا ہے جس میں تنقیدی اشارے لفظی شکل میں پیش کیے جاتے ہیں، معنوی طور پر نہیں۔

اصلاحِ سخن

دیکھیے : "اصلاح"

اصلیت

حقیقت اور واقعیت۔

ملٹن نے اپنے مضمون Of Education میں شعر کے لیے تین چیزیں Passionate, Sensuous, Simple بتائی ہیں۔ حالیؔ نے یہ تینوں اصطلاحات ملٹن سے مستعار لی ہیں اور اپنی کتاب مقدمہ شعر و شاعری میں ان کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

حالیؔ نے ملٹن کے لفظ Sensuous کا ترجمہ اصلیت کیا ہے جب کہ صحیح ترجمہ "احساسی" ہونا چاہیے۔ شعر میں پیش کیا گیا خیال کسی نہ کسی اعتبار سے حقیقت پر مبنی ہو اور قرین قیاس ہو۔ Sensuous کے معنی میں اصلیت کے ترجمہ اور اس کے بیان پر بیشتر نقادوں نے اعتراض کیا ہے۔ ان لوگوں کے مطابق اس کا ترجمہ محسوساتی یا حسّی ہونا چاہیے۔

اطلاعی اسلوب Informative Style

ایسا اسلوب جس کا مقصد معلومات یا اطلاع فراہم کرنا ہو۔ ایسے اسلوب میں تخلیقیت کم اور لغوی مفاہیم زیادہ غالب ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ فرماتے ہیں:

"زبان کا ایک نہایت اہم فریضہ اطلاع رسانی ہے۔ یہ اطلاع سامع یا قاری تک اثبات و نفی دونوں طرح سے پہنچائی جا سکتی ہے۔ زبان کا استعمال جب اثبات و نفی کے لیے کیا جائے یا جب اس کے لیے استدلال پیش کیا جائے تو یہ زبان کا اطلاعی اسلوب کہلائے گا۔ اطلاعی اسلوب بیانیہ ہوتا ہے۔" (ات، ص۔ ۲۲۴)

اردو میں مولانا ابوالکلام آزادؔ کی نگارشات 'الہلال' ، 'البلاغ' اور 'تذکرہ' اطلاعی اسلوب کی نہایت عمدہ مثالیں ہیں۔

اطلاقی تنقید Practical Criticism

عملی تنقید۔

نظریاتی اصولوں کا عملی اطلاق، وہ تنقیدی تحریر جو ادبی متن کے مطالعے ، تفہیم، تجزیے، تقابل اور تشریح و تعبیر جیسے وسیلوں کے استعمال سے فن پارے کی جانچ پرکھ اور تعین قدر کا مرحلہ طے کرتی ہے۔

اطناب Amplification

وہ کلام یا تحریر جس میں ایجاز و اختصار کے بجائے طوالت و تفصیل سے کام لیا جائے۔
اردو ادب میں رجب علی بیگ سرور اور مرزا محمد عطا حسین تحسین کی تصانیف اطناب کی بہترین مثالیں ہیں۔

اطواری نظامی System of Modes

ساختیاتی نقاد نارتھروپ فرائی کہتا ہے کہ شعریات کا مربوط اور منظم نظریہ ممکن ہے اور اس نے فکشن کی اقسام کو ایک نظام کے تحت لاکر ضابطہ بند کرنے کی کوشش بھی کی۔
فرائی اس نظریے کی روسے فکشن کو دو طرح سے دیکھتا ہے۔ پہلا اطواری نظام اور دوسرا صنفی نظام۔ اطواری نظام دو زمانی / تاریخی (Diachronic) جہت رکھتا ہے۔

اظہار Expression

شاعر یا ادیب کا اپنے جذبات اور احساسات کو دوسروں تک منتقل کرنا اظہار کہلاتا ہے۔ یہ اظہار تقریر یعنی موجودگی اور تحریر یعنی عدم موجودگی دونوں حالت میں ہوسکتا ہے۔

اظہاری اسلوب Expressive Style

شاعر یا ادیب کا اپنے داخلی جذبے، احساس اور تاثر کو زبان کے ذریعے پیش کرنا اظہاری اسلوب کہلاتا ہے۔

اظہاریت Expressionism

یہ مصوری کی اصطلاح ہے جو ادب میں بھی استعمال میں لی جاتی ہے۔ ذہن و دل میں آنے والے خیالات، جذبات، احساسات اور تجربات کو ادب بنا دینا اظہاریت کہلاتا ہے۔
ادبی اظہار میں آزاد تلازمۂ خیال یا شعور کی رو کی تکنیک اظہاریت کو بروئے کار لانے کی مثالیں ہیں۔

افادی ادب

ذہنی تلذذ اور بصیرت کے مجرد افادات سے قطع نظر مادی فوائد حاصل کرنے کے نظریے سے تخلیق کیا گیا ادب افادی ادب کہلاتا ہے۔
سستے رومانی ناول، فلمی اور تفریحی رسائل وغیرہ افادی ادب کی مثالیں ہیں۔

افتراق Differance

فرانسیسی فلسفی اور نقاد ژاک دریدا کی خاص اصطلاح ہے۔ یہ فرانسیسی لفظ Differance، انگریزی لفظ Difference (فرق) اور Deferment (التوا) کے بیچ کا لفظ ہے اور بیک وقت دونوں مفاہیم کو حاوی ہے۔یعنی زبان کے نظام میں معنی، فرق اور التوا دونوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ دریدا مدلل انداز میں کہتا ہے کہ فرق کرنے یا ممتاز کرنے کے معنی ہی ملتوی کرنے یا معطل رکھنے یا باز رکھنے کے ہیں۔ اس طرح معنی مسلسل اور غیر مختتم طور پر فرق کی بنیاد پر لفظ در لفظ ملتوی ہوتے چلے جاتے ہیں۔ نظام نشانات میں ایک لفظ دوسرے لفظ کی اور دوسرا لفظ تیسرے لفظ کی اور تیسرا لفظ چوتھے لفظ کی پیش روی کرتا ہے اور یہ سلسلہ مسلسل چلتاہے۔

ژاک دریدا افتراق کے تصور کو ایک تحریک قرار دیتا ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے گوپی چند نارنگ رقم طراز ہیں کہ دریدا کے نظریہ افتراق کے تین خصائص ہیں:

"اول یہ کہ اس کی رو سے زبان کے عناصر میں افتراق اور اس کی وجہ سے معنی خیزی کا کھیل جاری رہتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حاضر معنی تو معنی دیتے ہیں، غائب عناصر بھی جن سے افتراق قائم ہوتا ہے، معنی خیزی کے عمل میں اپنے غیاب سے کارگر ہوتے ہیں۔ دردیدا غائب کے تصور کو Trace جھلک کہتا ہے۔ تیسرا یہ کہ زبان کے کارگر عناصر کے مابین (Distance) فاصلہ ہوتا ہے۔ تحریر ہو یا تقریر یا واقعہ یا خموشی کا پارہ بھی معنی کے افتراق اور التوا کے عمل میں خاصہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔"(س پ م، ص: ۲۲۷)

افقی Syntagmatic

سوسئیر زبان کو رشتوں کا نظام قرار دیتا ہے یہ رشتے لسانی نشانات نے ایک دوسرے سے قائم کر رکھے ہیں۔ یہ دو طرح کے ہوتے ہیں: عمودی اور افقی۔ ساختیاتی تنقید میں زبان کے ان دونوں محور کی بنیاد پر ادب کی شعریات کی تھیوری بنائی گئی ہے۔ لفظوں کو ایک با معنی جملے میں جوڑنا تاکہ اس سے وہ معنی حاصل ہو جائیں جس کے لیے لفظوں کو آپس میں جوڑا گیاہے یعنی جملے میں لفظوں کی نحوی ترتیب کو افقی رشتہ کہا گیاہے۔

التوا Deferment

ژاک دریدا کے مطابق لفظ / فن پارے کے معنی جتنا فرق (Difference) کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے اور موجود کہلاتا ہے اتنا ہی وہ غیر موجود اور غائب یا مختتم حرکت میں ہیں جسے اصطلاحاً التوا کہتے ہیں۔ گوپی چند نارنگ ژاک دریدا کے خیالات کو ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

"معنی چونکہ موجودگی سے بڑا ہے ، اپنی کارگردگی میں معنی جتنا اس عنصر سے قائم ہوتا ہے جو موجود ہے، اتنا ہی اس عنصر سے بھی قائم ہوتا ہے جو ناموجود ہے، یعنی جتنا تفریقی رشتے کا حاضر عنصر سے قائم ہوتا ہے، اتنا ہی اس رشتے کے غائب عنصر سے بھی قائم ہوتا ہے۔ اسے اصطلاحاً دریدا معنی کا التوا کہتا ہے۔"(س پ م، ص: ۲۲۸۔۲۲۹)

المیہ Tragedy

ارسطو نے اپنی کتاب شعریات / فنِ شاعری / بوطیقا میں شاعری کی چار اقسام قرار دیں ہیں جس میں المیہ ایک ہے۔

ارسطو نے المیہ کی تعریف اس انداز میں کی ہے:

" ٹریجڈی" نقل ہے کسی ایسے عمل کی جو اہم اور مکمل ہو اور ایک مناسب جسامت (یا طوالت یا ضخامت) رکھتا ہو، جو مزین زبان میں ہو، جس سے حظ حاصل ہوتا ہو، لیکن مختلف حصوں میں مختلف ذریعوں سے درد مندی اور دہشت کے ذریعے اثر پیدا کرکے جذباتی ہیجانات کی صحت اور اصلاح کرے۔"(ات، ص: ۴۸)

امتزاجی تنقید

امتزاجی تنقید یک رخی نہیں ہوتی بلکہ یہ تنقید بیک وقت کئی تصوّرات و نظریات کو جذب کرکے اسے ایک وسیع تر صورت عطا کرتی ہے۔ ڈاکٹر الطاف انجم کے الفاظ میں امتزاجی تنقید کی تعریف اس طرح ہے:

"امتزاجی تنقید اپنے دائرہ کار میں ادبی متن کی تشریح و توضیح اور تفہیم و تعبیر اور قدر شناسی میں ان تمام تنقیدی حربوں سے کام لیتی ہے جو ایک مخصوص متن میں مضمر مختلف اور متنوع عناصر کے اکتشافی تفاعل میں معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں۔"

(ام ج ت، ص: ۳۲۱،۳۲۲)

ڈاکٹر وزیر آغا نے" امتزاجی تنقید" اور رفیق سندیلوی صاحب نے "امتزاجی تنقید کی شعریات" کے عنوان سے کتابیں لکھیں ہیں۔

امیجری Imagery

پیکر تراشی۔ تمثال۔

شاعر یا ادیب مناسب ترین الفاظ کی مدد سے کسی شخص، شے، منظر یا واقعہ کی ایسی تصویر کشی کرے کے ان تمام چیزوں کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھنچ جائے اسے امیجری یا پیکر تراشی کہتے ہیں۔ یہ جدید تنقیدی شعریات کی اہم اصطلاح ہے۔

انحطاط پسند Decadents

ترقی پسند کا تضاد۔ یہ اصطلاح خود ترقی پسند تنقید نے اپنے سے قبل کی ادبی روایتوں کے لیے استعمال کی جسے انھوں نے "بورژوا" بھی کہا۔

انسلاک Association

دو یا زائد چیزوں کو منسلک کرنا۔ کلام میں دو یا زائد الفاظ کو ملا کر ترکیب بنانا یا کلام میں مستعمل الفاظ کا کلام کے دوسرے الفاظ سے مناسبت اور رعایت قائم کرنا۔

انفرادی لاشعور Individual Unconsious

نفسیاتی تنقید کی اصطلاح جس کے موجد فرائڈ تھے۔ ذاتی یا انفرادی لاشعور میں فرد کے انفرادی تجربات رہتے ہیں جن کا تعلق ماضی کے ان افعال سے ہے جن کو وہ کسی وجہ سے دبا دینا چاہتا ہے یا جن کا وہ اظہار نہیں کر سکتا۔

انفرادیت Individuality

کسی فن کار کا مرکزی تخلیقی رجحان جس کی خصوصیات اس کی تمام تخلیقات میں عموماً موجود ہوں اور اس کی شناخت بنیں۔

ایک فن کار یا تخلیق کار کو اس کے فن اور تدابیر کی خصوصیات کی بنا پر دوسرے فن کار یا تخلیق کار سے الگ پہچان دینا ادبی تنقیدی اصطلاح میں انفرادیت کہلاتا ہے۔ انفرادیت موضوعاتی اور اسلوبیاتی ہر طرح کی ہو سکتی ہے۔ جیسے غالبؔ کا فلسفہ، میرؔ کا سوز و گداز، دردؔ کی صوفیانہ شاعری۔ ان میں سے ہر شاعر اپنی فنی خصوصیات کے اعتبار سے انفرادیت رکھتا ہے۔

انقلابی ادب
Literature Revolutionary

وہ ادب جس میں پرولتاری اور عوامی نقطۂ نظر کو سامنے رکھ کر ان کی تفسیر اور تنقید پیش کی جائے۔

انقلابی تنقید Revolutionary Crticism

بیسویں صدی میں یہ نظریہ مارکسیت کے زیر اثر وجود میں آیا۔ بورژوا ادب کی سخت مخالفت

کی گئی اور ادب کو عوامی (Proletarian Literature) بنانے کی پر زور کوشش کی گئی۔ ادب کو زندگی کا صحیح ترجمان بنانا اس تنقیدی رویہ کا بنیادی مقصد ہے۔ اس لیے ادیب کو یہ ذمہ داری سپرد کی گئی کہ وہ مزدوروں کے لیے ادب لکھے اور ان کے مسائل کو اپنی تخلیق کا موضوع بنائے۔

النکار Rhetorics अलंकार

سنسکرت کے فصحاء نے بدیع کو النکار کہا ہے۔ النکار دبستان کو استحکام بخشنے والے علام، آچریہ بھام تھے۔ ان کے نظریے کو آچریہ رُدرٹ اور جے دیو نے جلا بخشی۔ النکار کے معنی سنسکرت میں زیب وزینت بخشنے والا عنصر ہے جس طرح ایک خوبصورت عورت کے حسن میں خوبصورت ملبوسات اور زیورات کے سبب ایک ناقابل بیان اضافہ ہو جاتا ہے، اسی طرح شاعری میں النکاروں کی موزوں موجودگی شاعری کے حسن میں اضافہ کرتی ہے۔

شاعری کے مختلف کرداروں، واقعات، جذبات اور محسوسات کو اور زیادہ واضح اور پُر تاثیر کرنے میں النکار نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔

سنسکرت میں النکار کی تین اقسام ہیں:

۱۔ شبد النکار جس سے لفظی خوبی مراد ہے۔

۲۔ ارتھ النکار جس سے معنوی خوبیاں مراد ہیں۔

۳۔ اوبھے النکار جس سے لفظی اور معنوی دونوں خوبیاں مراد ہیں۔

اہرامی تنقید Pyramidal Criticism

کسی صنف میں چوٹی کے کچھ فنکاروں کو الگ کر لینا اور باقی کو نظر انداز کر دینے کا رویّہ اہرامی تنقید کہلاتا ہے۔ مثلاً اردو شاعری میں میرؔ، غالبؔ، انیسؔ اور اقبالؔ کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے یہی اہرامی تنقید ہے۔

اہلیت Competence

نظریہ اہلیت۔

یہ نظریہ نوام چومسکی نے پیش کیا۔ اس سے مراد اس وجدان سے ہے جو زبان کو جاننے اور برتنے کے ذریعے کسی بولنے والے کے مزاج کا حصّہ بن جاتا ہے چنانچہ زبان کے اس پہلو سے تو واقف ہوتا ہی ہے جو استعمال میں لایا جا چکا ہے لیکن وہ اس بات کی اہلیت بھی رکھتا ہے

کہ وہ ایسی زبان لکھے جو اب تک لکھی تو نہیں گئی لیکن جو اس زبان کے اصول وضوابط کے مطابق ہے یعنی ایک زبان کے رائج سانچے میں نئے جملوں اور نئے استعمال کی صلاحیت ہی اس کی اہلیت کہلاتی ہے۔ اس کو جونتھن کلر نے ساختیاتی شعریات کا نظام وضع کرنے کے لیے استعمال میں لیا اور سوسئیر کے لانگ کے تصور پر اسے ترجیح دی ہے۔ اس کا اطلاق ادبی متون کی قرأت پر ہے۔

کلر کا ماننا ہے کہ متن کے لکھے جانے کے اصولوں کا تعین نہیں ہو سکتا، لیکن متن کے پڑھے جانے کی شعریات کا تعین ہو سکتا ہے اور اس شعریات کی بنیاد کلر نے چومسکی کے نظریۂ اہلیت پر رکھی ہے۔

ایذارسانی Sadism

سادیت۔

نفسیات کی اصطلاح جو فرانسیسی شخص Marquis Desad کے نام سے نکلی۔

ماہرینِ نفسیات کا ماننا ہے کہ یہ ایک جنسی بیماری ہے جس میں انسان دوسروں کو تکلیف پہنچا کر خوش ہوتا ہے۔

تنقید میں ایذارسانی کی اصطلاح کا استعمال وحید الدین سلیم نے اپنے مضمون "ہمارے شاعروں کی نفسیات" میں کیا۔ اس مضمون میں وحید الدین سلیم نے سودا کے ہجو لکھنے کے محرکات تلاش کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ہجو و مذمت کی نفسیاتی محرکات بہت سے ہیں مگر حسب ذیل محرکات زیادہ اہم ہیں۔ حسد، حد سے زیادہ کنجوسی، حد سے زیادہ حرص، مذہبی اختلاف، اظہار فخر، زیادہ نفاق، جوش انتقام، ایذارسانی۔"

(ج ات ان، ص ۲۲۷)

ایمبی ویلنس Ambivalence

دیکھیے "ابہام"

ب

باز تشکیل Adaptation

پہلے سے موجود فن پارے کی بنیاد پر کوئی نئی تخلیق تعمیر کرنا یا پرانے کو نیا بنانا باز تشکیل کہلاتا ہے۔ اردو میں اس کی مثال سریندر پرکاش کا افسانہ بجوکا ہے جو پریم چند کے مشہور کردار ہوری (ناول "گؤدان") کی توسیع ہے۔

باز آوری Anamnesis

جب ادیب حال کے مسائل کو بیان کرنے کے لیے ماضی کے حوالوں کا استعمال کرتا ہے اور یاد داشت یا تاریخ سے کام لیتا ہے تو اسے باز آوری کا عمل کہا جاتا ہے۔

بامعنی لفظ

کلام یا مضمون میں ایسے لفظ استعمال میں لینا جس کے معنی مضمون کے اعتبار سے ہوں اور ان میں مناسبت بھی پائی جائے۔

"بامعنی لفظ کار آمد لیکن ایک ہی معنی رکھتا ہے جب کہ معنی خیز لفظ کار آمد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سے زیادہ معنی بھی رکھتا ہے۔"

(ع آب، ص۲۲٦)

بدیعی Rhetorical

تنقید میں فن پارے کے تجزیے کے دوران بدیع اور بیان کی امتیازی شکلوں میں لسانی امتیازات کو نشان زد کرنا۔ ان امتیازات کی وجہ سے متعلقہ فن پارے، مصنف، شاعر، ہیئت، صنف یا عہد کی شناخت با آسانی ممکن ہو جاتی ہے۔

بسیط آواز

وہ آوازیں جن سے زبان کے معنی، الفاظ بنتے ہیں اور ان آوازوں کی مختلف ترکیبیں بنتی ہیں۔ بسیط آوازوں کا تعلق صوتیاتی تنقید سے ہے جس میں بسیط آوازوں کی تشریحی، تاریخی اور تقابلی یعنی تین طرفہ سے بحث ہوتی ہے۔ لسانیات میں اسے معنویات کہتے ہیں۔

بشر دوستی Humanism

جدیدیت کی اہم اصطلاح جس میں تخلیق کار اپنی تخلیق میں ذاتی انفرادی اور باطنی وجود کے احساسات کو پیش کرتا ہے۔

بشریت Anthropology

بشری ذہنی تفاعل مثلاً جذباتی رشتے اور باہمی تعلق وغیرہ پر مشتمل کیفیات جو مجموعی طور پر انسانی معاشرے کی کلید ہے۔

بقول لیوی سٹراس:

"کسی متھ کے اجزائے ترکیبی اس کے الگ الگ رشتے نہیں بلکہ ان رشتوں کے مجموعے ہیں، اور یہ رشتہ بطور مجموعہ ہی کارگر ہوتے ہیں اور معنی پیدا کرتے ہیں۔ بشریات رشتوں کے عمومی نظریے کا نام ہے۔ تمام انسانی ذہنی عمل، اصلاً آفاقی قوانین کے تابع ہے جو انسانی علامتی تفاعل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور انسانی لاشعور بھی ان قوانین کے میزان سے مناسبت رکھتا ہے۔" (س پ م، ص: ۳۸)

بل Accent

زبان کے وہ حصّے جو آوازوں کی اکائیاں بناتے ہیں ان کی ادائیگی کے لیے جو زور یا تاکید صرف ہوتی ہے اسے اصطلاح میں بل کہتے ہیں۔ یہ مصوتوں کے ساتھ وارد ہوتا ہے جہاں مصوتہ طویل ہو گا وہاں بل بھی سب سے زیادہ ہو گی۔

بلاغت

بلاغت ایک تصور ہے جو کسی بات کو بہترین انداز میں اس طرح کہنے سے وجود میں آتا ہے کہ جس سے وہ بات دوسروں تک معنی اور انداز کی بلندی کے ساتھ پہنچ جائے۔ یعنی بات کو دوسروں تک پہنچانے میں مرتبۂ کمال کو پہنچنا بلاغت ہے۔

بنائے مضمون

مضمون سازی کی بنیاد جس خیال یا لفظ پر ہوتی ہے، اسے بنائے مضمون کہا جاتا ہے۔

"اصطلاح بنائے مضمون اس مروجہ واسطے کو کہا جاتا ہے جس کے حوالے سے شاعر اپنے احساسات و جذبات اور خیالات کو پیش کرتا ہے یعنی شعر کا وہ کلیدی استعارہ جو اپنے مروجہ مفہوم، خصوصیات اور انسلاکات کے ساتھ شاعر کے خاص خیال یا مضمون کو ظاہر کرتا ہے بنائے مضمون کہلاتا ہے۔"

(غ ت ا، ص۱۱٦)

بورژوا Bourgeois

مارکس نے اپنے تصور معاش کی بنیاد پر انسانی سماج کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: پہلا بورژوا، دوسرا پرولتاریہ۔

مارکس کے مطابق بورژوا سماج کے ان لوگوں کا طبقہ ہے جو ملکیت اور ذرائع پیداوار پر قابض ہوتے ہیں اور سرمایہ دارانہ نظام کی فراہم کردہ رعایتوں کے باعث نظام معیشت کے بعض

پیشوں سے وابستہ ہو کر محنت کش طبقے (پرولتاریہ) کا استحصال کرتے ہیں۔

بورژوا ادب Bourgeois Literature

اعلیٰ طبقے کی عکاسی کرنے والا یا اس طبقے کی موافقت اور اسکی ترقی کے مقاصد سے لکھا گیا ادب بورژوا ادب کہلاتا ہے۔ اردو ادب میں قصیدہ، مثنوی اور داستان بورژوا ادب کی بہترین مثالیں ہیں۔

بوطیقا Poetics

تنقید کے نقاد اول ارسطو نے اس کتاب کو لکھ کر دنیائے ادب میں تنقید کی بنیاد رکھی اور تنقید کی مبادیات وضع کیے۔ اس کتاب میں ارسطو نے کامیڈی، ایپک، نقل، ٹریجڈی اور ڈرامہ اور اس کی اقسام و قواعد تحریر کیے ہیں۔ اس نے تزکیہ (Catharsis) کی اصطلاح استعمال میں لی مگر اس کی تشریح نہیں کی۔

تنقید میں یہ لفظ استعارے کے طور پر بھی لیا اور برتا جاتا ہے۔ مثلاً کسی نقاد کی کتاب کو بوطیقا سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

بولنے والا مضمون

اس کا تعلق ادب کی سماعی روایت سے ہے مثلاً مشاعرے میں ایسا شعر سنانا جس کے مضمون سے سننے والا فوراً مانوس ہو جائے تو اسے بولنے والا مضمون کہا جائے گا۔ سماعی روایت میں ایسی مزید اصطلاحات مستعمل ہیں مثلاً بولتی ہوئی ردیف کا بہت ذکر ہوتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ غزل کی ردیف ایسے لفظ پر مشتمل ہو کہ شاعر دوسرے مصرعے کے آدھے حصّے تک پہنچے اور سامعین اپنے آپ ردیف کے الفاظ پکار اٹھیں۔

بے ساختگی Spontaneous

بے ساختگی سے مراد ایسے اسلوب بیان سے ہے جو اتنا رواں اور سہج ہو کہ اس پر مصنوعیت کا گمان نہ ہو۔ اسے عام طور پر آمد بھی کہا جاتا ہے۔

بیاض Diary

بیاض سے مراد ایک ایسی کتاب سے ہے جس میں بیاض نویس شعراء کے پسندیدہ اور منتخب اشعار یکجا کر لیتا ہے۔ ان بیاضوں میں بالعموم ہر شاعر کے نام، تخلص اور کبھی کبھی اس کے وطن اور سلسلۂ تلمذ کی وضاحت بھی کر دی جاتی ہے۔

بیان کا موضوع

دیکھیے : ”بولنے والا موضوع“

بیان کنندہ Narrator

بیانیہ کسی نہ کسی کہانی کا بیان ہوتا ہے اور بیان ہونے کے معنی ہیں اسے بیان کرنے والا بھی لازماً موجود ہے۔ چنانچہ اس بیان کرنے والے یا دوسرے لفظوں میں کہانی سنانے والے کو بیان کنندہ کہا جاتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ بیان کنندہ سے مصنف مراد لیا جائے لیکن حقیقتاً بیان کنندہ کہانی کو بیان کرنے کا ایک حربہ ہے جسے مصنف کہانی کی نوعیت کی مناسبت سے اختیار کرتا ہے چنانچہ بیان کنندہ مصنف نہیں مصنف کا اختیار کردہ پیرایہ ہے۔

بیان کی صفائی

جس متن کو پڑھ کر اس کا مفہوم اور کیفیت صاف طور پر سمجھ میں آجائے اسے بیان کی صفائی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ترسیل کی ایک صورتِ حال ہے جس میں مصنف پیچیدگی کی جگہ غیر مبہم انداز اختیار کرتا ہے۔

بیانِ واقعہ

دیکھیے :" واقعہ نگاری"

بیانیات Narratology

بیانیہ سے متعلق علم یا مطالعات ۔افسانوی ادب کی تنقید کے لیے جس طریقہ کار کو عمل میں لایا گیا اسے بیانیات یا Narratology کا نام دیا گیا۔ بیانیات بیانیے کی سائنس ہے اس کے تحت بیانیہ کی ساخت اور فکشن میں اس کے عمل کو دریافت اور مرتب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پروفیسر قاضی افضال حسین بیانیات کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"اظہار کے لسانی معمول میں معنی خیزی کے وسائل کا مطالعہ اب باقاعدہ ایک شعبۂ علم ہے، جسے اصطلاحاً بیانیات (Narratology) کہتے ہیں۔ اس شعبۂ علم کی اساس اس تصور پر ہے کہ دوسرے معمولات اظہار (رنگ، موسیقی وغیرہ) کے مقابلے میں زبان متن کے معنی کے بیان کا تنہا وسیلہ ہے یہاں تک کہ وہ متون جو موسیقی یا رنگ کے ذریعے تشکیل پاتے ہیں ان کی تفہیم و تعبیر بھی صرف زبان کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ زبان، متن کی تشکیل اور اس کے 'معنی' کے تعمیر کا یہ غیر معمولی کارنامہ کیسے انجام دیتی ہے؟ بیانیات میں بحث و تجزیے کا موضوع ہے۔"(بیان، ص۔۷)

بیانیت Narrativity

وہ متن جس میں بیان کرنے کا رجحان پایا جائے۔ یہ سب سے زیادہ فکشن میں استعمال

ہوتا ہے۔ اس کے تحت کسی بیانیے کے بیان کرنے کی قوت کو متعین کیا جاتا ہے۔

بیانیہ Narrative

کہانی کے لیے بیانیہ ایک جدید اصطلاح ہے۔ ہر چند یہ سیاست، مذہب اور تاریخ وغیرہ میں بھی استعمال ہوتی ہے لیکن کہانی کے واقعات کی نمائندگی اس اصطلاح کے ذریعے بخوبی ہوتی ہے۔بقول شمس الرحمٰن فاروقی:

"بیانیہ دو چیزوں کا نام ہے ایک تو وہ حالات اورواقعات جن سے ہم بیانیہ کے ذریعے دو چار ہوتے ہیں اور دوسری شئے وہ بیانیہ متن یا کلام جس کے ذریعہ ہمیں ان واقعات اور حالات سے آگاہی ہوتی ہے۔"

(س ش ص جلد اوّل، ص: ۵۲)

شمس الرحمٰن فاروقی:

"بیانیہ تو اس عظیم اور تقریباً بے پایاں طرز اظہار کا پھل ہے۔ جسے ہم کسی وقوعے، کسی حالت، کسی کیفیت حتیٰ کہ کبھی کبھی کسی خیال کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ آج کی اصطلاح میں کسی بھی چیز کے بارے میں مربوط اظہار خیال یا تجزیہ بھی "بیانیہ" یعنی Narrative کہا جا سکتا ہے۔ اس مفہوم کی رو سے تمام تصورات جن پر ہم کسی نظام فکر یا نظام عمل کو قائم کرتے ہیں، بیانیہ کہے جانے کے مستحق ہیں۔

(س ش ص جلد سوم، ص: ۱۳)

بین العلومی تنقید

Interdisciplinary Criticism

بین العلوم سے مراد مختلف علوم اور اصول و نظریات کو ادبی قدر شناسی کے لیے استعمال کیے جانے سے ہے۔ ساختیات اور پس ساختیات نے یہ واضح کر دیا ہے کہ معنی خود ایک بین العلومی تشکیل ہے۔ جب ہم کوئی بات کہتے یا کوئی متن بناتے ہیں تو نفسیات سے لے کر جغرافیہ، تاریخ، سائنس اور ادب کے بہت سے علوم بیک وقت ہمارے متن کے معنی تشکیل دیتے ہیں۔ بین العلومیت سے یہ مراد بھی ہے کہ مختلف لوگ اپنے ذہن میں معروضات کا ایک مختلف تصور رکھتے ہیں۔ چنانچہ کوئی متن کسی ایک ذہن کے لیے کچھ اور معنی رکھتا ہے تو دوسرا ذہن اس متن کے کوئی دوسرے معنی سمجھ سکتا ہے۔ ان حالات میں کسی ایک یا مرکزی علم یا طریقے کو مطلقاً اپنا لینا معنی کی تکثیریت سے انکار کرنا ہے۔

بین المتونیت Intertextuality

متن پر متن لکھنا۔

یہ مابعد جدید تنقید کی اہم اصطلاح ہے۔ اس نظریے کو جولیا کرسٹیوا نے ۱۹۶۶ء میں پیش کیا۔ اردو کے قدیم تصورات میں استفادہ، توارد اور سرقہ وغیرہ کی اصطلاحات سے واضح ہوتا ہے کہ اردو میں کسی متن کی تعمیر کے لیے دوسرے متون کی ارادی یا غیر ارادی شرکت ہونا بین المتونیت کی واضح مثال ہے۔ لیکن یہ سب سامنے کی باتیں ہیں۔ پس ساختیاتی تنقیدی نظریہ نے بین المتونیت کی ایک اور ہی طرح کی لازمیت کو ظاہر کیا ہے۔ پس ساختیاتی نظریہ سازوں مثلاً رولاں بارتھ اور دریدا وغیرہ نے واضح طور پر کہا ہے کہ متن مصنف کے تجربات کا خود مکتفی بیان نہیں ہے بلکہ یہ روابط کا ایک نظام اور ایک جاری عمل ہے جس میں تحریر انہدام یا بے دخلی کے ذریعے مختلف متون کو معنی خیزی کے لامحدود عمل سے ہمکنار کرتی ہے۔ جولیا کریٹیوا نے متن کے اس مخصوص کردار کو بین المتونیت کا نام دیا ہے۔ گویا کسی متن کی تعمیر میں متعدد اور مختلف متون کی شرکت لازمی طور پر ہوتی ہے۔ پروفیسر ناصر عباس نیر بین المتونیت کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں:

''کوئی متن (خواہ وہ نظم ہو، افسانہ، کوئی کمرشل یا فلم) جب وجود پذیر ہوتا ہے تو اس مین متنوع عناصر اور متون کام آتے ہیں اور یہ متون پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ پہلے سے موجود متون بھی اپنے سے پہلے متون کو بروئے کار لانے کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اور متون کی اس تشکیل پر بھی یہی اصول لاگو ہوتا ہے۔ یوں ایک متن کے اندر متن در متن کا ایک عجیب سلسلہ ہوتا ہے۔''

(ج م ت، ص:۳۰۶)

پ

پابند رکن Close Syllable

ایسا صوتی رکن جو کسی حرف صحیح یا مصمتہ پر ختم ہو، پابند رکن کہلاتا ہے۔ بیشتر قصائد اور مراثی اس رکن میں لکھے گئے ہیں۔

پابند موٹف Bound Motif

روسی ہیئت پسندی کی اصطلاح جسے بورس توماشیوسکی (Boris Tomashesky) نے وضع کیا۔ پلاٹ کا وہ جز جس کا بیان کرنا کہانی کی رو سے ضروری ہو، پابند موٹف کہلاتا ہے۔

پرولتاری Proletariat

کارل مارکس سماج کو دو حصو میں تقسیم کرتا ہے: بورژوا اور پرولتاری۔ پرولتاری طبقہ سے مراد سماج کا وہ طبقہ ہے جس کا استحصال کیا جاتا ہے اور انھیں اپنے مفادات کے لیے جد وجہد کرنی ہوتی ہے۔ مارکس لکھتا ہے:

''پرولتاریہ وہ طبقہ ہے جو اپنی عام مصیبت کے نتیجہ میں عالمی کردار کا حامل ہے، یہ ایک ایسا طبقہ ہے جو اپنے ساتھ سماج کے تمام دوسرے طبقوں کو مصیبت سے نجات دلائے بغیر خود نجات نہیں پاسکتا۔'' (ف س، ص ۱۴۲)

پرولتاریت Proletarianism

مارکسی تنقید کی اصطلاح۔

مزدور یا نچلے طبقے کی زندگی کو اپنے فنی اظہار کے لیے موضوع بنانے کا نظریہ۔

پیرول Parole

ساختیاتی تنقیدی نظریہ کے بانی سوسئیر نے زبان کی کارکردگی کو سمجھنے کے لیے یہ اصطلاح وضع کی۔ پیرول سے مراد گفتار ہے۔ پیرول روزمرہ کا تکلم ہے جو کسی بولنے والے شخص کی دسترس میں ہے۔ یہ زبان کے جامع تجریدی نظام لانگ Langue کا حصّہ ہے۔

پیش منظر Foregrounding

اسلوبیاتی تنقید کی اصطلاح۔

پراگ اسکول کے نقاد ژاں مکاروسکی (Jan Mukarovsky) نے زبان کے مخصوص استعمال سے متعلق Foregrounding کا نظریہ پیش کیا۔ اس نظریہ میں ایک ادبی فنکار زبان کو اپنے ادبی و تخلیقی اظہار کے لیے استعمال کرتا ہے تب وہ بالارادہ اور شعوری کوششوں کے ذریعے اس میں جدت اور تازگی لاتا ہے جس سے زبان اپنے عام راستے سے جدا ہو جاتی ہے اور اس میں ندرت اور

انوکھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ادبی زبان بالخصوص شعری زبان ہے۔ اردو میں Foregrounding کے لیے پیش منظر کی ترکیب استعمال میں لی گئی ہے۔

پیکر Image

احساس کی لفظیاتی تجسم کا نام پیکر ہے۔ بقول شمس الرحمٰن فاروقی:

"ہر وہ لفظ جو حواس خمسہ میں کسی ایک (یا ایک سے زیادہ) کو متوجہ اور متحرک کرے پیکر ہے یعنی حواس کے اس تجربے کی وساطت سے ہمارے متخیلہ کو متحرک کرنے والا لفظ پیکر کہلاتا ہے۔"

(ش ر ف، ص: ۱۳۴)

پیکر تحریک

شاعری کی تحریک جس کی ابتداء ۱۹۰۹ء میں ہوئی تھی جس کے بنیاد سازوں نے ۱۹۰۸ء میں Club Poets نام سے ایک انجمن قائم کی تھی۔ اس تحریک کی نشو نما میں ڈ۔ اے۔ ہیوم، ڈی ایچ۔ لارنس، جے جے فلیچر وغیرہ شاعروں کے نام قابل ذکر ہیں۔ اس نظریہ سازوں کے مطابق شاعر اپنے موضوع کے انتخاب میں آزاد ہوتا ہے۔ اس کی زبان روزمرہ کی زبان ہوتی ہے جس میں اختصار و اجمال کا لحاظ رکھنا ہوتا ہے۔ طویل نظموں کے بجائے مختصر نظمیں لکھی جاتی ہے اور زبان کا اظہار شعری پیکروں سے مملو ہوتا ہے۔

پیکر تراشی Imagery

پیکر کے لغوی معنی شکل و صورت کے ہیں۔ اصطلاحی معنی اشیاء کی مشابہت جو صرف ذہنی تصویریں پیش نہیں کرتی بلکہ تخلیقی تجربے کے حسّی ادراک سے عبارت ہے جو نہ صرف اشیاء و مظاہر بلکہ خیالات و افکار اور تصورات و ذہنی ارتسامات کو بھی ٹھوس اور محسوس شکل میں پیش کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

ت

تاثراتی تنقید Impressionistic Criticism

ادب پارے کے مطالعے کے دوران ذہن پر پڑنے والے اثرات اور وجدانی تاثرات کو لفظ و معنی کی بحث میں الجھے بغیر من و عن لفظوں کی شکل میں صفحۂ قرطاس پر محفوظ کر لینا تاثراتی تنقید کہلاتا ہے۔ اس تنقید میں نقاد کے ذاتی ذوق اور داخلیت کا دخل ہوتا ہے۔

تاریخی لسانیات Historical Linguistics

لسانیاتی تنقید کی اصطلاح۔
تاریخی لسانیات میں کسی زبان کے آغاز، تشکیل اور عہد بہ عہد ارتقاء کا مطالعہ اس زبان کے سابقہ حالات اور تحریری حوالوں سے کیا جاتا ہے۔ تاریخی لسانیات میں زبانوں کا تقابلی مطالعہ بھی کیا جاتا ہے۔

تاریخی مادیّت Historical Materialism

یہ نظریہ کارل مارکس نے پیش کیا جو تاریخ کی مادی اور معاشی تعبیر سے تعلق رکھتا ہے جس میں سماجی ارتقاء کے عمل کا تمام تر انحصار پیداواری ارتقاء پر مبنی ہے اور یہ ارتقاء پیداواری وسائل اور رشتوں پر منحصر ہے۔
مارکس کے خیال میں ایک اقتصادی طبقہ دوسرے اقتصادی طبقے کے ساتھ تب تک رہتا ہے جب تک غیر طبقاتی سماج ظہور پذیر نہیں ہو جاتا اور استحصال کرنے والے طبقے اور استحصال کا شکار ہونے والے طبقے کی تفریق ختم نہیں ہو جاتی۔ مذکورہ دونوں طبقات میں جو ٹکراؤ کا عمل پیش آتا ہے اسے مارکس کے الفاظ میں طبقاتی کشمکش کہتے ہیں۔ مارکس کے اس نظریہ کا اثر ادب اور فن دونوں پر پڑا۔ ادب میں انفرادیت کی جگہ سماجی مسائل کو پیش کیا جانے لگا۔ اسی کے تحت مارکسی تنقید میں فن پارے کے تجزیہ و تفہیم کے لیے تاریخی مادیت کا استعمال کیا جاتا ہے۔

تاریخیت Historicity

تاریخ کے حوالے سے کسی بھی دور کے ادب کو سمجھنے کے لیے اس دور کے تہذیبی اور معاشراتی اقدار اور رسم و رواج کو سمجھنا ناگزیر ہے۔ مختلف تاریخی ادوار کے تناظر میں ادب کا مطالعہ، تجزیہ، تشریح، تفہیم اور توضیح تاریخیت کہلاتی ہے۔

تاریخیت کی تعریف گوپی چند نارنگ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ادب تاریخ کا زائیدہ ہے اور ادب کا وہی مطالعہ صحیح اور مناسب ہے جو تاریخی اور سماجی تناظر کے ساتھ کیا جائے۔"

(س پ م، ص: ۵۹۳)

اردو میں تاریخی عناصر ترقی پسند ادب میں نظر آتے ہیں۔

تانیثی تنقید Feminist Criticism

مابعد جدید تنقید کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس کی بنیاد تاریخ و تہذیب میں عورت کی حیثیت اور شناخت سے متعلق ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ مرتبہ و شناخت فطری تھی یا مرد اساس ثقافت نے اس کی صورت حال بنا دی تھی اور تیسری بات یہ کہ ان دونوں سوالات کے تناظر میں عورت کی اصل حیثیت کیا ہے۔ تانیثی تنقید اس کے دو تین پہلوؤں پر زیادہ توجہ دیتی ہے مثلاً ایک پہلو تو یہ ہے کہ وہ ادب جسے مردوں نے لکھا اس میں عورت کی حیثیت کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ خود عورتوں نے جو ادب لکھا اس میں عورت کس مقام کی حامل ہے۔ اور تیسری بات یہ کہ ان تمام امور میں عورت کے خلاف ہونے والے مظالم کا احتجاج کتنا اور کس سطح کا ہے۔ پروفیسر ناصر عباس نیر کے مطابق تانیثی تنقید کا عمومی مزاج نظر ثانی سے عبارت ہے یعنی ادب میں عورت کی حیثیت پر نظر ثانی کی گئی ہے لیکن نسوانی تنقید عورت کی وجودی شناخت پر بھی غور کرتی ہے اور نسائی تخلیقی عمل یہاں تک کہ نسائی کلچر کو بھی نشان زد کرتی ہے۔ اس میں جنسی اور صنفی فرقہ واریت بھی سر اٹھاتی ہے لیکن بحیثیت مجموعی یہ انسانی ثقافت کو مردانہ اور نسوانی ثقافتوں سے مرکب قرار دینے میں بھی کوشاں نظر آتی ہے۔

تبصرہ Review

کسی کتاب پر اس کے موضوع، فنی مسائل، مقصد، خصوصیت وغیرہ کے بارے میں غیر جانب داری سے معلومات فراہم کرنا تبصرہ کہلاتا ہے۔ بقول شمس الرحمٰن فاروقی تبصرے کے بارے میں چھان بین کے کئی پہلو ہو سکتے ہیں: اخلاقی مکتبی، علمی۔ تبصرہ استدلال (Arguments) کے ذریعہ کوئی نظریہ نہیں خلق کرتا بلکہ کسی بنے بنائے نظریہ یا نقطۂ نظر

کی روشنی میں کسی مخصوص کتاب کا جائزہ لیتا ہے۔

(ش غ ن، ص: ۲۹۴)

تجربہ Experience

افتخار جالب کے مطابق:

"ادب کی بنیاد تجربہ اور احساس پر ہوتی ہے۔ تجربہ سے مراد ہر وہ حادثہ ہے جس سے ذہن دو چار ہوتا ہے۔ چاہے وہ بظاہر اہم ہو یا غیر اہم۔ اس طرح محبت سے لے کر مطالعہ اور لباس بدلنے سے لے کر ناخن تراشنا سب تجربہ میں داخل ہے۔ احساس سے مراد ہر وہ ردِ عمل ہے جو ان تجربات کی وجہ سے ذہن کے پردہ پر رونما ہوتا ہے۔"

(ج ا ت ت م، ص:۱۲۶)

تجرید Abstract

تجریدیت۔ مصوری کی اصطلاح جو ادب میں جدیدیت کے زیرِ اثر ۱۹۶۰ کے بعد اردو میں رائج ہوئی۔

تجرید میں عام کہانی کی طرح موضوع اور پلاٹ نہیں ہوتے اور نہ ہی فن کا تعلق انسان کے شعور سے ہوتا ہے بلکہ تجرید کا زیادہ تر تعلق لاشعور سے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر قاضی عابد تجرید کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

"اس اصطلاح کی فکری بنیادیں بھی قدیم یونانی فلسفے میں پیوست ہیں اور مابعد الطبعیات سے بھی اس کا کوئی نہ کوئی تعلق ضرور رہا ہے۔ ہر وہ مادی شے جو پیکر نہ رکھتی ہو، مجرد، تجریدی یا تجریدیت کے زمرے میں شمار ہوتی ہے یہ کوئی تصور بھی ہو سکتا ہے، شے بھی اور صورت حال بھی۔"

(بحوالہ ت ت ا، ص: ۳۱۔۳۲)

تجریدی افسانہ

تجریدی افسانے سے مراد ایسی کہانی سے ہے جو نہ پلاٹ رکھتی ہو، نہ کہانی، نہ کردار اور نہ ہی موضوع بلکہ اس کہانی یا افسانہ کا تعلق انسان کے لاشعور سے ہوتا ہے۔

اردو میں تجریدی افسانے کی شروعات ۱۹۶۰ء کے بعد ہوئی۔ کرشن چندر کا افسانہ "غالیچہ" اور احمد ندیم قاسمی کا افسانہ "سلطان" تجریدی افسانے کے بہترین مثالیں ہیں۔

تجزصوتیات Phonology

علم اصوات۔

لسانیاتی تنقید کی اصطلاح۔ کسی مخصوص زبان میں کون کون سی ممیز آوازیں (Distinctive Sound Units) پائی جاتی ہیں اور وہ کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ مل کر معنی کی ترسیل و ابلاغ میں معاون ثابت ہوتی ہیں اور ان کی ترتیب و تنظیم سے کس طرح اس زبان کے الفاظ کی تشکیل عمل میں آتی ہے تو یہ مطالعہ تجز صوتیات کہلاتا ہے۔

تجزیاتی تنقید Analytical Criticism

تنقید کا وہ انداز جس میں فنی تخلیق کے صرف معنوی حسن کو نہیں بلکہ فن کار کے خیال اور فن کے تمام محاسن اور مفہوم کا بے لاگ اور غیر جانب داری سے معروضی مطالعہ کرکے نتائج اخذ کیے جائیں، تجزیاتی تنقید کہلاتی ہے۔

تجزیہ Analysis

کسی چیز کے ٹکڑے کرنا۔ تحلیل کرنا۔ قاری فن پارے کی قرأت کے دوران اس کی تفہیم کی کوشش کرتا ہے کہ یہ فن پارہ کس وجہ سے وجود میں آیا، اس کی قسم کیا ہے، اور کن حالات میں یہ لکھا گیا، اصطلاح نقد میں قرأت کے اس عمل کو تجزیہ کہتے ہیں۔ تجزیہ سے فن پارے کے مختلف اجزاء کے مابین ربط اور ان سے بننے والی کلّیت کا قریبی مطالعہ ممکن ہوتا ہے۔ قاضی افضال حسین تجزیہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تجزیہ متن کے اجزا میں ربط کے ان علاقوں کی دریافت اور تشریح کا فن ہے جس سے معنی خیزی کے جہات پھوٹتے ہیں۔“

(ن ک ت، ص: ۳۱)

تحت البیان Under Statement

تحت البیان میں نثر میں بات کھول کر بیان نہیں کی جاتی بلکہ زبان کو قاری کے تخیل پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور تحریر میں ثقیل الفاظ کی مدد سے اشارتی زرخیزی پیدا کی جاتی ہے۔ اردو میں الطاف حسین حالیؔ اور مولوی عبد الحق کی نگارشات تحت البیان کی عمدہ مثالی ہیں۔

تحریر Writing

لکھی ہوئی عبارت۔ اصطلاحاً وہ عبارت جو کاغذ پر لکھی ہوئی ہو۔ تحریر کو عام طور پر تقریر کے مقابل رکھا جاتا ہے یعنی لسانی اظہار دو طرح سے ہو سکتا ہے ایک بولا ہوا اور دوسرا لکھا ہوا۔ بولے ہوئے کو تقریر اور لکھے ہوئے کو

تحریر کہتے ہیں۔ تنقیدی سطح پر تحریر اور تقریر کا فرق بتاتے ہوئے ناصر عباس نیر لکھتے ہیں:

"تقریر اپنے بولنے والے کی موجودگی اور اس کے دیے گئے معنی کی پابند ہے اور یہ معنی واحد ہے۔ مگر تحریر کے گلے میں مصنف کے دیے گئے (اور واحد) معنی کا طوق نہیں ہوتا۔ اس لیے تحریری متن کی تعبیر کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ یہ ضرورت ہر متن کی ساخت میں مضمر ہوتی ہے اور تعبیر قاری کی فعال شرکت کے بغیر ممکن نہیں۔ تھیوری نے تحریر/متن کو ایک ادارہ اور اس کی قرأت کو ایک سرگرمی ٹھہرایا ہے۔"

(ج م ت، ص: ۳۰۴)

تحریر اساس تنقید
Writing Based Criticism

وہ تنقید جو تحریری متن کو بنیاد بناتی ہے اور زبان کے Logocentric تصور سے کام لیتے ہوئے اظہار اور معنی کے وسیلوں کا جائزہ لیتی ہے۔

تحریر کی سائنس Grammatology

ردِّ تشکیل تنقیدی نظریہ کی اصطلاح جس کو ژاک دریدا نے وضع کیا۔ دریدا نے تقریر اور تحریر دونوں کو زبان کی ایک سائنس قرار دیا ہے۔ دونوں میں عدم استقلال ہے۔ زبان کی اس سائنس کو اس نے اصطلاحاً تحریر کی سائنس (Grammatology) کہا ہے۔

تحریک Movement

جب اجتماعی سطح پر ہم خیال لوگ کوئی مخصوص سیاسی اور ادبی فکر رکھتے ہیں اور ایک مقصد کے تحت کام کرتے ہیں یا ادب لکھتے ہیں تب وہ اجتماعی صورتِ حال تحریک کہلاتی ہے۔ تحریک کا باقاعدہ دستور عمل/منشور اور مقصد ہوتا ہے۔ اسی منشور کی روشنی میں تحریک کی تبلیغ اور تشہیر کی جاتی ہے۔ کئی بار تحریک اپنا کام مکمل کر چکی ہوتی ہے مگر اس کے تصور رکھنے والے لوگ زندہ رہتے ہیں۔ اردو ادب میں سر سیّد تحریک اور ترقّی پسند تحریک وغیرہ کی یہی نوعیّت رہی ہے۔

تحلیل Analysis

تنقید میں تحلیل کے معنی کسی تخلیق کے مختلف اجزاء کی الگ الگ اور پھر بطور کل ان کی تفصیلی جانچ پرکھ کرتے ہوئے کوئی تنقیدی نتیجہ برآمد کرنا۔

تحلیل نفسی Psycho Analysis

نفسیاتی تنقید کی ایک اصطلاح جو علم النفسیات سے ماخوذ ہے۔ فرائڈ نے خوابوں کو سمجھنے کے لیے اور کسی شخص کی نفسیاتی خصوصیات کو نشان زد کرنے کے لیے جو طریقہ اپنایا اسے تحلیل نفسی کہا جاتا ہے۔ اسی کی رو سے ادب میں بھی کسی فن پارے میں مضمر مصنف کی شخصیت اور اس کے نفسیاتی عوامل کو تلاش کیا جاتا ہے۔ نفسیاتی تنقید کا اصول یہ ہے کہ ہر فن پارے میں اس کے لکھنے والے کی شخصیت ہر حال میں شامل ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کے تخلیقی محرکات کو تحلیل نفسی کے ذریعے دریافت کیا جاسکتا ہے۔

تخلیقی تنقید Creative Criticism

امریکی نقاد جوئیل سپنگراں (Joel Spingran) نے تاثراتی تنقید کو تخلیقی تنقید کہا ہے۔

نقاد کسی تخلیق کے مطالعے کے دوران اپنے تاثرات کا اظہار تحریری شکل میں کرے تو ایک او تخلیق وجود میں آتی ہے جسے تخلیقی تنقید کہتے ہیں۔بقول احتشام حسین:

”حقیقت یہ ہے کہ ہر ایسی تنقید کو تخلیقی کہا جا سکتا ہے جس میں تنقید نگار کی بصیرت، حقیقت کو سمجھنے کی لگن یا غور و فکر کی روح شامل ہو، اس مفہوم میں کوئی تنقید تخلیقی نہیں کہی جا سکتی جس مفہوم میں ہم تخیلی شاعری، ڈراما، ناول یا افسانے کو تخلیقی ادب کہتے ہیں۔(ت ن، حصہ اول، ص: ۱۰)

تخلیقی زبان Creative Language

لفظ تخلیق سے ظاہر ہے کہ یا تو زبان تخلیق کی جاتی ہے یا وہ زبان ہے جو ادبی فن پاروں میں تشکیل پاتی ہے۔ یہ جمالیاتی عناصر سے لبریز ہوتی ہے اور اس میں تخلیق کو ترسیل پر ترجیح دی جاتی ہے۔ تخلیقی زبان میں مجازی معنی پیدا کرنے کی قوت ہوتی ہے اور لفظ خارجی دنیا کے حوالے سے نکل کر متن کے اندرونی حوالے سے وابستہ ہو جاتا ہے اور اس طرح معنی سے معنی پیدا کرنے کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی کے مطابق تشبیہ، پیکر، استعارہ اور علامت میں کم سے کم دو عناصر تخلیقی زبان میں ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ اگر دو سے کم ہوں تو زبان غیر تخلیقی ہو جائے گی۔

تخلیقی عمل Creative Process

ادب میں کسی ادبی فن پارے کو وجود میں لانے کی ذہنی اور جسمانی کوشش۔ تخلیق کار اپنے مشاہدات، تجربات، ذہنی فکر، احساسات اور تخیل کے ذریعے کوئی ادبی تخلیق وجود میں لاتا ہے۔ اس ادبی تخلیق کو وجود میں لانے کے لیے جو ذہنی عمل کام کرتا ہے اسے تخلیقی عمل کہتے ہیں۔

تخلیقی قواعد Generative Grammar

تخلیقی قواعد کا نظریہ نوام چامسکی نے پیش کیا۔ اس کے مطابق جو قواعد ایسے اصولوں پر مشتمل ہو جو اس بات کی صراحت کرے کہ کسی زبان کے فقروں یا جملوں کی کون سی ترتیب ممکن ہے اور کون سی ممکن نہیں۔ تو ایسی قواعد تخلیقی قواعد (Generative Grammar) کہلائے گی۔

تخلیقیت Creativity

لغوی طور پر تخلیقیت کے معنی وہ صورتِ حال ہے جس میں کوئی چیز ارادہ کر کے بنائی جائے اس کے معنی یہ ہوئے کہ جو چیز بنائی جائیگی وہ دوسروں کے مقابلے میں نئی اور معنی خیز ہوگی۔ ادبی سطح پر تخلیقیت کو معروضیت کے مقابل رکھا جا سکتا ہے۔ معروضیت راست اظہار اور ایک ہی معنی پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے بر عکس تخلیقیت کا جوہر ادب میں جمالیات، حسّیات اور فکر کا ایک ایسا لسانی پیکر ہوتا ہے جس میں ادبی تخلیق کی تمام خصوصیات جمع ہو جاتی ہیں اور فن پارہ وجود میں آتا ہے۔

(س پ م، ص: ۵۴۲،۵۴۱)

تخم ریزی Dissemination

معنی افشانی۔

ژاک دریدا کی وضع کردہ اصطلاح ۔ پس ساختیات کی کلیدی اصطلاح ہے جس میں زبان کے معنی قائم کیے جاتے ہیں، پھیلائے جاتے ہیں اور بکھیرے جاتے ہیں اور معنی کی تکثیریت پر زور دیا جاتا ہے۔ ژاک دریدا کے اس نظریے کو گوپی چند نارنگ اس انداز میں بیان کرتے ہیں:

”دریدا ایک اور اصطلاح بھی استعمال کرتا ہے (Dissemination) جس کے دونوں معنی کا وہ فائدہ اٹھاتا ہے، یعنی تخم ریزی/ گاڑنا/ قائم کرنا، نیز پھیلانا/ بکھیرنا۔ یعنی زبان معنی کا بیج ہوتی ہے، معنی کو قائم کرتی ہے، جہاں وہ بعد

میں برگ و بار لاتا ہے۔ یا یہ کہ زبان معنی کو بکھیرتی ہے۔ دور دور پھیلا دیتی ہے۔"

(س پ م، ص: ۲۱۴)

تدوین Editing

تحقیق اور متنی تنقید کی اصطلاح ۔ تنقیدی اصطلاح کے طور پر خلیق انجم نے اپنی کتاب 'متنی تنقید' میں پیش کیا ہے۔ تدوین کے عمل میں کسی فن پارے کے مختلف نسخوں کا مقابلہ کرکے درست متن تیار کیا جاتا ہے۔ "ترسیلاتِ ارشد" میں تحقیق میں تدوین کے کام کو نشان زد کرتے ہوئے ارشد عبد الحمید لکھتے ہیں:

"متن کا مفہوم واضح نہ ہو تو اس کے ابہام کو تحقیقی اصولوں کے تحت دور کرنا، غریب، متروک یا نامانوس الفاظ اور اصطلاحات وغیرہ کو قابلِ فہم بنانا متن سے تحقیقی نتائج بر آمد کرنا اور ان تمام کاموں کی بنیاد اسناد، شواہد اور استدلال پر رکھنا اسی کو ترتیب و تہذیبِ متن یا تحقیق و ترتیب متن کہا جاتا ہے اور تحقیق کی اسی شاخ کو ہم متنی تحقیق کہتے ہیں۔

(ت ا، ص:۷۵)

تذکراتی تنقید

اردو تذکروں میں تذکرہ نگاروں نے قدیم مشرقی تنقیدی شعریات کی روشنی میں شعراء کے کلام پر جو اشاریں، اصلاحیں اور تنقیص کی ہے اسے تذکراتی تنقید کہتے ہیں۔

تذکرہ Biographical Memories

تذکرہ سے مراد ایسی کتاب جس میں تذکرہ نگار، شعراء کے مختصر حالات اور ان کا منتخب کلام درج کرتے ہیں۔ کبھی کبھی کلام پر رائے اور اصلاح بھی دیتے ہیں۔ اردو میں تنقید کے اولین تحریری نمونے تذکرے ہی ہیں۔ اردو کا پہلا تذکرہ محمد تقی میرؔ کا "نکات الشعراء" ہے۔

ترسیلی اہلیت

Communicative Competence

اسلوبیاتی تنقید کی اصطلاح۔ اس کے موجد امریکی ماہر لسانیات ڈیل ہائمز ہیں۔ ہائمز کے مطابق کسی شخص کے لیے محض اپنی زبان کا علم، اہلیت یا شعور ہی کافی نہیں، بلکہ مخصوص سماجی سیاق و سباق میں اسے اپنی زبان کو برتنے اور بروئے عمل لانے کا شعور بھی ہونا چاہیے کیوں کہ زبان ایک سماجی مظہر (Social

(Phenomenon ہے جسے سماجی سیاق وسباق سے الگ کر کے نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔

(ات، ص: ۲۳۶)

ترقی پسند ادب
Progressive Literature

۱۹۳۶ء کے بعد ترقی پسند تحریک کے زیر اثر جو ادب لکھا گیا وہ ترقی پسند ادب کہلایا۔ اس کا بنیادی اصول یہ تھا کہ ادب کو سماج کی حقیقی اور بنیادی مسائل سے بحث کرنا چاہیے۔ ترقی پسند ادب کا موضوع انسانی زندگی کی حقیقت اور واقعیت ہوتا ہے اور اس ادب کے کردار کسان، مزدور، ساہوکاراور زمیندار وغیرہ ہوتے ہیں۔

ترقی پسند ادب کی تین خصوصیت ہوتی ہیں: پہلی یہ کہ اپنے دور کی اجتماعی زندگی کی ترجمانی کرتا ہے، دوسری خصوصیت فن پارے میں کسی خاص سماجی مقصد کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے اور تیسری خصوصیت یہ کہ اس کی شاعری بیانیہ اور خطابیہ ہوتی ہے۔

ترقی پسند تحریک کی پہلی کانفرنس (لکھنؤ) میں پریم چند نے اپنے صدارتی خطبہ میں ادب کا مقصد کچھ ان الفاظ میں بیان کیا:

"ہماری کسوٹی پر وہ ادب کھرا اترے گا جس میں تفکر ہو، آزادی کا جذبہ ہو، حسن کا جوہر ہو، تعمیر کی روح ہو، زندگی کی حقیقتوں کی روشنی ہو، جو ہم میں حرکت، ہنگامہ اور بے چینی پیدا کرے۔ سلائے نہیں کیوں کہ اب زیادہ سونا موت کی علامت ہوگی۔"

(ات ات، ص: ۴۵)

ترقی پسند تحریک
Progressive Movement

ہندوستان میں اس تحریک کی بنیاد ۱۹۳۶ء میں رکھی گئی۔ ترقی پسند تحریک کا مقصد ادب برائے زندگی تھا۔ ادب کا موضوع مزدور کے مسائل اور اس کی زندگی تھا۔ اس تحریک نے اجتماعیت، طبقاتی کشمکش اور زندگی کے تجربات کو اپنا موضوع بنایا۔

تزکیہ Catharsis

دیکھیے: "کیتھارسس"

تشریح Anatomy

تشریح کا تعلق معنیات سے ہے۔ فن پارے کے مختلف حصوں کا عمیق مطالعہ اور تحلیل کا وہ عمل جس میں فن پارے کی تکنیک، اصولوں، نظریوں اور اس کے وجود میں آنے

کے مضمرات تلاش کیے جاتے ہیں، تشریح کہلاتا ہے۔ قاضی افضال حسین کے مطابق:

''متن کی تشریح اور تفہیم ایک دائروی عمل ہے جس کے تین بنیادی ارکان ہیں: مصنف، متن اور اس کے قاری۔ شارح کے نزدیک ان تینوں میں سے کسی ایک کی ترجیح یا مرکزیت تشریح کے مخصوص دبستان کی تشکیل کرتی یا اسے مخصوص دبستان سے منسلک کرتی ہے۔''(ت ات، ص: ۹۰)

تشریعی تنقید Judicial Criticism

اس دبستانِ تنقید میں نقاد کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ ماضی کی لازوال اور معیاری تخلیقیت کا موازنہ معاصر تخلیقیت سے کرتے ہوئے ان کا معیار اور مقام متعین کرے۔ اس تنقید میں تخلیق کار اور تخلیق کے لیے فیصلہ صادر کرنے ہی کو نقاد کا فریضہ قرار دیا گیا ہے۔

تصوراتی جدلیات

یہ نظریہ ہیگل نے پیش کیا جس کی بنیاد تصوریت پر ہے۔ اس کے مطابق دنیا میں صرف خیالات ہی حقیقت ہیں اور یہ خیالات ہی مختلف شکلوں اور صورتوں میں ارتقاء کی منزلیں طے کرتے ہیں اور یہ ارتقاء تصادم کے سبب وجود میں آتا ہے۔ ہیگل کا خیال تھا کہ تاریخ کا ارتقاء دعویٰ (تھیس) اور رد دعویٰ (اینٹی تھسس) کے تصادم پر مبنی ہے جس سے synthesis وجود میں آتی ہے اور یہ جاری رہتا ہے۔ خیال کے بننے بکھرنے اور پھر بننے کا عمل تصوراتی جدلیات ہے۔

تعبیر Interpretation

تعبیر کو عام طور پر خواب سے وابستہ کیا جاتا ہے۔ ادب میں تعبیر سے مراد متن کے ان اشاروں کو کھولنا ہے جو معنی کی ترسیل کے لیے مجازی طور پر تخلیق کیے گئے ہیں۔

قاضی افضال حسین 'تعبیر' کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''تعبیر، تجربے کے ایک علاقے کی منطق کو کسی دوسرے تجربے یا موضوع پر منطق کرنے سے عبارت ہے۔ مثلاً خواب میں سات سوکھی اور سات صحت مند گائیں دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ ملک میں مسلسل سات برس تک قحط پڑے گا۔ یہ تو تعبیر کی منزہ ترین شکل ہوئی۔ شاعری میں سرخ گلاب کو انقلاب کی علامت مقرر کرنا یا فیض کی نظم:

تیرے ہونٹوں کی لالی کی چاہت میں ہم
دار کی خشک ٹہنی پہ وارے گئے
ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے

کو انقلاب عالم کی عملی جد وجہد کا بیان تصور کرنا، تجربے کے ایک علاقے سے منتخب کیے گئے Signifies کے باہمی ربط کی منطق کو تجربے کے ایک بالکل مختلف علاقے کی تشریح کے لیے استعمال کرنے کی مثالیں ہیں۔ اس کا نام تعبیر (Interpretation) ہے۔"(ت ت،ص: ۳۰)

تعبیری معنی Connotation

متن میں موجود معنی کے ذریعے اضافی معنی کے نشاندہی کرنے کا کام تعبیر کہلاتا ہے اور اس تعبیر سے بر آمد شدہ معنی تعبیری معنی کہلاتے ہیں۔ قاضی افضال حسین تعبیری معنی کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"کسی لفظ کے حوالے محض لغت میں بیان کردہ معنی تک محدود نہیں ہوتے بلکہ معنی کے تصور (Concept) کے ساتھ ساتھ ان اوصاف و انسلاکات کو بھی اپنے دائرے میں لیتے ہیں جو معنی کے تصور کا جز بن چکے ہوتے ہیں۔اصطلاح میں معنی کے ان متعلقات کو تعبیری معنی (Connotation) کہتے ہیں جس سے مراد لفظ کی دلالت میں ایسے اوصاف کی دریافت ہے جو معروض میں خلقی طور پر موجود ہیں یا ان انسلاکات (Associations) کا اضافہ ہے جو اس لفظ نے مختلف سیاق و سباق میں استعمال کی بنا پر حاصل کیے ہے۔"(م ش ل،ص: ۱۹)

تعریفی تنقید

ایسا تنقیدی اسلوب جس میں نقاد ادب کی تمام فنی اور جمالیاتی خامیوں کو نظر انداز کرکے جانب داری سے کام لیتے ہوئے صرف اس کے تعریفی نکتے ہی تلاش کرے، اصطلاح انتقاد میں اسے تعریفی تنقید کہتے ہیں لیکن اس اسلوب کو صحت مند تنقید نہیں مانا جاتا کیونکہ اس تنقید سے فن پارہ کی صحیح قدر متعین نہیں ہو پاتی۔

تعمیر پسندی Constructivism

تعمیریت۔ اس ادبی تحریک کی شروعات روس سے ۱۹۲۰ء میں ہوئی۔ اس نظریے کو ماننے والے روایت سے انحراف کرکے صنعتی اور مشینی زندگی سے بے حد متاثر تھے۔ تعمیر پسند شعراء کی ہمدردیاں مزدوروں

یعنی (پرولتاریہ) استحصال کیے گئے طبقے کے ساتھ تھیں۔ ان شعراء کا ماننا تھا کہ نظم تعمیر کا درجہ رکھتی ہے جس کے تمام اجزاء اگر ایک دوسرے کے ساتھ مناسب ربط سے محروم ہیں تو یہ محرومی تخلیق کار کی عدم فنی دستگاہی کی دلیل ہے۔

تعمیری ادب

بیسویں صدی کی پانچویں دہائی میں تعمیری ادب کے تصوّر کے بانی علی جواد زیدی ہیں۔ تعمیری ادب کا نظریہ ترقی پسند نظریہ کا ہم سفر تھا۔ جب ہندوستان کی آزادی کے بعد ترقی پسندوں نے اس آزادی کو ماننے سے انکار کر دیا اور پرولتاری طبقے کی ترقی کے بجائے ادب کو سیاسی آلہ ءکار کے طور پر استعمال کیا جس سے ادب کے فن ، اس کی افادیت اور مقصدیت کو نقصان پہنچا تو اس کے مخالفت سب سے پہلے علی جواد زیدی نے کی اور تعمیری ادب کے رجحانات کو حالیؔ اور آزادؔ کی تحریروں میں تلاش کیا۔ ان کا ماننا تھا کہ اب ملک آزاد ہو چکا ہے اس لیے ہمیں اس ملک کی ترقی و تعمیر کے لیے ادب لکھنا ہوگا۔ علی جواد زیدی نے تعمیری ادب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ:

”تعمیری ادب کبھی کاہلی، سستی ،بے کاری، بے مقصدی، بے دست و پائی پر قناعت نہیں کر سکتا۔ یہ علامتیں اس کو عمل پر راغب کرتی ہیں۔ تعمیری ادب ان کے اسباب پر غور وخوص کرتا ہے اور ان کے ازالے کی تدبیریں سوچتا ہے اور یہ تدبیریں انفرادی نہیں ہو سکتیں کیونکہ سماجی خرابیوں کا علاج سماجی اور عوامی تدابیر سے ہی ممکن ہے۔“

(ج ا ت ا ن، ص: ۴۱۲،۴۱۳)

تفحصِ الفاظ

جستجوئے الفاظ۔ اصطلاحاً شاعری میں مناسب الفاظ کی تلاش و جستجو تفحص الفاظ کہلاتی ہے۔ یہ اصطلاح الطاف حسین حالیؔ نے اپنی کتاب مقدمۂ شعر و شاعری میں استعمال کی ہے۔
بقول حالیؔ:

”شعر کی ترتیب کے وقت اوّل متناسب الفاظ کا انتخاب کرنا اور پھر ان کو ایسے طور پر ترتیب دینا کہ شعر سے معنی مقصود کے سمجھنے میں مخاطب کو کچھ تردد باقی نہ رہے اور خیال کی تصویر ہو بہ ہو آنکھوں کے سامنے پھر جائے

اور باوجود اس کے اس ترتیب میں ایک جادو مخفی ہو جا مخاطب کو مسخر کر لے۔"

(م ش ش، ص: ۱۱۹)

تفہیم Understanding

فہم، سمجھ۔ کسی متن کی ساخت کی تعمیر کے عمل کو خود اپنے اندر دوہرانے کی صلاحیت، اس کی تفہیم کو طے کرتی ہے۔ چنانچہ تفہیم کا مطلب صرف سمجھنا نہیں بلکہ متن میں موجود "سمجھ" کو جذب کرنا ہے۔

تقابلی تنقید Comparative Criticism

دو تخلیقی شخصیات، دو معاصرین یا ایک ہی موضوع پر لکھی گئی دو تحریروں یا ایک ہی صنف کی تخلیقات کو ان کے معنوی حسن، مواد، تکنیک، اسلوب، لفظیات، فن و فکری کیف، طوالت و اختصار اور دیگر نظریوں سے ان کا موازنہ و مقابلہ کرنا تقابلی تنقید کہلاتا ہے۔ مثلاً موازنۂ انیس ودبیر۔ اردو شاعری میں حافظؔ کا مقابلہ اقبالؔ سے اور غالبؔ کی شاعری کا موازنہ بیدلؔ کے کلام سے کیا جاتا رہا ہے اسی طرح میر امنؔ کی داستان "باغ وبہار" کی زبان وبیان کا مقابلہ رجب علی بیگ سرور کی داستان 'فسانۂ عجائب' سے کیا گیا ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی کا مضمون 'خدائے سخن میرؔ یا غالبؔ'، عبد الرحمٰن بجنوری کی 'محاسنِ کلامِ غالبؔ' بھی تقابلی تنقید کی مثالیں ہیں۔

تقابلی لسانیات

Comparative Linguistics

تقابلی لسانیات کے لیے گیان چند جین نے Comparative Philology انگریزی مترادف استعمال کیا ہے۔

لسانیاتی تنقید میں اگر ایک ہی خاندان کی دو زبانوں کا مطالعہ کیا جائے تو اسے تقابلی لسانیات کہتے ہیں۔ مثلاً اردو اور ہندی دو الگ الگ زبانیں ہیں مگر دونوں کا خاندان ایک ہی ہے: ہند آریائی۔ اس لیے اردو اور ہندی کا تقابلی مطالعہ لسانیات میں تقابلی لسانیات کہلائے گا۔

تقریظ

وہ تحریر جو کسی فن پارے میں متن کے پہلے یا گرد پوش پر شائع کی جاتی ہے جس میں فنکار اور فن پارے کی تعریف و تحسین بیان کی جائے۔ حالانکہ یہ ایک تنقیدی عمل ہے جس میں تقریظ نگار فن پارے اور فن کار کی غلطیاں نظر انداز کر دیتا ہے۔ اردو کی مشہور تقریظ مرزا غالبؔ نے سر سید کی 'تصحیح آئینِ

اکبری' پر فارسی زبان میں نظم کی ہیئت میں لکھی۔

تقریظی تنقید

کسی فن پارے کی خیالی انداز میں تعریف و تحسین تقریظ کہلاتی ہے۔ یہ عموماً کسی کتاب کی شروعات میں کسی نقاد، ادیب یا عالم کی تحریر ہوتی ہے جس میں فن پارے کا جائزہ لیا جاتا ہے جو تعریف پر مبنی ہے۔ فن پارے کے عیوب و نقائص اس میں بیان نہیں کیے جاتے۔ تنقید میں تقریظ کو ایک جز مانا ہے اور اسے تقریظی تنقید کا نام دیا ہے۔

تکثیر المتونیت Transtextuality

ایک متن دوسرے متن سے تعلق رکھتا ہے۔ ان کے درمیان اسلوب، ثقافت یا کردار کا کوئی رشتہ ضرور ہوتا ہے۔ جس کے حوالے سے دوسرا متن وجود میں آتا ہے۔ اگر اس قسم کا رشتہ دو متون میں ہوتا ہے تو اسے بین المتونیت کہا جاتا ہے اور اگر یہ رشتہ دو سے زیادہ متون کے مابین ہے تو اسے تکثیر المتونیت Transtextuality سے موسوم کیا جاتا ہے۔

تکنیک Technique

تکنیک سے مراد وہ طریقہ ہے جس سے تخلیق کار اپنے موضوع کو پیش کرتا ہے۔

تکوینی متن Genotext

جولیا کرسٹیوا کی وضع کردہ اصطلاح جس کا تعلق پس ساختیاتی نظریۂ نقد سے ہے۔ جولیا کرسٹیوا زبان کی بنیاد کو تکوینی متن کہتی ہے جو لفظی متن کے ساتھ مل کر معنی خیزی کے عمل کو ممکن بناتا ہے۔

تلازمت Associationism

تلازمت سے مراد مختلف خیالات یا اشیاء میں باہمی ربط قائم کرنا ہے۔ انسان جب دو یا دو سے زیادہ واقعات اور حالات کا ایک ہی وقت میں تجربہ کرتا ہے تو ایک کا ذکر اپنے آپ دوسرے تجربے کی یاد دلا دیتا ہے۔ اس کو تلازمت کہتے ہیں۔

تلخیص Abridgement

اصل تصنیف کی طوالت و ضخامت کو کم کرنے کے لیے اس میں سے ایسے غیر ضروری الفاظ کو حذف کرنا جس کے بعد تصنیف کے نفس مطلب پر کوئی فرق نہ پڑتا ہو، تلخیص کہلاتا ہے۔ یہ ایک تنقیدی عمل ہے جو تخلیقی عمل

کے ساتھ ساتھ وجود میں آتا ہے۔ دیاشنکر نسیم کی مثنوی 'گلزارِ نسیم' اس کی عمدہ مثال ہے۔

تلفیظ Diction

لفظ اور کلمہ بنانا یعنی خیال کو الفاظ میں پرونا تلفیظ کہلاتا ہے۔

تنقید Criticism

دیکھیں: "ادبی تنقید"

تنقید کی داخلی جہت Interinsic Aspect

شاعر کا اپنا تنقیدی شعور۔

بقول ناصر عباس نیر:

"داخلی جہت دراصل وہ تنقیدی حس اور احتسابی شعور ہے جو ہر تخلیق کار کے ہاں تخلیقی عمل کے دوران میں اور تخلیقی عمل کے وقوع پذیر ہونے کے بعد اپنی تخلیق کے سلسلے میں کارفرما ہوتا ہے۔ اسی تنقیدی شعور کی روشنی میں تخلیقی مواد کسی خاص صنف کا قالب اختیار کرتا ہے اور پھر اس کی تراش خراش کی جاتی ہے۔ اس تنقیدی شعور کے دو پہلو ہیں: ہیئتی اور معنوی۔ ایک کا تعلق فن پارے کی ہیئتی جمالیاتی اقدار سے ہے اور دوسرا فن پارے کے مقصد و معنی سے متعلق ہے۔"

(ج م ت۔ ص: ۳۲۲)

تنقید کی خارجی جہت Extrinsic Aspect

ادبی معاشرے میں مضمر وہ روایات جو کسی ادب کے محاسن و معائب کی نشاندہی کرتی ہیں۔

ناصر عباس نیر کے الفاظ میں:

"خارجی جہت سے مراد وہ طرزِ فکر اور رد عمل ہے جس کا مظاہرہ ادب کے عام اور خاص قارئین کرتے ہیں۔ گویا سماجی رد عمل ہے۔ اس میں سخن فہمی، ذوقِ سلیم، جمالیاتی اور ثقافتی اقدار سب شامل ہیں۔ تنقید کی یہ خارجی جہت جب منطقی ارتباط اور تحلیلی طریقِ کار کی علمبردار بنتی ہے تو تنقیدی شعور کو باضابطہ تنقید سے تمیز کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

(ج م ت، ص: ۳۲۲)

تنقیدی شعور

نقاد کی ذہنی صلاحیت جو فن پاروں کی اچھائی اور برائی کی پہچان کر کے ان کی قدر و قیمت متعین کرے تنقیدی شعور کہلاتی ہے۔ جس تخلیق کار میں تنقیدی شعور نہیں ہوتا وہ کبھی اعلیٰ ادب کی تخلیق نہیں کر سکتا۔

تہذیبی تنقید Cultural Criticism

ادب کو تہذیب کا زائیدہ قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ادب ایک تہذیبی

تفاعل ہے چنانچہ تہذیب کے حوالے سے کسی فن پارے کا جائزہ لینا، تہذیبی تنقید کہلاتی ہے۔ اس مکتب تنقید میں یہ جانچ پرکھ بھی کی جاتی ہے کہ کوئی فن پارہ کسی ایک تہذیبی سیاق تک محدود ہے یا اس سے آگے نکل گیا۔

توارد

ایسے کلام یا شعر کو توارد کہا جاتا ہے جو دو شاعروں/ فنکاروں کے یہاں مضمون، لفظیات تراکیب اور معنی وغیرہ کے اعتبار سے ایک جیسے ہوں۔ توارد جان بوجھ کر نہیں کیا جاتا بلکہ یہ ہو جاتا ہے اور دونوں شاعر/ادیب ایک دوسرے کے کلام سے قصداً استفادہ نہیں کرتے۔

توجیہ **Argument**

مناظرہ، خلاصہ، وضاحت۔ کسی کتاب یا ادبی تصنیف کا خلاصہ، نچوڑ اور تشریح توجیہ کہلاتی ہے۔ قدیم زمانوں میں یہ اصطلاح ڈراموں میں بھی استعمال میں لی جاتی تھی۔

توضیحی تنقید **Descriptive Criticism**

توضیحی تنقید ایسا اصول نقد ہے جس میں کسی فن/ تخلیق میں فنکار نے جو کچھ پیش کیا ہے مثلاً خیالات، تصورات، مواد اور اسلوب وغیرہ سب کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ کئی بار فنکار کے خیالات کے ماخذ کو تلاش کرنے کی بھی کوشش کی جاتی ہے۔ توضیحی تنقید کو تشریحی تنقید بھی کہا جاتا ہے۔

توضیحی لسانیات

Descriptive Linguistics

یہ علم لسانیات کی ایک شاخ ہے جس میں وضاحت کا بنیادی حصہ ہے۔ اس کے تحت کسی ایک عہد یا علاقے کے لسانی رویوں کی تخصیص کے اجزاء کو نشان زد کیا جاتا ہے۔ بقول مرزا خلیل احمد بیگ:

”توضیحی لسانیات میں، زبانوں میں رونما ہونے والی تاریخی تبدیلیوں پر غور کرنے کے بجائے زبان کی توضیح و تجزیے پہ توجہ دی جاتی ہے، اور کسی ایک دور یا کسی مخصوص عہد کی زبان کی اصل مقررہ حالت کا مطالعہ اس کی سابقہ حالت یا اس کی تاریخ کے حوالے کے بغیر کیا جاتا ہے۔ جس میں لسانی تبدیلیوں کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔“(ات، ص: ۴۱)

توضیحی مطالعۂ لسانیات

اسلوبیاتی تنقید کی اصطلاح، جس کے موجد سوسئیر ہیں۔ توضیحی مطالعۂ لسانیات میں نقاد کا

کام یہ دیکھنا ہے کہ ادبی متن میں مصنف نے زبان کو کس طرح استعمال میں لیا ہے، نہ کہ اسے یہ بتانا ہے کہ مصنف کو زبان کا استعمال کس طرح کرنا چاہیے۔

ٹ

ٹریجڈی Tragedy

دیکھیے: ”المیہ“

ٹینشن Tension

اس اصطلاح کا تعلق نئی تنقید سے ہے۔ اس سے مراد ایک قسم کا تناؤ جو معنی کی دونوں سطحوں کی یکجائی کو ممکن بناتا ہے۔ منشا اور مقصد کی معنوی توسیع کر کے تجسیم و تجرید ”موجود و ماورا“ معلوم و نامعلوم وغیرہ کو یکجا کرتا ہے۔

ناصر عباس نیّر کے مطابق:

”Tension ایک ایسی صورت حال ہے جس میں معانی کی دونوں سطحوں کی یکجائی کا ادراک کیا جائے۔ تجسیم اور تجرید، موجود اور ماورا، معلوم اور نا معلوم، حسن اور ماورائے حسن، مادّیت اور سرّیت کو بیک وقت اور ایک اکائی کے طور پر گرفت میں لیا جائے۔ تمام روایتی ثنویتوں کے شعور کو متن کے ساتھ معاملت سے دور اور الگ رکھا جائے کہ اس طرز عمل کے بغیر نہ جمالیاتی تجربے کی تشکیل ممکن ہے نہ ادراک۔“(ن ت، ص: ۱۶۳)

ث

ثانوی مآخذ

متنی تنقید کی اصطلاح۔ کئی بار محقق یا نقاد تحقیق کے دوران اصل مآخذ تک رسائی نہیں کر پاتا۔ وہ کسی اور ادیب کی تصنیف یا مقالہ سے معلومات حاصل کرتا ہے۔ یہ ثناوی ماخذ ہے۔ ثانوی مآخذ سے استفادہ کرتے وقت محقق اور نقاد کو دیانت داری سے کام لینا ہوتا ہے۔ مثال کے لیے مسعود سعد سلمان ہندوی (اردو) کے پہلے شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں جن کا ذکر امیر خسروؔ نے اپنی مثنوی 'غرۃ الکمال' کے دیباچ میں کیاہے۔ مسعود سعد سلمان ہندوی کا دیوان ناپید ہے۔ اس طرح مسعود سعد سلمان کے دیوان کا ثانوی مآخذ امیر خسروؔ کی مثنوی 'غرۃ الکمال' ہے۔

ثقافتی متن Cultural Text

مابعد جدید تنقید کی اصطلاح جس میں انسانی تہذیب، تمدن اور اسطور کی بنیاد پر ماضی میں جو متن لکھا گیا اسے مربوط رکھتے ہوئے معاصر زندگی کے حوالے میں جو متن لکھا جائے، ثقافتی متن کہلاتا ہے۔ انتظار حسین کا افسانہ 'رات' اس کی بہترین مثال ہے۔ ناصر عباس نیّر کے الفاظ میں:

''ثقافتی متن وہ اجتماعی اور مشترکہ 'علم' ہے جسے ایک ثقافتی گروہ کے افراد مل کر تشکیل دیتے اور کام میں لاتے ہیں اور جو انھیں فطری محسوس ہوتا ہے۔''

(ج م ت، ص: ۳۰۹)

ج

جانب داری

جانب داری سے مراد ایسا تنقیدی رویہ جس میں نقاد اپنے ذاتی لگاؤ کی وجہ سے کسی فن پارے یا شخصیت پر نگاہِ انتقاد کے دوران اس کی حمایت کرتا ہے اور نقائص کو نظر انداز کرتا ہے۔

جانب داری کی مثالیں ہمیں تذکروں اور ترقی پسند تنقید میں کثرت سے ملتی ہیں۔ 'آبِ حیات' میں محمد حسین آزاد نے ذوقؔ کی شاعری پر تنقید کرتے وقت جانب داری سے کام لیا۔

جانکار قاری Informed Reader

قاری اساس تنقید کی اصطلاح۔ اسے سٹینلے فِش(Stanley Fish) نے وضع کیا۔ اس کے نزدیک نقاد یعنی تربیت یافتہ قاری میں مندرجہ ذیل صفات ہونا لازمی ہیں:

۱۔ قاری لسانیاتی اہلیت رکھتا ہو۔

۲۔ نحوی اور معنیاتی علم کی معلومات رکھتا ہو۔

۳۔ ادبی مبادیات، روایات اور اطوار کا جانکار ہو۔

جبلّت Instinct

نفسیات کی اصطلاح جس کی رو سے کسی عمل کے نتیجے میں پیدا ہونے والی جسمانی تحریک جو فطری ہوتی ہے۔ یہ اکتسابی یا تجرباتی نہیں ہوتی۔

جدّت Modernity

انیسویں صدی کے آخر میں ادب میں جدّت کا تصور شامل ہوا۔ جدّت سے مراد اظہار و اسلوب اور ساخت و ہیئت کا نیا پن جو ہر عہد کے ادب میں باصلاحیت فنکاروں کے یہاں ضرور پایا جاتا ہے۔ جدّت پسندی کے ذریعے ہی ادب میں عصری مسائل کی شمولیت ہوتی ہے۔

جدّت پرستی Modernity

تجدد پرستی۔ پرستش کا لفظ انتہائی پسندی کے مفہوم میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ادب میں جدّت کے حوالے سے جو شدّت اختیار کی گئی اسے جدّت پرستی کہا گیا۔ آلِ احمد سرورؔ کے لفظوں میں:

"Modernism میں دو پہلو ایسے ہیں جو یہ اصطلاح استعمال کرتے وقت ہمیں ذہن میں رکھنے چاہیئے۔ اول تو یہ اصطلاح ابتدا میں کلیسا

کے حلقوں میں مذہبی اصلاح کے لیے استعمال کی گئی جس میں روایت کے بجائے عقل پر زور تھا دوسرے جدّت پرستی میں جدیدیت کے علاوہ موجودہ دور کے صنعتی کمالات یا فیشن کے خاص پہلوؤں کی نظر اور نظریے پر پرستش کا پہلو بھی ہے۔"(ن ن، ص: ۱۳۹)

جدلیّات Dialectics

اشتراکی تنقید کی اصطلاح۔ مادے کی تحریک یا ہیئتی تبدیلی جدلیّات کی بنیاد ہے۔ ادب میں جدلیاتی اسلوب کے معنی ہیں ایسے الفاظ کا استعمال جن کی نفی یا تضاد ممکن ہو۔ جدلیّات کے متعلق ہیگل کا خیال ہے کہ:

"جہاں حرکت زندگی، حقیقت خیال یا تجربہ ہے وہاں جدلیّات ہے۔ جدلیت تصادم کے تحت حرکت کا عمل ہے۔ ارتقا اور خیال (شعور) کا ظہور تصادم کا سبب ہے۔"

(ااوف، ص: ۶۱۷)

جدلیّاتی قوّت

مارکس کی جدلیّاتی مادّیت کی طرح جدلیّاتی قوت بھی ترقی پسند تحریک کی اصطلاح ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ادب وعظ اور نصیحت اور مذہب وسیاست کی تبلیغ کے لیے نہیں ہے بلکہ ادب ایک متحرک زندگی اور زندہ سماج کا آئینہ ہے۔ زندگی کی اس جدلیّات، ردوبدل اور حرکت کو جدلیاتی قوت کہتے ہیں جس میں پرانے اور مردہ روایتی تقاضے ختم ہو جاتے ہیں اور نئی متحرک روایت ان کی جگہ لے لیتی ہے۔

جدلیاتی لفظ

ادب کے ایسے ذرائع جو مجازی معنی کی تشکیل کرتے ہیں اور جن کے معنی کا تعین قاری کی فہم پر بھی منحصر ہوتا ہے۔ جدلیاتی لفظ کہا جا سکتا ہے۔

جدلیّاتی لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے شمس الرحمٰن فاروقی لکھتے ہیں:

"جدلیّاتی لفظ شاعری کی ایک مخصوص اور معروضی پہچان ہے اگر وہ اجمال کے پہلو بہ پہلو آئے۔ جدلیّاتی لفظ اصلاً شاعری کا وصف ہے۔ جدلیّاتی لفظ سے میری مراد تشبیہ، استعارہ یا پیکر کا حامل لفظ ہے۔ ان تینوں میں سے کوئی عنصر ایسا نہیں ہے جسے معروضی طور پر پہچاننا ممکن نہ ہو۔"

(ش غ ن، ص: ۶۱)

جادلیّاتی مادیت
Dialectical Materialism

مارکس کے مطابق مادّہ ہی حقیقت ہے جو کہ متحرک رہتا ہے جو قانونِ جدلیت کے تحت اپنی ایک ہیت کو ختم کرکے دوسری ہیت کو اپنالیتاہے۔ اسی تبدیلی کو جدلیاتی مادّیت کہتے ہیں۔بقول ناصر عباس نیّر:

"جدلیّاتی مادّیت در اصل وہ منطقی طریق کار ہے جو دنیا میں ہونے والے تغیر اور ترقی کی تشریح کرتا ہے۔مارکسی جدلیّاتی کا ایقان ہے کہ ارتقاء ہمیشہ پست سے بلند کی طرف ہوتا ہے۔اس اصول کی مدد سے دنیا کی سماجی تاریخ کا تجزیہ کیا گیا اور سمجھا گیا کہ طبقاتی جدوجہد بالآخر پرولتاری کلاس (یامارکسیت) کی فتح اور سرمایہ دارانہ نظام کی شکست پر منتج ہے۔"

(ج م ت۔ ص: ۱۳۰)

جدیدیت Modernism

کلاسیکیت سے انحراف اور رومانیت پر زور دینا جدیدیت کی بنیاد ہے۔ اسی میں عالمی جنگوں اور صنعتی انقلابوں سے پیدا ہونے والی صورت حال بھی شامل ہے۔اس کے نتیجہ میں فرد کی تنہائی اور اقدار کی شکست سامنے آتی ہے۔

جزئیات نگاری Discription

عام طور پر فکشن میں پلاٹ اور کردار کی باریکیوں اور تفصیلات کو کھول کر بیان کرنے کا نام جزئیات نگاری ہے۔ یہ عموماً ماحول سازی کے کام آتی ہے۔

جمالیات Aesthetics

حسن اور انبساط کے ادراک سے پیدا ہونے والا شعور جو ادب میں صلاحیتِ حسن کی بحالی سے متعلق ہے۔ مجنوں گورکھپوری نے جمالیات کو حسن اور فن کاری کا فلسفہ قرار دیا ہے۔

جمالیاتی بعد
Aesthetic Distance

تنقید کی ایک اصطلاح جس سے مراد فن پارے کی صحیح قدر شناسی اور لطف اندوزی کے لیے فن پارے سے ایک قابلِ لحاظ فاصلہ رکھنا یعنی قاری یا نقاد کے لیے لازمی ہے کہ وہ ان کرداروں اور صورتِ حال سے کوئی نظریہ پیش نہ کریں بلکہ وہی نظریہ پیش کریں جسے کسی فن کار نے اپنے فن میں پیش کیا ہے۔

جمالیاتی تفاعل

تخلیق کے عناصر کا وہ باہمی ربط جس سے تخلیق کی اپیل اور اوصاف میں اضافہ ہوتا ہے۔

جمالیاتی تنقید Aesthetical Criticism

جمالیاتی تنقید میں حظ، مسرت اور حسن کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس طرح فن پارے میں حسن اور حظ کی تلاش ،اس کے محرکات اور نتائج کا مطالعہ ہی جمالیاتی تنقید کا طریقہ کار ہے۔

جمالیاتی رویّہ Aesthetic Attitude

وہ رویّہ جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ کسی فن پارے کو پڑھنے کے بعد قاری کے ذہن پر کیسا اثر مرتّب ہوتا ہے۔ قاری میں رونما ہونے والی اثر آفریں کیفیت جو روز مرہ کی زندگی کی کیفیت سے الگ ہوتی ہے، جمالیاتی رویہ کہلاتا ہے۔

جنسی قوت Libido

دیکھیے: ”لبیڈو“ Libido

جوڑے دار ضدین

Binary Oppositions

الفاظ کا وہ جوڑا جن کا فرق ان کے آپسی تضاد سے واضح ہوتا ہے، جوڑے دار ضدین کہلاتا ہے۔ یہ انگریزی اصطلاح Binary Oppositions کا اردو ترجمہ ہے۔ اردو میں صنعت حسنِ تضاد اسی لسانی خصوصیت پر مبنی ہوتی ہے۔

جوش

ایسا کلام جو سننے یا پڑھنے والے کے جذبات کو متحرک کرے جوش و خروش سے لبریز ہوتا ہے۔ مولانا حالیؔ نے شاعری کی جن خصوصیات کو ترجیح دی ہے ان میں ایک جوش بھی ہے۔ فرماتے ہیں:

”جوش سے یہ مراد ہے کہ مضمون ایسے بے ساختہ الفاظ اور موئثر پیرایہ میں بیان کیا جائے جس سے معلوم ہو کہ شاعر نے اپنے ارادہ سے مضمون نہیں باندھا بلکہ خود مضمون نے شاعر کو مجبور کر کے اپنے تئیں اس سے بندھوایا ہے۔“

(م ش ش، ص ۱۳۴، ۱۳۵)

ح

حاوی محرک Dominant

روسی ہیئت پسندی کی اہم اصطلاح جسے ۱۹۳۵ میں رومن جیکب سَن نے پیش کیا۔ حاوی محرک سے مراد فن پارے کا مرکزی جز، جو باقی اجزاء پر غالب ہوتا ہے، ان کا تعین کرتا ہے اور انھیں منقلب کر دیتا ہے۔ ناصر عباس نیر نے حاوی محرک کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

"حاوی محرک کسی ادب پارے کا گسٹالٹ ہے۔ نہ صرف ادب پارے کے سب اجزاء اس کی وجہ سے ہم رشتہ ہیں بلکہ اس کے تابع بھی ہیں اور وہ ان کی قلب ماہیت کرنے پر قادر بھی ہے اور اسی کی وجہ سے کوئی ادب پارہ ایک کل کی شکل اختیار کرتا ہے۔ ایک ایسا کل جو اپنے اجزاء کے مجموعے سے زائد ہوتا ہے۔ رومن جیکب سَن کے خیال میں حاوی محرک کسی ایک نظم میں بھی ہو سکتا ہے کسی ایک شاعری کی جملہ تخلیقات میں بھی اور کسی ایک عہد کی ادبی صورت حال بھی کسی حاوی محرک کے زیرِ اثر ہو سکتی ہے۔"

(ت ج م، ص: ۶۴۔۶۵)

حسن Beauty

جمالیات کی اصطلاح۔ حسن ہم آہنگی اور مناسبت کا نام ہے۔ اس کی خارجی شکل کی موزونیت ہم آہنگی پر منحصر ہے اور اس خارجی شکل میں لفظوں کا موزوں انتخاب اور ان کی موزوں ترتیب و ترکیب خاص طور سے مد نظر ہے، ترتیب کے اس حسن سے کان اور خیال دونوں محظوظ ہوں گے اور یہی ادبی حسن کا ثبوت ہے۔

حسنِ حقیقی Absolute Beauty

افلاطون ایک عالم مثال کا تصور رکھتا ہے اور اسی کو حسن حقیقی یا Absolute Beauty کہتا ہے حسن حقیقی کے اسی تصوّر کے تحت اس نے نقل کی نقل کا نظریہ پیش کیا ہے۔

حسن کاری

خالص جمالیاتی اصطلاح۔ حسن کاری سے متعلق مجنوں گورکھپوری کے خیالات ذیل میں پیش ہیں:

"شعر و ادب کا کام حسن کا احساس پیدا کرنا اور اس کو قائم رکھنا ہے۔ یہ احساس ہماری ابدی مسرت کی ضمانت ہے۔ زندگی میں جتنی کریہہ

اور بدصورت چیزیں ہیں ان کو بھی حسین بنا دینے کا نام حسن کاری ہے۔"

(ت ن جلد اول، ص: ۷۰)

حقیقت Reality

فلسفیوں کے مطابق حقیقت جامد نہیں ہے لیکن بطور اصطلاح حقیقت تصور کے ضد کے طور پر پیش کی جاتی ہے گویا جو واقع ہو چکا وہ حقیقت ہے لیکن ادب میں حقیقت کے معنی دنیا کی نقل کرنا نہیں ہے بلکہ حقیقت ہو یا تصور اسے ادب میں اس طرح پیش کرنے سے مراد ہے کہ اس متن کی واقعاتی منطق قاری کے تجربے ومشاہدے سے مطابقت پیدا کرلے۔ افتخار جالب کے الفاظ میں حقیقت کی تعریف یہ ہے:

"حقیقت جامد اور موجود نہیں کہ اسے مسخ کرکے پیش کیا جاسکے وہ اس حد تک اور ویسی ہے جیسی کہ شعر و ادب میں دکھائی دیتی ہے گویا شعر وادب از خود حقیقت ہیں۔ یہ نہیں کہ حقیقت کہیں اور ہے جسے شعر و ادب میں پیش کیا جاتا ہے۔ شعر و ادب کے از خود حقیقت ہونے کے لیے جدلیات کے میکانکس کے تحت غیر حقیقت ہونا ازبس ضروری ہے۔ اس عمل کا ہر مقام بہ یک وقت حقیقت اور غیر حقیقت ہے۔ حقیقت کبھی قطعی نہیں ہو سکتی یہ ایک مسلسل عمل اور پراسس کا نام ہے۔ داخل اور خارج ظاہر اور باطن موضوع اور جہت اور داخلیت اور خارجیت تنظیمی اور تخلیقی اصول، پبلک ورلڈ اور پرائیوٹ ورلڈ ایسی اصطلاحیں ہیں جو حقیقت کو جامد اور منجمد کیے بغیر معرض وجود میں نہیں آسکتیں۔"

(ت ا ت، ص: ۳۶)

حقیقت پسندی Realism

فلسفہ کی اصطلاح۔ جس کے معنی "اعیان کی حقیقت پر یقین رکھنے کے ہیں۔" اشیا کی حقیقت کو استدلال کے ساتھ قبول کرنے کا نظریہ۔ ادب میں ایک ایسا تصور ہے جس میں زندگی کو اس کے تمام تضادات کے ساتھ قبول کرنے اور اسی کو ادب میں پیش کرنے سے تعبیر ہے۔ حقیقت پسندی کی ضمن میں لیون لکھتا ہے:

"ادب میں حقیقت پسندی اس رویے کو کہتے ہیں جس کا مقصد جہاں تک ممکن ہو سکے ایمانداری کے ساتھ زندگی کی تصویر کشی اور فطرت کے تمام پہلوؤں کی از سر نو تخلیق کرنا ہے۔ یہ رویہ حسن کے تحفظ کی خاطر حقیقت کو مثالی بنانے اور اظہار کو محض اسلوب، کی حد

تک مخصوص کرنے کی روش نیز ماورائی اور فوق الفطری موضوع و مواد کے برتاؤ کو رد کرتا ہے۔"(م ت ر، ص: ۲۶۰)

حقیقت نگاری Realism

ادب میں حقیقت نگاری سے مراد متن کو اس طرح پیش کرنا ہے کہ اس میں قائم کی گئی منطق قاری کو اپنے تجرباتی یا مشاہداتی منطق سے ہم آہنگ محسوس ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ ادب میں پیش کردہ واقع کا زندگی میں حقیقتاً واقع ہونا ضروری نہیں بلکہ اس واقع کے اسباب و علل اور منطق کا قاری کے تجربے یا تخیل سے ہم آہنگ ہونا کافی ہے۔

حلقۂ اربابِ ذوق

ترقی پسند تحریک نے اپنا نظریہ مارکس اور لینن سے مستعار لیا۔ لیکن اس سے اتفاق نہ رکھنے والے ادباء بھی اپنا انفرادی کام کر رہے تھے ایسے آزاد منش ادیبوں کے حلقے کو حلقہ ارباب ذوق کا نام دیا گیا۔ ان میں ن۔ م۔ راشدؔ، میراجی اور اختر الایمان وغیرہ کے نام پیش پیش تھے۔ انھیں جدیدیت کا پیش رو بھی کہا گیا ہے۔

خ

خارجی ترغیب External Motivation

روسی ہیئت پسندی کی اصطلاح۔ روسی ہیئت پسندوں نے ادب میں موضوع، خیال، حقیقت اور ہر چیز کو صرف خارجی بہانہ قرار دیا۔ جن کی مدد سے تخلیق کار محض ہیئتی پیرایوں کو بروئے کار لاتا ہے۔ خارجی، غیر ادبی مواد پر مصنف کے اس انحصار کو ہیئت پسند، خارجی ترغیب (External Motivation) کہتے ہیں۔

خارجی تنقید Extrinsic Criticism

آسٹن ویرن (Astin Warren) اور رینے ویلک (Rene Wellek) کی تصنیف Theory of Literature میں ادبی تنقید کی دو جہتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلی خارجی تنقید اور دوسری داخلی تنقید۔

کسی فن پارے کا تجزیہ خارجی اجزا مثلاً ماحول، سماج، ثقافتی اقدار، مصنف، قاری اور مخصوص عقائد و نظریات وغیرہ کے حوالے سے کرنے کا طریقہ کار خارجی تنقید کہلاتی ہے۔

خارجی شاعری

ایسی شاعری جس کا تعلق شاعر کی ذات کے بجائے کائنات سے ہوتا ہے۔ دبستانِ لکھنؤ اور ترقی پسند تحریک کی شاعری اس کی عمدہ مثال ہے۔

امداد امام اثرؔ خارجی شاعری کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اوّل قسم کی شاعری کو راقم خارجی رکھتا ہے ایسے بیانات پر مشتمل ہوتی ہے جس سے عالم فی الخارج کے معاملات پیش نظر ہو جاتے ہیں۔۔ بعض شعراء میں اس قسم کی شاعری کی صلاحیت ایسی دیکھی جاتی ہے کہ ان کے بیان سے معاملات خارجیہ کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے اور جو لطف اعلیٰ درجہ کا مصور کی قلم کاریوں سے اٹھتا ہے وہی ان کے بیان سے پیدا ہوتا ہے۔ یورپ میں اس رنگ کے شاعر کی مثال انگریزی شاعروں میں سر والٹر اسکاٹ اور اردو شاعروں میں کسی قدر نظیر اکبر آبادی ہے۔"

(ک ح،ص: ۷۲)

خارجی ہیئت

ادب میں اصناف کی وہ ظاہری بناوٹ جس سے ایک جیسی تخلیقات ایک صنف کے زمرے میں شامل ہوتی ہیں۔ مثال کے لیے قافیہ کا استعمال شاعری کو ایک ہیئت دیتا ہے۔ اسی طرح بحر، نظم کے بندوں میں مصرعوں کی تعداد اور موضوعات وغیرہ کی بنا پر بھی ادب کی خارجی ہیئت متعین ہوتی ہے۔ بقول شمس الرحمٰن فاروقی:

"خارجی ہیت سے میں فن پارے کا مشینی ڈھانچہ مراد لیتا ہوں۔ فن پارہ غزل ہے یا نظم، مردف غزل ہے یا غیر مردف، معرّا نظم ہے یا پابند؟ یہ سوالات فن پارے کی خارجی شکل وصورت سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمیں اس کیفیت یا فضا کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں جس کی ہمیں فن پارے سے توقع ہوتی ہے۔۔۔۔۔ خارجی ہیئت کو سمجھنے کی دوسری منزل فن پارے کی تعمیریات سے تعلق رکھتی ہے۔"(ن ت،ص: ۲۰۹،۲۰۸)

خارجیت **Objectivity**

ادیب اور شاعر کا اپنے تجربات ومشاہدات کا اظہارِ خیال لفظی پیرائے میں کرنے کا عمل۔ اس کے لیے ایک اصطلاح Objectivity بھی استعمال کی گئی ہے۔ امدادامام اثرؔ 'کاشف الحقائق' میں اسے معروضیت بھی کہتے ہیں یعنی

کسی وجود کا یہ ذاتی تصور کہ دیگر وجود اس کی ذات سے غیر متعلق یا باہر ہیں۔

خارجیت پسندی Objectivism

ادیب اپنی ذات کے باہر کے محرکات اور موضوعات کو اظہار کا ذریعہ بنالے تو اظہار کے اس رویے کو خارجیت پسندی کہا جائے گا۔ ترقی پسند تحریک کا ادب اسی اصول پر کار فرما تھا۔

خمریات

وہ شاعری جو شراب اور اس کے لوازم کو اظہار کا ذریعہ بناتی ہے چنانچہ 'ساقی نامہ' جیسی نظمیں ہمارے کلاسیک کا حصّہ ہیں۔

خودکلامی Soliloquy

بیانیہ ادب کا طرز جس میں راوی کے بیان سے ایسا لگتا ہے جیسے وہ اپنے آپ سے گفتگو کر رہا ہو خواہ، اس کا کوئی سامع موجود ہو یا نہ ہو۔ ڈرامہ کی اصطلاح بھی ہے۔ جس میں کردار بلند آواز، تقریر یا سوچ کے ذریعے خود سے گفتگو کرتے ہیں۔

خودکن تحریر Automatic Writing

تخلیقی عمل کا ایک نفسیاتی پہلو جس میں شعور کی کار فرمائی کم سے کم یا معطل ہوتی ہے اور لاشعور ہی ساری کارگزاری انجام دیتا ہے' (ظاہر ہے کہ ایسے ادب میں کوئی طے شدہ مقصد یا اس کا حل شامل نہیں ہوتا) خودکن تحریر کہلاتا ہے۔

خودیافتہ Autotelic

نئ تنقید کی اصطلاح۔ اس سے مراد تخلیق کے خود مکتفی ہونے سے ہے یعنی ادب کا مقصد خود ادب ہے اس سے کسی اصلاح، نصیحت یا درس کو وابستہ کرنا لازم نہیں۔

خود تنقید Self-Criticism

تنقید کا وہ تصور جو خود تخلیق کار کے ذہن میں ہوتا ہے۔ تخلیق کے وقت یا بعد میں جب تخلیق کار اپنی تخلیق کو مختلف زاویوں سے جانچتا پرکھتا ہے تو اسے خود تنقید کہتے ہیں۔ یہ باقاعدہ قسم کے تنقید کے آغاز سے پہلے بھی تھے اور آج بھی ہے اس ضمن میں شارب رودولوی کے خیالات ملاحظہ فرمائیں:

"اس زمانے میں خود اپنی تنقید و اصلاح Self-criticism پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ بعض شعراء نے تو فن شاعری پر پوری پوری نظمیں کہی ہیں جن کے مطالعے سے ان کی تنقید کے اصول متعین کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً ابنِ رشیقؔ نے ایک

نظم فنِ شاعری پر کہی ہے جس کا ایک شعر یہ ہے:

واضح القریض ما قارب النظم

و ان کان وضحاً مستبیان

یعنی جب نظم پوری کر چکو تو اپنے اشعار کی خود تنقید و تصحیح کرو، اگر چہ وہ واضح اور صاف ہوں۔"(ج ات ان، ص: ۵۵)

خوش آہنگ

آہنگ سے مراد وزن یا صوتی بناؤ سے ہے۔ شعر کے تخلیقی عمل میں الفاظ کو بحر کے بناؤ کے تحت لانے کے لیے کبھی آوازوں کی تخفیف یا تطویل کی جاتی ہے اگر یہ تبدیلی تلفظ کو تبدیل نہیں کرتی اور موزونیت پر استوار رہتی ہے تو اسے خوش آہنگی کہا جائے گا۔ شمس الرحمٰن فاروقی کے مطابق خوش آہنگی سے مراد یہ ہے کہ الفاظ کو موزونیت کے دائرے میں لانے کے لیے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ یعنی کیا ان میں تخفیف کی گئی ہے اور اس طرح ان کا تلفظ کچھ نہ کچھ بدل دیا گیا۔

خیال

فلسفہ، نفسیات اور علم معانی کی اصطلاح۔ خیال ویسے تو فکر یعنی ذہن سے وابستہ ہے لیکن اصلاً یہ پورے انسانی وجود خاص طور پر حیات سے بھی وابستہ ہے۔ مختلف علوم میں اس کے مختلف ابعاد بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً تصوف، فلسفہ یا موسیقی میں خیال کے الگ الگ تصورات ہیں لیکن ادب میں خیال کے معنی کسی فن پارے میں مضمر وہ مرکزی موضوع اور فکر ہے جو اس تخلیق کے وجود کا باعث ہوتے ہیں۔ نفسیات میں خیال حسّی تصورات سے ذہن میں پیدا ہوتا ہے اور ان کے بیان کے لیے شاعر تلمیحات، استعارات اور کنایوں کا سہارا لیتا ہے۔ علم معنی میں خیال بندی مضمون آفرینی سے تعبیر ہے۔

خیال بندی

شعری تنقید کی اصطلاح۔ خیال بندی کے معنی یہ ہیں کہ نئے مضامین کی تلاش میں حقیقت کو چھوڑ کر غیر اصل یا خیالی مفروضوں سے کام لیا جائے۔ ایسے اشعار میں شاعر کی تمام تر توجہ مضمون کی ندرت پر ہوتی ہے اور شاعر وہ باتین فرض کرتا چلا جاتا ہے جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر ارشد عبد الحمید کے الفاظ میں خیال بندی کی تعریف یہ ہے:

”نازک خیالی۔ ایسے خیالات جن کا تعلق محسوسات سے کم اور عقل سے زیادہ ہوتا ہے۔ مضامین میں دور کی کوڑی لانا۔“

(رب، ص:۱۳۱)

د

داخلی تنقید

Intrinsic criticism

داخلی تنقید میں تخلیق کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے اور اس کی تعبیر، تشریح و تجزیہ میں اس کی اندرونی ساخت اور تنظیم کو بروئے کار لانے کی سعی کی جاتی ہے۔ داخلی تنقید کی تعریف ناصر عباس نیّر اس طرح کرتے ہیں:

”داخلی جہت در اصل وہ تنقیدی حس اور احتسابی شعور ہے جو ہر تخلیق کار کے ہاں تخلیقی عمل کے دوران اور تخلیقی عمل کے وقوع پذیر ہونے کے بعد اپنی تخلیق کے سلسلے میں کارفرما ہوتا ہے۔ اسی تنقیدی شعور کی روشنی میں تخلیقی مواد کسی خاص صنف کا قالب اختیار کرتا ہے اور پھر اس کی تراش خراش کی جاتی ہے۔ اس تنقیدی شعور کے بھی دو پہلو ہیں: ہیئتی اور معنوی۔ ایک کا تعلق فن پارے کی جمالیاتی اقدار سے ہے اور دوسرا فن پارے کے مقصد و معنی سے متعلق ہے۔“

(ج م ت، ص:۳۲۲)

داخلی ہیئت

روسی ہیئت پسندوں نے معنی کی تعمیر میں ہیئت کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ ہیئت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک خارجی اور دوسری داخلی۔ خارجی ہیئت میں کسی صنف کے واضح اصول شامل ہوتے ہیں جیسے غزل کے لیے بحر، قافیہ اور ردیف وغیرہ۔ اس کے برعکس غزل کی رسومیات، اس کا ڈکشن، اس کا معنیاتی نظام اور تاثر اس کی داخلی ہیئت سے ترتیب پاتے ہیں۔

داخلیت Subjectivity

داخلیت سے مراد ادب و فن میں ادیب و شاعر کے اپنے نجی احساسات و جذبات کا اظہار ہے۔ اردو میں داخلیت کا لفظ سب سے پہلے امداد امام اثرؔ نے اپنی کتاب 'کاشف الحقائق' میں استعمال میں لیا۔ اوّل اوّل رومانیت اور نفسیات کے تحت اس اصطلاح کا استعمال کیا گیا اور بعد میں جدیدیت کے وجودیت کے رجحان کے تحت ذات کے اندورنی وسائل کے اظہار کو داخلیت کہا گیا۔

دادائیت Dadaism

دادا ایک فرانسیسی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ٹٹو اور خبط کے ہیں۔ دادائیت ایک تحریک ہے جو ۱۹۱۶ ء میں پہلی عالمی جنگ کے دوران شروع ہوئی۔ اس تحریک کے بنیاد گزار ٹرسٹان ژارا(Tristan Zara) ، ہنس آرپ(Hans Arp)اور ہیوگوبال (Hugo ball) وغیرہ ہیں۔

دادائیت سے مراد اس رجحان سے ہے جس میں تذکریت کو ترجیح حاصل ہے۔ اس کے مطابق مرادانہ اظہار ہی آزاد اظہار ہو سکتا ہے۔انھوں نے آزادی کے طور پر اتفاقی ادب کو اپنایا جس کے معنی یہ ہوئے کہ اس میں ارادے کو دخل نہیں ہے۔ اور جب جو جس نے لکھ دیا وہی بہتر ہے۔ انھوں نے مصوّری اور شعری فن میں ہیئت کذائی پر ترجیح دی۔ تجرید کے بجائے نشانات اور علامت کو زیادہ بہتر اسالیبِ اظہار کے طور پر مانا۔ ان کے مینی فیسٹو میں روایت اور ماضی سے انکار اور کلچر سے اختلاف کیا گیا۔ جلد ہی یہ تحریک اختتام کو پہنچی اور ۱۹۲۲ ء میں دادائیت تحریک سریلزم میں ضم ہو گئی۔

دادائیت پسند Dadaist

وہ تخلیق کار جو دادئیت کی تحریک سے وابستہ ہوں، دادائیت پسند کہلاتے ہیں۔ مثال کے لیے کچھ دادائیت پسندوں کے نام اس طرح ہیں:

ٹرسٹان ژارا (Tristan Zara)، ہنس آرپ (Hans Arp)، ہیوگوبال (Hugo ball) اور رچرڈ ہیولین بیک (Richard Huelsenbek) وغیرہ۔

دال Signifier

تصور معنی/صوتی امیج/ لفظی پیکر/ معنی نما۔ ساختیاتی تنقید کی اصطلاح۔ یہ اصطلاح ماہرِ لسانیات فرڈی نینڈڈی سوسیئر (Ferdinand De Saussure) نے وضع کی۔ اس کے مطابق زبان، نشانات کا نظام ہے اور لفظ نشان (Sign) ہے۔ اس کے نزدیک لفظ دو نشانوں : دال (Signifier) اور مدلول (Signified) پر مشتمل ہوتا ہے۔ پروفیسر ناصر عباس نیّر 'دال' کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دال صوتی ساختیہ (Sound Pattern) ہے جو حسی طور پر گرفت میں آ جاتا ہے اور ایک ہیئت ہے۔ یعنی کوئی ایسی آواز یا آوازوں کا مرکب جو کسی تصور کی طرف اشارہ کرے، دال ہے۔ یوں ہر دال سے ایک تصور وابستہ ہوتا ہے۔ یہ تصور مدلول (Signified) ہے۔" (س ات، ص:۲۰۷)

دبستان

دیکھیے: ص: ۷

دریافت Anagnorsis

انکشاف، اسرار کشائی۔ عدم واقفیت کا واقفیت میں بدل جانا۔ بقول عتیق اللہ :"مرکزی کردار یا کرداروں پر حقائق خفتہ یا رازہائے بستہ کا انکشاف، دریافت کہلاتا ہے۔"

(ااوف، ص: ۱۶۸)

دھونی Suggestion ध्वनि

سنسکرت شعری جمالیات کی اصطلاح۔

دھونی کے نظریہ کو آنندوردھن نے اپنی کتاب دھونیالوک ध्वन्यालोक میں پیش کیا۔ اس کے مطابق دھونی شاعری کی روح ہے۔ اس روح میں زبان کی اشاریت، سجاوٹ اور معنی آفرینی تینوں اجزاء شامل ہیں۔

دھونی کو انگریزی میں Suggestion اور اردو میں رمزیت کہا جا سکتا ہے۔ گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

"آنند وردھن دھونی کو شعری زبان کی جمالیاتی قوت کے لیے استعمال کرتا ہے، یعنی شعری زبان کی وہ جمالیاتی قوت اور لطف و اثر جو کلام کے نامیاتی کل (بشمول معنی) کے نتیجے کے طور پر پیدا ہو اور اس سے ارفع بھی ہو وہ دھونی ہے۔" (س پ م، ص: ۳۶۶)

دوزمانی Diachronic

ارتقائیت/ذوزمانیت/کثیر زمانی۔

ساختیات کی اصطلاح۔ سوسیئر نے زبان کی دو حالتیں بتائی ہیں۔ پہلی یک زمانیت یعنی زبان کی وہ حالت جو لمحۂ حاضر میں ہے اور دوسری دو زمانی/ارتقائیت یعنی زبان کی وہ حالت جو وقت کے طویل پھیلے ہوئے سلسلے پر محیط ہے۔ سوسئیر نے اپنے یک زمانی مطالعہ کو واضح کرنے کے لیے زبان کے دوزمانی مطالعے کو سامنے رکھا۔ پروفیسر عتیق اللہ دوزمانی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سوسئیر زبان کے مطالعے کے لیے اس طریق کار کو غیر سائنسی اور تاریخی ارتقا پر مبنی Diachronic کہتا ہے جس کے تحت زبان کا مطالعہ تاریخی اور تقابلی بنیادوں پر کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے مطالعے محض زبانوں کی گروہ بندی کے تعین یا زبانوں کے درمیان رشتوں اور معنیات کی سطح پر تبدیلیوں اور ارتقاء تک محدود ہوا کرتے تھے۔"

(م ت ر، ص: ۴۲۶۔۴۲۷)

زبان کے دوزمانی مطالعے کو انیسویں صدی میں تاریخی لسانیات یا فلالوجی کا نام دیا گیا تھا۔

دیومالا Mythology

اسے اردو میں علم الاساطیر اور علما لاصنام بھی کہتے ہیں۔ اس کا تعلق مذاہب کے اس نظریے سے ہے جس میں خدا اپنی طاقتوں کو اپنے مختلف نمائندوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور دیوی دیوتا ان کے مطابق اپنا کام انجام دیتے ہیں۔ یہ دیوی دیوتا انسانوں کی طرح آپس میں یگانگت اور بھید بھاؤ بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ انھیں انسانوں کے تخیل کا عکس بھی کہا گیا ہے۔ ان کی کہانیوں سے ادب میں تلمیح کا کام لیا جاتا ہے۔

ڈ

ڈاے لوجک Dialogic

آزاد کلامیہ۔ ساختیات کی اصطلاح کو میخائل باختن نے اپنی کتاب Problems of Dostocvskys Poetics میں استعمال میں لیا ہے۔ اس کے مطابق جس ناول میں فکر کی کئی تہیں اور کئی آوازیں ایک ساتھ ملتی ہیں انہیں Polyphonic یا Dialogic کہا جا سکتا ہے۔

ڈکشن Diction

لفظیات، انتخابِ الفاظ، لفظوں کی ترتیب، نشست و برخاست اور سیاق و سباق سے ایک جانب معنی کا تعین ہوتا ہے تو دوسری طرف جذبے اور احساس کا اظہار بھی کیا جاتا ہے۔ اس عمل کے لیے فنکار کچھ مخصوص الفاظ کا انتخاب کرتا ہے اور اسی انتخاب کو اس فنکار کا ڈکشن یا لفظیات کہا جاتا ہے۔

ڈسکورس Discourse

لسانیات کی اصطلاح۔ اس کو بطور اصطلاح مخصوص معنوں میں فرانس میں ۱۹۶۶ء میں بینونستے(Benueniste) نے استعمال کیا۔ مابعد جدید ثقافتی صورت حال اور تنقیدی تھیوری اس اصطلاح کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اردو میں لفظ Discourse کے لیے عتیق اللہ نے ”مخاطبہ“، ناصر عباس نیّر نے کلامیہ اور گوپی چند نارنگ نے ’مدلّل بیان‘ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ناصر عباس نیّر ڈسکورس کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ڈسکورس فرانسیسی میں Discourse اور انگریزی میں Discourse ہے۔ اصل میں یہ لاطینی لفظ ہے جس کے لغوی معنی آگے اور پیچھے دوڑنا (Run to and Fro) کے ہے۔ فرانسیسی زبان میں اسے تاریخ (Historie) کی متخالف اصطلاح کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ تاریخ ایک ایسا بیانیہ ہے جو غیر شخص اور معروضی ہے جب کہ ڈسکورس متعدد معانی میں رائج ہے۔ یہ کسی بھی موضوع پر مدلل اور پُر مغز مقالے کے لیے مستعمل ہے۔ لسانیات میں اس سے مراد وہ تجزیہ ہے جو جملوں کے روابط اور ان روابط کے قوانین کے مطالعے سے عبارت ہے۔ اسی خیال کو وسعت دے کر ڈسکورس کی اصطلاح سے منسلک کیا گیا ہے: وہ حوالہ جاتی فریم

ورک جو کسی بھی مخصوص موضوع کی پیش کش میں برتا جاتا ہے اور اسی فریم ورک کی وجہ سے وہ موضوع اپنی حدود مقرر کرتا اور ان حدود میں اپنے معانی کی ترسیل کرتا ہے۔"

(ج م ت، ص:۲۳۵۔۲۳۶)

ذ

ذوساخت **Binary Structure**

ساختیات کی اصطلاح۔ اس کے تحت زبان کا مطالعہ دو نہج پر کیا جاتا ہے۔ ایک زبان اور دوسرا اس کی ذیلی بولیاں یا لہجے۔ اسے لانگ (Longue) اور پیرول (Parole) بھی کہا جاتا ہے۔(بحوالہ ج ات ان، ص: ۴۹۹)

ذوق **Taste**

ذوق کی اصطلاح بہت بڑے معنیاتی نظام کا احاطہ کرتی ہے مثلاً ذوق کے ایک معنی شوق کے بھی ہیں۔ ذوق و شوق انفرادی بھی ہوتا ہے اور اجتماعی بھی۔ یہ ادبی ذوق عموماً کچھ تو روایت سے وراثت میں ملتا ہے اور کچھ ماحول اور مطالعے کے ساتھ ذاتی رجحانات کا پابند بھی ہوتا ہے۔ اس طرح ذوق کے لیے روایت اور عصریت کے ساتھ ذات کی شرکت بھی ہو جاتی ہے۔ ذوق کا اعلیٰ معیار ادبی تخلیقات کو جانچ پرکھ کر ان کی معیار کے تجزیے سے بھی گزرتا ہے۔ اس طرح اجتماعی ذوق عام طور پر یکساں ہونے کے باوجود انفرادی ذوق اس

سے مختلف ہو سکتا ہے۔ اور یہی اختلاف ذوق کی صحیح تعریف متعین کرنے میں مانع ہے۔

ر

رابطہ Contact

ساختیاتی تنقید کی اصطلاح۔ یہ اصطلاح رومن جیکب سَن نے وضع کی ہے۔ اس کے مطابق پیغام کی ترسیل کسی کوڈ ہی کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ اور اس تناظر میں یہ کوڈ لسانی نظام ہے یعنی بول چال یا تحریر کو رابطہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ رابطہ اور لسانی نظام ایک ہی چیز ہے۔

راست بیان

ترقی پسند تنقید کی اصطلاح۔

وہ ادب جس میں کسی ابہام یا استعارے وغیرہ کی جگہ موضوع کا براہِ راست اظہار ہو راست بیان کہلاتا ہے۔ اردو میں پہلی جنگ آزادی کے فوراً بعد اور پھر ترقی پسند تحریک کے زمانے میں اسی قسم کا ادب تخلیق کیا گیا۔

"ترقی پسند تنقید نے استعارہ سازی یا بالواسطہ اظہار سے اجتناب برتنے کی جو کوشش کی، اس کی نظری بنیاد سوائے اس کے اور کچھ نہ تھی کہ ادب کو عوامی زندگی کا ترجمان ہونا چاہیے۔ اور ادب کو عوام کے لیے لکھا جانا چاہیے۔"

(ن ت، ص: ۹)

راست شاعری

ترقی پسند تنقید کی اصطلاح۔
اردو میں راست شاعری کی روایت پرانی ہے۔ راست شاعری سے مراد یہ نہیں کہ وہ روکھی پھیکی ہو یا تشبیہ اور استعارے سے عاری ہو بلکہ اس طرح کہ وہ شاعر کے تجربے کو برہنگی کے ساتھ پیش کرے، اس میں کوئی نامانوس ملاوٹ نہ ہو۔ گویا ابہام سے پرہیز راست شاعری کی بنیادی پہچان ہے۔ راست شاعری کی پہلی مثال شبلیؔ کی نظموں میں ملتی ہے۔ انھوں نے انگریزوں کے خلاف 'ہم اپنے خون سے سینچیں تمھاری کھیتیاں کب تک' نظم لکھی۔ سجّاد ظہیر کی نثری نظمیں راست شاعری کے زمرے میں شامل ہیں۔

ربط Relation

تذکروں کی اصطلاح۔ ربط سے مراد قافیہ کا ردیف کے ساتھ مربوط ہونا اور شعر میں مستعمل تمام الفاظ کا معنی کی تعمیر میں کارگر ہونا ہے لیکن اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ شعر کے دونوں مصرعے مل کر ایک مکمل بیان بناتے ہوں، اگر بیان مکمل نہیں ہے تو کلام غیر مربوط کہا جائے گا۔

رجحان Trend

رجحان سے مراد وہ ذہنی ترنگ ہے جو مواد موضوع اور طرز اسلوب کی وجہ سے اپنی روش الگ اختیار کرتی ہے۔ یہ حالات کے سبب وجود میں آتی ہے اور اس کا کوئی منشور نہیں ہوتا۔

رجعت پرست Reactionalist

وہ ادیب یا شاعر جو قدیم روایت کی اتباع کرے، روایتی اصولوں کو مقدم خیال کرے اور فنون میں واقعیت یا حقیقت پر زور دے رجعت پرست کہلاتا ہے۔

رجعت پسندی Reactionary

رجعت پسندی کے لغوی معنی واپسی یا اعادہ کے ہیں۔ انسانی معاشرے میں نئی اور پرانی اقدار کے مابین کشمکش ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ نئی اقدار کے حامی ترقی پسند کہلاتے ہیں اور پرانی اقدار والوں کو رجعت پسند کہا جاتا ہے۔

ردِّ تشکیل Deconstruction

لاتشکیل/ رد تعمیر/ ساخت شکنی/ انہدامی تنقید۔
ردِّ تشکیل کا نظریہ فلسفی ژاک دریدا (Jacques Derrida)سے منسوب ہے۔

دریدا سے پہلے سوسیئر نے زبان کو نشانات کا نظام بتایا تھا اور اسی نے دال اور مدلول کے ذریعے معنی کی ساخت تک پہنچنے کا ذریعہ تلاش کیا تھا۔ دریدا نے اس بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ دال اور مدلول میں افتراقی رشتہ ہوتا ہے۔ چنانچہ معنی جتنے متن میں موجود ہیں اتنے ہی اس کے باہر بھی ہیں۔ یہ باہر کے معنی اس وقت تک روشن نہیں ہو سکتے جب تک کہ دال اور مدلول کے افتراقی پہلو کو نہ کھول لیا جائے اسی کو اس نے ردِ تشکیل یا ردِ تعمیر تعبیر کیا ہے۔ متن کے معنی متن کے باہر کے حوالوں سے جتنے تفریقی رشتے بناتا ہے ان رشتوں کو دریدا نے التوا (Deferment) کہا ہے۔ 'التوا' بنیادی طور پر ایک معنی سے دوسرے معنی تک پہنچنے کا عمل ہے۔ لہٰذا کوئی معنی مستقل نہیں ہوتے اور معنی کی یہ زنجیر لا منتہی ہے۔

ردِ منتہا Anti Climax

ردّ منتہا سے مراد ڈرامہ یا فکشن میں اصل اختتام سے پہلے پیدا کیا گیا ایک ایسا نقلی اختتام ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے شر پسند طاقتیں سچائی پر حاوی ہو گئی ہیں۔ لیکن پھر پانسہ الٹتا ہے اور اصل اختتام پر سچائی کی فتح ہوتی ہے۔ ردّ منتہا کی صورتِ حال طنز و مزاح کے لیے بھی پیدا کی جاتی ہے۔

رزمیہ شاعری Epic महाकाव्य

اسے انگریزی میں Epic کہتے ہیں اور ہندی میں مہاکاویہ کہا جاتا ہے۔ یہ ایک طویل بیانیہ نظم ہوتی ہے، جس میں کوئی مثالی کردار یعنی ہیرو کی جنگ جوئی، بہادری اور انصاف پسندی کے کارنامے بیان کیے جاتے ہیں۔ اردو میں اس کی مثال مثنویوں اور مرثیوں میں پائی جاتی ہے۔

رس रस

جمالیاتی اور نفسیاتی تنقیدی اصطلاح۔
اسے اردو میں لطف/ انبساط کہا جا سکتا ہے۔
اس نظریہ کے بانی بھرت منی ہیں۔
سنسکرت ادب اور تنقید میں رس کو تخلیق کا حاصل بتایا گیا ہے۔ سنسکرت کے پہلے شاعر والمیکی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ بعد کے عالموں نے رس کو نو انسانی جذبوں سے متعلق کیا ہے۔
سنسکرت ادب کی ابتداء میں بنیادی طور پر آٹھ رسوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ بھرت منی کے ناٹیہ شاستر میں آٹھ ہی رسوں کا ذکر کیا گیا

ہے۔ آگے چل کر دھننجیہ نے شانت رس کے نام سے ایک اور رس کا اضافہ کیا۔ اس طرح کل نو رس کہلائے لیکن اس کے بعد بھی دو مزید رسوں کا اضافہ کیا گیا۔ ان میں پریمان رس اور بھکتی رس شامل ہیں۔ ان کے نام اس طرح ہیں:

۱۔ شرنگاررس श्रृंगार रस
۲۔ ہاسیہ رس हास्य रस
۳۔ کرون رس करुण रस
۴۔ رودر رس रौद्र रस
۵۔ ویر رس वीर रस
۶۔ بھیانک رس भयानक रस
۷۔ وبھتس رس वीभत्स रस
۸۔ ادبھت رس अद्भुत रस
۹۔ شانت رس शांत रस
۱۰۔ واتسالیہ رس वात्सल्य रस
۱۱۔ بھکتی رس भक्ति रस

سنسکرت تنقید کے تقریباً سبھی دبستان رس کی اصطلاح کا استعمال کرتے ہیں۔ جدید اردو تنقید نے رس کو نفسیاتی صورت حال سے وابستہ کیا ہے اور اسے جبلّت یعنی Instinct کا مترادف بتایا ہے۔ میراجیؔ نے اس کے حوالے سے نفسیاتی تنقید کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

رسمیات Conventions

Conventions کا ترجمہ قرینہ یا مفاہمہ بھی کیا گیا ہے لیکن شعریات میں رسومیات کا ذکر بار بار ہوا ہے۔ ساختیاتی نقادوں نے بھی Conventions کو اہم قرار دیا ہے۔ رسومیات سے مراد ادبی اصناف کے اصولوں یا ہیئتوں کے مفہوم میں تخلیق کار اور قارئین کا متحد ہونا ہے یعنی تخلیق کار جن حربوں اور طریقوں کا استعمال کرتا ہے قاری اس سے واقف ہوتا ہے۔ رسمیات کا کسی سائنسی یا فلسفے پر کھرا اترنا لازم نہیں بلکہ ان کا اجتماعی طور پر قابل، فہم ہونا کافی ہے۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ Stage پر رات دن جنگ یا بستی دریا یا صحرا وغیرہ کے مناظر دکھائے جاتے ہیں اور ناظر جانتا ہے کہ وہ مناظر اصلی نہیں ہے لیکن رسومیاتی سطح پر وہ انھیں سچ مانتے ہوئے ہی ڈرامہ کا لطف لیتا ہے۔

غزل میں اس کی مثال عاشق، محبوب اور رقیب سے دی جا سکتی ہے جن کی خصوصیات شاعر اور قاری کے ذہن میں پہلے سے ہوتی ہیں جیسے معشوق دنیا میں سب سے خوبصورت ہے، عاشق مظلوم ہے اور رقیب اس کا دشمن۔

رعایت

الفاظ کے مابین کوئی اضافی معنوی علاقہ قائم کرنا یا اس علاقہ کا التباس پیدا کرنا رعایت کہلاتا ہے۔ مثلاً ایہام، تضاد، لف و نشر یا ضلع جگت وغیرہ صنعتیں رعایت پیدا کرنے ہی کا ذریعہ ہیں۔ رعایتوں کے ذریعے شاعر زبان میں مضمر معنوی امکانات کو زیادہ سے زیادہ بروئے کار لانے کی کوشش کرتا ہے بقول شمس الرحمٰن فاروقی:

”رعایت کثیر الاطلاق اصطلاح ہے۔ بہت سی صنعتیں، خاص کر ایہام، تضاد، ایہام تناسب، ایہام صوت، مراعات النظیر اور لف و نشر کی بعض صورتیں، ضلع جگت، یہ سب رعایت کی جھولی میں ہیں۔ اور ان کے علاوہ بھی الفاظ کی وہ تمام مناسبتیں جو معنوی علاقے کا التباس پیدا کریں، رعایت کے تحت آتی ہیں۔ رعایت کی بنیادی شرط یہ ہے کہ دو لفظوں یا فقروں میں بظاہر معنی کا علاقہ ہو۔ رعایت کی وجہ سے، ہمیشہ کلام میں حسن پیدا ہوتا ہے۔“

(اغ ام، ص: ۸۱)

رمز Irony

علم بدیع اور نئی تنقید کی اصطلاح۔

نئی تنقید (New Criticism) نے نظم کی جو شعریات منضبط کی ہے رمز (Irony) بھی اس میں شامل ہے۔ بقول ناصر عباس نیّر ”رمز کی کئی اقسام ہیں جیسے سقراطی رمز، رومانی رمز، کائناتی، فلسفیانہ رمز، مزاحیہ اور المیہ رمز وغیرہ۔ ان سب میں مشترک یہ ہے کہ یہ سب لفظ اور معنی، عمل اور نتیجے اور عیاں اور نہاں کے درمیان فرق اور تناقص کے ادراک سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس فرق میں لغویات کا عنصر ہوتا ہے۔ (ن ت، ص: ۱۶۳)

رمزیت

پارناسی دبستانِ شاعری کے خلاف ردعمل میں آنے والی تحریک رمزیت یا رمز نگاری کی تحریک کہلاتی ہے۔ اس سے مراد براہِ راست بیان کی جگہ اشاروں اور کنایوں میں کیا گیا اظہار ہے لیکن نئی تنقیدی اصطلاحات میں رمزیت کو Irony سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ رمز نگاری میں ہیئت اور موضوع غیر معین اور موسیقی کی لے اور آہنگ کی طرح اشارتی اور علامتی ہوتے ہیں۔

رمق (جھلک) Trace

ردِّ تشکیل نظریہ کی اصطلاح جسے ژاک دریدا نے وضع کیا۔ دریدا کہتا ہے کہ معنی مستقل

نہیں ہوتے چنانچہ زبان کے جو معنی متعین کر لیے گئے ہیں وہ معنی نہیں بلکہ معنی کی جھلکیاں /رمق (Trace) ہیں۔

روانی

تذکروں کی اصطلاح۔

ہندوستان میں اس اصطلاح کو سب سے پہلے امیر خسروؔ نے برتا۔ مشرقی ادبیات کا ایک تصوّر یہ ہے کہ شعر میں الفاظ صوتی اور معنوی اعتبار سے اس طرح ترتیب میں رکھے جائیں کہ نہ ان کے پڑھنے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو، نہ صوتی تنافر اور آہنگ میں اجنبیت پائی جائے۔ اس تصور میں یہ بھی شامل ہے کہ شعر کی لفظیات بحر پر حاوی ہو نہ کہ بحر الفاظ پر حاوی ہو جائے۔

روایتTradition

روایت کے معنی منتقل ہونے کے ہیں۔ ادبی حوالے سے ایک تو معاشرتی کلچر ہوتا ہے ار دوسرا ادب کا اپنا انفرادی کلچر۔ دونوں کا اتباع ادبی روایت کہلاتا ہے۔ ادبی روایت کے بغیر کسی فن پارے کی اہمیت اور تفہیم ممکن نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انحراف ہو گا تو بھی روایت ہی سے ہو گا۔ چنانچہ ادبی اور تنقیدی روایت کو جانے بغیر ہم اپنی ذمہ داری سے عہدہ بر آ نہیں ہو سکتے۔

روایت پرستی

روایت پرستی سے مراد روایت کی ان خصوصیات کی تقلید سے ہے جو تکرار کا عیب بھی پیدا کرتی ہیں اور جن سے عصری تقاضے بھی پورے نہیں ہوتے۔ اس لحاظ سے روایت پرستی منفی معنی کی حامل ہے۔

روایت پسندی

روایت کی وہ مستحکم خصوصیات جو ادب کو پائیدار بناتی ہیں اور جن سے ادب کے عصری تقاضوں کو پورا کرنے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی تو ایسے رجحان کو روایت پسندی کہا جاتا ہے۔

روایت نقلAnecdote

روایت سے مراد کسی بیانیہ میں ایسے واقعات یا حکایات یا روایات شامل کرنے سے ہے جو موضوع کے ضمنی مقاصد پر روشنی ڈالتا ہو۔ یہ واقعات یا حکایات کسی کردار کے مزاج پر بھی روشنی ڈالتی ہیں۔ اردو میں اس کی مثال محمد حسین آزاد کی کتاب 'آبِ حیات' سے

دی جاسکتی ہے جس میں بہت سے شاعروں کے بارے میں ایسے لطائف بیان کیے گیے ہیں۔

روحِ عصر Zeitgeist

یہ اصطلاح George W.F. Hegel نے وضع کی۔ روح عصر کے لیے عصریت اور عصری حسیت جیسی اصطلاحات بھی مستعمل ہیں۔ ان سب کی معنوی بنیاد اس اصول پر ہے کہ ایک عہد میں جینے والے انسانوں اور فنکاروں کے روحانی اور دنیاوی مسائل اور ان مسائل سے متعلق کشمکش ادب پر اثر انداز ہوتی ہے چنانچہ ایک عرصۂ زماں کے ادب سے اس کی روحِ عصر کو نشان زد کیا جا سکتا ہے۔ ہر چند جملہ فنکار اپنے اپنے طور پر اپنے عصر کے مسائل پر ردِّ عمل کا اظہار کرتے ہیں لیکن یہ اظہار عصری کشمکش ہی کے اطراف قائم ہوتا ہے۔

روزمرّہ Colloquial

مشرقی تنقیدی شعریات کی اصطلاح جس کا تعلق لسانیات سے ہے۔ نثر و نظم میں بیان کا وہ اسلوب جو اہلِ زبان کی گفتگو کا معمول ہو۔ بقول شبلی نعمانی:

”جو الفاظ اور خاص ترکیبیں اہل زبان کی بول چال میں زیادہ مستعمل اور متداول ہوتی ہیں ان کو روزمرّہ کہتے ہیں۔“(م اد، ص:۵۲)

روسی ہیئت پسندی
Russian Formalism

روسی ہیئت پسندی ہیئتی تنقید کی ایک شاخ ہے۔ اس میں سائنسی معروضیت پر زور دیا جاتا ہے، اور متن کے ذریعے حاصل ہونے والی ادبیت کی بنیادی اہمیت ہے۔ ان کے مطابق مواد اور ہیئت میں یگانگت ہوتی ہے اور بین المتونیت اس کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ادب میں مصنف سے زیادہ تخلیق کی اہمیت ہے کیوں کہ تخلیق کار چیزوں کو نامانوس بنا کر پیش کرتا ہے۔

روشن فکری Enlightenment

اسے روشن خیالی بھی کہتے ہیں۔
بشر دوستی کے نئے تقاضوں کے تحت بعض مذہبی یا سماجی رسومیات کو ترک کرکے کچھ نئے راستے ہموار کرنا روشن فکری یا روشن خیالی کہلاتا ہے۔ اسے اوّل اوّل مذہبی اصلاح پسندی سے تعبیر کیا گیا اور بعد میں اشتراکیت کے حوالے سے اجتماعیت کو روشن خیالی کے تحت رکھا گیا۔ چونکہ اشتراکیت میں فرد کو

کوئی مقام حاصل نہیں تھا لہٰذا جدیدیت کے رجحان میں فرد اور اس کی ذات کی طرف رجوع کرنا روشن خیالی قرار دیا گیا۔

رومانیت Romanticism

رومانیت ایک جانب عشق و جمال سے وابستہ ہے تو دوسری طرف مغرب میں یہ ایک نظام فکر کے طور پر بھی رائج رہی ہے۔ رومانیت کلاسیکی حقیقت پسندی اور سخت گیری کے خلاف ایک ردِّ عمل کے طور پر سامنے آئی۔ رومانیت پسند فنکار اپنے حال اور اپنے اطراف کی دنیا سے مطمئن نہیں ہوتا چنانچہ ایک خیالی دنیا آباد کر لیتا ہے جو حقیقت سے فرار کا استعارہ ہے اور یہ فرار اُسے قدرت اور تخیل کی دنیا میں لے جاتا ہے۔ چونکہ خوابوں کی دنیا موجود نہیں ہے لہٰذا ایک مستقل قسم کی اداسی رومانیت کا حاوی عنصر ہے۔ رومانیت فنکار کے اسلوب سے بھی ظاہر ہوتی ہے جس میں جذبے، احساس اور حسن پر ہی توجہ مرکوز رہتی ہے۔ بقول محمد حسن:

”رومانویت اطاعت نفس سے آشنا نہیں اور اس لیے رومانیت کا جہاں فرد کا جہا ہے۔ جماعت کی حیثیت یا تو ضمنی ہے یا سرے سے مفقود ہے۔ یونانی فلسفے نے انسان کو تمام اشیاء کا معیار قرار دیا تھا۔ رومانیت نے اس معیار کو برتا۔ پرانے اصولوں سے بغاوت کر کے ان کی لامحدود جذباتیت نے فرد کو نئی اہمیت دی اور جدت کے ساتھ رومانوی ادیبوں نے ”میں“ لفظ استعمال کیا۔“

(اارت، ص: ۱۸۔۱۹)

رومانی تحریک Romantic Movement

رومان لفظ کے بہت سے معنی ہیں ان میں محبّت اور عشق کا رجحان بھی شامل ہے لیکن ادبی اصطلاح کے طور پر اس کا ماخذ فرانس کی وہ تھیوری ہے جس نے فرانس میں سیاسی انقلاب برپا کیا اور یورپ میں یہ ایک مستقل ادبی رجحان بن گیا۔ اس اصطلاح کے پیش نظر دنیا کو انسان کے مطابق بنانا تقریباً ناممکن تھا۔ چنانچہ انسان نے دنیا کی حقیقتوں سے فرار اختیار کیا اور اپنے خوابوں کی دنیا آباد کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس عمل میں وہ تنہائی پسند بھی رہا اور فطرت کے قریب بھی آیا۔ اسی صورت حال کو رومانیت کہا جاتا ہے۔ رومانی شخص خیالوں میں جو دنیا بناتا ہے وہ

حقیقت میں ممکن نہیں چنانچہ رومانیت کا نتیجہ مایوسی اور ناکامی پر منتج ہوتا ہے۔

رومانی تنقید Romantic Criticism

رومانی تنقید سے مراد اس تنقید سے ہے جو فن پارے کے محرکات یا خارجی عوامل کی جگہ اس کے اسلوب اور طرز پیشکش پر توجہ مرکوز رکھتی ہے۔ رومانی تنقید کسی شہ پارے میں جمالیاتی کیفیت کو گرفت میں لیتی ہے اور باقی عناصر کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ فن پارے کے رنگین جملے، شوکت الفاظ، زبان و بیان کا لطف اور اس سے حاصل ہونے والی مسرت ہی رومانی تنقید کا دائرہ کار ہے۔

(ج ات ان، ص:۱۷۷)

رومانی عقلیت

انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں ایک نیا رجحان رونما ہوا جس میں ایک نئے مستقبل کی تلاش اور سیاسی، سماجی اور اخلاقی اصلاحات کا رنگ نمایاں تھا۔ اس میں ایک جدید نقطۂ نظر کی تلاش تھی۔ اس رجحان سے وابستہ شعراء و ادباء میں حالیؔ، سرسید، شبلیؔ، شررؔ، اقبالؔ اور مہدی افادی وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

رویّہ Attitude

رویّہ سے مراد وہ طرز فکر و عمل جو مذہبی اقدار، سماجی روایت اور فرد کی ذاتی ترجیحات سے طے ہوتا ہے۔ یہ رویہ اگر بہت سے افراد کا ہو تو اسے میلان یا رجحان کہتے ہیں۔

ریتی Diction रीति

سنسکرت شعری جمالیات کی اصطلاح۔
اس کے لیے اردو میں اسلوب اور انگریزی میں Diction لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ سنسکرت میں اس نظریہ کو آچریہ وامن نے رائج کیا کہ شاعری کے دو اہم حصّے ہیں ایک خیال اور دوسرا اسلوب۔ خیال اہم ہو سکتا ہے لیکن ادبی جمالیات کے بغیر وہ محض خیال ہی رہتا ہے۔ چنانچہ اسلوب یا Diction کے ذریعے خیال کو ادب بنایا جا سکتا ہے اور یہ نہایت اہم طریقہ کار ہے۔

ز

زبان Language

آوازوں کا ایک ایسا مجموعہ جس کے ذریعے انسان اپنے خیالات دوسروں پر اس طرح ظاہر کرتا ہے کہ سننے والا اس سے وہی مراد لے جو کہنے والے کے ارادے میں ہے۔ اس اعتبار سے زبان ایک ذریعہ ترسیل ہے۔ زبان کے جدید ماہرین نے اسے مختلف طریقوں سے متعارف کرایا ہے مثلاً سوسیئر کے مطابق زبان کا نظام ساختیاتی ہے اور یہ نظام ہمیشہ یک زمانی ہوتا ہے۔ زبان کی معنویت اس کے افتراقات پر منحصر ہے۔ چنانچہ اس میں مثبت عنصر نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس ژاک دریدا متن کی معنی خیزی کو التوا کے حوالے سے دیکھتا ہے اس کے مطابق متن کا خارجی حوالہ ایک ایسی زنجیر بناتا چلتا ہے جو اس کے باطنی حوالے کو ردّ کر دیتا ہے اور اس کے معنی مسلسل التوا میں رہتے ہیں۔

زبان ایک ایسا نظام ہے جو متعین معنی کی جگہ غیر متعین معنی کا مجموعہ ہوتی ہے۔

زمرہ Paradigm

مابعد جدیدیت کی اصطلاح۔ اس نظریے کو امریکی سائنس داں و فلسفی تھامس کوہن نے پیش کیا۔ اس کے مطابق سائنس کی تاریخ بہت سے ادوار میں تقسیم ہے اور ہر دور اپنا پیراڈائم یا زمرہ رکھتا ہے۔ پیراڈائم سے ان کی مراد اعتاقادات، اقدار اور تکنیک کے نظام سے ہے جس کے تحت اس دور کی تمام تحقیق عمل میں آئی ہے۔ دور یا زمانے کے بدلتے ہی پیراڈائم بھی بدل جاتا ہے اور پرانے پیراڈائم کی نفی کرنے والے اعتقادات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ان اعتقادات کی تبدیلی پیراڈائم شفٹ یا تقلیب کہلاتی ہے۔ انہی اصولوں کو زبان و ادب پر منطبق کیا جائے تو اس کے تحت بھی ہر زمانہ اپنے تصورات ساتھ لاتا ہے۔ مثال کے لیے ترقی پسند تحریک تمام تر ادبی معاملات مارکسی نظریے سے ماخوذ ہیں لیکن اس سے قبل یا بعد کے تصورات اس سے الگ ہیں۔ اس طرح ادب میں پیراڈائم شفٹ ہوتا رہتا ہے۔

زوال پسندی Decadence

انیسویں صدی کے نصف آخر میں فرانسیسی شعراء کے ایک طبقے نے یہ رویہ اپنایا کہ فن اخلاق اور معاشرتی متعلقات سے پرے ہے یہ خیال سائنس کی بڑھتی ہوئی عقلیت پسندی اور سماجی سروکار کی نفی کرتا ہے چونکہ ان شعراء نے حسن کی تخلیق کو ہی فن کا مقصد قرار دیا ہے لہٰذا ان کے موضوعات محدود ہیں۔ بدیعی صنعتوں اور موسیقی کا ان پر گہرا اثر ہے۔ اس رجحان کے علمبرداروں نے Decadent نام کا رسالہ نکالا تھا۔ اس لیے انھیں زوال پسند کہا جانے لگا۔

زورِ بیان

نقدِ شعر کی اصطلاح جسے تذکرہ نگاروں نے استعمال کی۔ اس کے مطابق شعر میں اس طرح کا بیانیہ قائم کرنا جو مضمون اور معنی کو پوری شدّت کے ساتھ قائم کرتا ہے۔

زیرک قاری Superreader

اس سے مراد اس مثالی قاری سے ہے جو تربیت یافتہ، ادبی مہارت رکھنے والا، ادب کی لانگ (Langue) اور پیرول (Parole) سے واقفیت رکھنے والا اور افہام و تفہیم کے ہر طریقے پر دسترس رکھنے والا ہو۔ دوسرے الفاظ میں ایسا قاری خود ساختیات کا ماہر ہی ہو سکتا ہے جسے ادب کے تجزیے کے لیے ساختیات کے تمام اصولوں پر گرفت حاصل ہو۔

س

ساخت Structure

لسانی فلسفہ کی اصطلاح۔ فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا مصدر ساختن ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں : بنانا، گڑھنا، ایجاد کرنا، وضع کرنا اور ڈھانچا تشکیل دینا۔

کوئی بھی چیز یا تجزیہ فی نفسہٖ اپنی پہچان نہیں رکھتا بلکہ کسی بھی چیز یا تجربے کا ادراک رشتوں کے اس مجموعے کے توسط سے ہوتا ہے جس کا وہ خود ایک حصہ ہے۔ اسی مجموعے کو ساخت کہتے ہیں۔

بقول گوپی چند نارنگ:

"ساخت سے مراد زبان کی ساخت ہے۔ یہ ساخت زبان کے مختلف عناصر کے درمیان رشتوں کا وہ نظام ہے جس کی بنا پر زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے۔"(س پ م، ص:۴۰)

ساختی متوازیت

Constructional Parallelism

ساختی متوازیت سے مراد اس صورت حال سے ہے جہاں دو یا زیادہ جملے ساخت کے اعتبار سے متوازی ہوں یعنی ان میں نحوی مطابقت پائی جائے۔ یہ صورت حال بعض الفاظ اور حروف کی تکرار سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ مطابقت جزوی بھی ہو سکتی ہے اور کلی بھی۔ اسے توازن بھی کہتے ہیں۔

ساختیات Structuralism

لسانی فلسفہ کی ادبی اصطلاح۔

ماہر لسانیات فرڈی ناں سوسیئر نے اپنی کتاب A Course In Linguistic Study میں ساختیات کا فلسفہ پیش کیا اور زبان کو نشانات کا نظام قرار دیا ہے۔ ساختیات کی تعریف بیان کرتے ہوئے عتیق اللہ لکھتے ہیں:

"ساختیات اس معنی میں ایک سائنس ہے کہ وہ نشانات کی دنیا کی ایک نظام کے طور پر نہایت تفصیل اور ہمہ گیر پہلوؤں کے تجربے پر اساس رکھتی ہے جس کی عمارت زبان کی تھیوری پر قائم ہے۔ ساختیات اس نظام کا تجزیہ کرتی اور اسے دریافت کرتی ہے ساختیات انفرادی کارناموں میں عمومی اصولوں کی تلاش سے عبارت ہے اور ہر متن کو تاریخی اور سماجی سیاق سے انحراف کی بنیاد پر ادب کے نظام کے تفاعل کے طور پر گردانتی ہے۔ ادب کے تجزیے کی یہ ایک ایسی تھیوری ہے جو خود ایک Epistemology کی حیثیت رکھتی ہے، جس کا مقصد ادب اور متن کے وجود کی وضع اور اس کے دستور کی فہم عطا کرنا ہے اور مجموعاً وہ متن کسی کلچر سے منسوب

ہوتا اور اس کی نمائندگی کرتا ہے۔ کلچر کو زبان کے طور پر پڑھا جاسکتا ہے۔"

(م ت ر، ص:۴۳۲۔۴۳۳)

ساختیاتی تنقید Structural Criticism

تنقید کا جدید ترین رجحان۔

وہ نظریۂ تنقید جس میں فن اور فنکار پر توجہ مرکوز کرنے کے بجائے اس نظام کی تلاش کرنا ہے جس کی روشنی میں فن پارہ تخلیق کیا گیا۔

ساختیاتی تنقید سے مراد وہ تنقید ہے جو ادب پارے کو دوسرے حوالوں کی جگہ خود متن کی ساخت کے مطالعے کے ذریعے جانچتی پرکھتی ہے۔ چونکہ ساخت ایک لسانی نظریہ ہے لہٰذا وہ دال مدلول کی تلاش اور ان کے باہمی ربط کے ذریعے زبان کی بناوٹ سے یہ ثابت کرتی ہے کہ متن کے معنی مستقل نہیں ہے۔ اس اعتبار سے ساختیاتی تنقید ادب کی تعین قدر کی جگہ معنی سازی کے عمل تک محدود رہتی ہے۔

سادگی Simple

تذکرے اور مغربی تنقید کی اصطلاح۔

الطاف حسین حالیؔ نے اپنی کتاب 'مقدمہ شعر وشاعری' میں شعر کی تین خوبیوں میں سے ایک بتایا ہے۔ حالیؔ نے ۱۸۱۸ء کے کالرج کے لیکچر کی وساطت سے ملٹن کے شعری نظریات کو اردو تنقید میں رائج کیا۔ اس کے لیے شبلیؔ نعمانی نے "سادگی ادا" اصطلاح استعمال کی ہے۔ ملٹنؔ کے مطابق سادگی سے مراد استدلال کی سادگی ہے چنانچہ شاعری میں اسلوب پیچیدہ ہوسکتا ہے لیکن استدلال کو سادہ ہونا چاہیئے۔ اس لحاظ سے سادہ (Simple) Complex کا متضاد ہے۔

سادگی کے ضمن میں حالیؔ لکھتے ہیں:

"سادگی سے صرف لفظوں ہی کی سادگی مراد نہیں ہے بلکہ خیالات بھی ایسے نازک اور دقیق نہ ہونے چاہیے جن کو سمجھنے کی عام ذہنوں میں گنجائش نہ ہو۔ محسوسات کے شارع عام پر چلنا ہے۔ بے تکلفی کے سیدھے رستے سے ادھر ادھر نہ ہونا اور فکر کو جولانیوں سے باز رکھنا۔ اسی کا نام سادگی ہے۔"

(م ش ش، ص:۱۲۷۔۱۲۸)

سائنٹفک تنقید Scientific Criticism

تنقید کا معروضی نظریہ۔

فرانسیسی نقاد ٹین (Taine) اس تنقیدی رویہ کا علمبردار تھا۔ سائنٹفک تنقید سے مراد کسی فن پارے کے متن، مصنف، ماحول اور معاشرے کا منصفانہ تجزیہ کرنا ہے۔ یہ تجزیہ تاثراتی اور جذباتی نہیں ہوتا بلکہ غیر جانبدار اور معروضی ہوتا ہے۔ عبادت بریلوی سائنٹفک تنقید کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"سائنٹفک تنقید ادبی تخلیقات اور ان کے تخلیق کرنے والے فن کار سے متعلق تمام پہلوؤں پر بحث کرتی ہے اور اس زمانے کے سماجی حالات اور مروجہ خیالات کی روشنی میں ا ن کی اہمیت کا پتہ لگاتی ہے۔ ان کا ایک بڑا مقصد اس حقیقت کا پتہ لگانا ہوتا ہے کہ فن کار نے کسی حد تک ان خیالات اور حالات کی ترجمانی کی ہے اور وہ بیان کے پیش کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے۔"

(ات ا، ص: ۴۶۔۴۷)

سائنٹفک نظریہ

ترقی پسند نظریے پر اکثر یہ الزام لگایا جاتا رہا ہے کہ وہ صرف موضوع کو ترجیح دیتے ہیں اور ادبی جمالیات سے ان کا کوئی سروکار نہیں۔

سائنٹفک نقادوں نے اس ادب توازن کو دور کرنے کی کوشش کی جن میں احتشام حسین پیش پیش رہے۔بقول اسلوب احمد انصاری:

ترقی پسند نظریے پر اکثر یہ الزام لگایا جاتا رہا ہے کہ وہ صرف موضوع کو ترجیح دیتے ہیں اور ادبی جمالیات سے ان کا کوئی سروکار نہیں۔

سائنٹفک نقّادوں نے اس عدم توازن کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلوب احمد انصاری کے الفاظ میں:

"جب ہم تنقید کے لیے سائنٹفک کا لفظ استعمال کرتے ہیں، تو اس سے ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ ہم نے تنقید کے لیے چند اصول وضع کر لیے ہیں، یہ اصول محض اتفاقی یا ہمارے فیضان کی لہر کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ ہم نے مختلف فنی کارناموں کی تخلیق کے تمام انفرادی اور اجتماعی اسباب کا معروضی انداز سے تجزیہ کرنے کے بعد چند کلیے بنائے ہیں جنھیں ہم کسی فنی کارنامہ پر منطبق کرنے کے بعد ان سے نتائج اخذ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔" (ت ن حصّہ اول۔ ص:۱۳۸)

سائنٹفک نقطۂ نظر وہ ہے جو ادب کو زندگی کے معاشی، معاشرتی اور طبقاتی روابط کے ساتھ متحرک اور تغیر پذیر دیکھتا ہے۔ یہ ایک ہمہ

گیر نقطۂ نظر ہے اور ادبی مطالعے کے کسی اہم پہلو کو نظر انداز نہیں کرتا۔

سائنسی عقلیت پسندی

ترقی سپند تنقید کی اصطلاح۔

معاشرے، مذہب، جنس اور خاندان کے متعلق رجعت پسند اور قدامت پرست خیالات سے اجتناب کرتے ہوئے زندگی میں رونما ہونے والی تبدیلیوں اور پیش آنے والے مسائل کا اظہار اس انداز میں کرنا کہ عقل اسے قبول کرے، سائنسی عقلیت پسندی کہلاتی ہے۔

سبک ہندی

ہندوستانی فارسی ادب کے لیے مستعمل اصطلاح۔

ہندوستانی اور ایرانی شعراء کے درمیان فارسی اسلوب میں امتیاز کے لیے یہ مرکب لفظ استعمال کیا گیا۔ ہندوستانی شعراء نے جو فارسی اسلوب اختیار کیا اسے سبک ہندی کہا جاتا ہے۔ سبک ہندی کی اصطلاح سب سے پہلے کمال اصفہانی نے استعمال میں لی۔ اس لیے اسے سبک اسفہانی بھی کہا جاتا ہے۔

سپھوٹ स्फोट

سنسکرت تنقید کی اصطلاح۔

’سپھوٹ‘ ایک معنیاتی نظریہ ہے جسے بھرتری نے اپنی شہرۂ آفاق تالیف ’واکیہ پدیہ‘‘ میں پیش کیا۔ بھرتری کے مطابق لسانی تکلم میں آوازیں واسطہ ہیں جن کے ذریعے علامیہ وضع ہوتا ہے اور یہ علامیہ معنی کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معنی کی تعمیر کے لیے الفاظ کا ہونا ضروری ہے۔ گوپی چند نارنگ ’سپھوٹ‘ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’لفظ स्फोट مادہ सफुट سے ہے یعنی پھوٹ نکلنا۔ گویا لسانی مفہوم کے اعتبار سے سپھوٹ وہ شبد یا واکیہ ہے جس سے معنی پھوٹ نکلے یا چمک اٹھے۔‘‘(س پ م، ص: ۳۵۹)

سخن فہم

وہ شخص جس کا شعری ذوق اعلیٰ ہو اور مبادیات سخن کی سمجھ رکھے۔ بقول غالب:

’ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں‘

سخن گو

شاعر۔ ادبی تخلیقات بنانے والا۔ ’’ایک شخص اچھا شاعر ہے تو ہم اسے سخن گو کہتے ہیں‘‘(ت ن حصّہ۔ا، ص: ۴۶)

سُر सुर

موسیقی کی اصطلاح جس میں بارہ سُر بتائے گئے ہیں۔ سُر کو بنیادی طور پر آواز کہہ سکتے ہیں۔ شبلیؔ نے ہر لفظ کو ایک قسم کا سُر بتایا ہے اور وہ اس لیے کہ ہر لفظ حروف کے اعراب یعنی زیر، زبر اور پیش کی ترتیبات سے ایک نہ ایک آہنگ ضرور بناتا ہے۔ لفظ کے آہنگ اور شاعری کے آہنگ میں فرق یہ ہے کہ شاعری میں سروں کا اتار چڑھاؤ ساکن اور متحرک حروف کی ایک طے شدہ ترتیب کا پابند ہوتا ہے۔ شبلیؔ کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے نثر کو بھی آہنگ سے وابستہ کیا۔ آگے چل کر نثری نظم اسی بنیاد پر قائم ہوئی۔

سریلزم Surrealism

ورائے واقعیت۔

دادا ازم کی کمیوں کو دور کرتے ہوئے Andre Breton نے سریلزم کی بنیاد رکھی۔ اس کے مطابق حقیقت صرف وہی نہیں ہوتی جو شعور کی گرفت میں آتی ہے بلکہ حقیقت وہ بھی ہے جو لاشعور کی نہاں خانوں میں چھپی رہتی ہے۔ ادب میں وہ علامتیں اس چھپی ہوئی حقیقت کو سامنے لاتی ہیں جن علامتوں سے لاشعور کو ڈی کوڈ (Decode) کیا جا سکتا ہے۔ ہر چند سر ریلزم کا رجحان دس پندرہ برسوں میں زوال آمادہ ہو گیا لیکن اس نے دو باتیں ہمیشہ کے لیے قائم کر دیں: ایک یہ کہ حقیقت ماورائے حقیقت بھی ہے اور دوسرے علامات کے ذریعے لاشعور کی گرہوں کو کھولا جا سکتا ہے۔

سرقہ

تذکروں کی اصطلاح۔

لغوی معنی چوری کرنے کے ہیں۔ کسی دوسرے کی تخلیق کو اپنے نام سے پیش کرنا یا اس کے خیال یا اسلوب کو چرا لینا سرقہ کہلاتا ہے۔ لچھمی نارائن شفیقؔ اپنے تذکرے 'چمنستانِ شعراء' میں سرقہ کی تعریف اس طرح لکھتے ہیں:

"لفظ و معنی میں کسی تغیر کے بغیر دوسرے شاعر کے شعر کو اپنے نام سے پڑھنا، سرقہ کہلاتا ہے۔" (م ش ا ت ر، ص:۱۶۳)

سلاست

کلاسیکی اردو ادب کے نظریات میں سلاست بھی ادب العالیہ کا ایک جز ہے خاص طور پر محمد حسین آزادؔ اور حالیؔ وغیرہ نے سادگی اور

سلاست پر بہت زور دیا ہے زبان میں نامونوس الفاظ کو ترک کرکے انھیں الفاظ کا استعمال کرنا جن سے کان آشنا ہیں سلاست کہلاتا ہے۔

سرمایہ داری Capitalism

سماجی اقتصادی نظام جس میں ذرائع پیداوار، املاک اور مال و دولت پر سماج کا ایک طبقہ قابض رہتا ہے۔ یہ اصطلاح مارکسی ادب و تنقید میں استعمال کی جاتی ہے۔ بقول صاحب "فرہنگ سیاست":

"ایسا سماجی نظام جو ذرائع پیداوار کی نجی سرمایہ دارانہ ملکیت اور سرمایہ دار کے ہاتھوں اجرتی محنت اور استحصال پر مبنی ہو۔ سرمایہ داری جاگیر دارانہ نظام میں فروغ پاتی ہے اور اس کے مقابلے میں ترقی پسند سماجی نظام ہوتی ہے۔ مزدوروں کی بڑی تعداد کو فیکٹریوں اور مِلوں میں مرکوز کرنے کی وجہ سے سرمایہ داری پیداوار کی سماج کاری میں معاون ہوتی ہے۔ مگر مزدوروں کی محنت کے نتائج جو زیادہ سے زیادہ منافع کی شکل میں سامنے آتے ہیں ان پر سرمایہ دار، ذرائع پیداوار کے مالک قبضہ کر لیتے ہیں۔" (ف س ا، ص: ۴۲)

سطحی ساخت Surface Structure

ساختیات کی اصطلاح۔ ساختیات زبان کی دو سطحوں کا مطالعہ کرتی ہے ایک سطحی ساخت اور دوسری اندرونی ساخت۔ اوپر سے نظر آنے والا جملہ یا اس کی قواعدی ساخت، سطحی ساخت کہلاتی ہے۔ یہ معنویت قواعد اور لغت کی پابندی ہوتی ہے۔ جب کہ زیریں یا اندرونی ساخت معنی کی گہرائی میں لے جاتی ہے۔

سکّہ بند تنقید

بندھے ٹکے اصولوں پر سختی سے قائم رہنا اور ادب کے ارتقائی معاملات کو خاطر میں نہ لانا سکّہ بند تنقید کہلاتی ہے۔

سکّہ بند نظریہ

وہ نظریہ جو جامد ہو اور جس میں کوئی لچک موجود نہ ہو ادب میں ایسے خیالات اور تصورات کو دخل دینا اور ان پر اصرار کرنا جن میں تبدیلی کی کوئی گنجائش موجود نہ ہو۔ ایسے نظریات کو جدید اردو تنقید قابلِ اعتنا نہیں سمجھتی۔

سلیقۂ شعری

سلیقۂ شعری سے مراد وہ سلیقہ ہے جس سے کوئی کلام شعر بنتا ہے۔ مثلاً ہیئت، مضمون اور اسلوب وغیرہ۔

سماجی تنقید Sociological Criticism

Tain اور دوسرے نقادوں کا خیال ہے کہ ادب اپنے سماج کا عکاس ہوتا ہے۔ چنانچہ سماج، نسل اور ماحول کا مطالعہ کیے بغیر ادبی تنقید کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ مطالعے کی اسی ضرورت کو سماجی تنقید کہتے ہیں۔

سماجی حقیقت پسندی

ترقی پسند تنقید مارکس، انگلز اور لینن کی جدلیاتی مادیت کے نظریے پر مبنی ہے۔ ان کے مطابق سماج کی حقیقت کو ظاہر کرنا ہی ادب کا مقصد ہے۔ چنانچہ ادب میں سماج کی بے اعتدالیوں، تضادات اور خامیوں کو طشت از بام کیا جاتا ہے۔ اسے اشتراکی حقیقت پسندی اور سائنٹفک حقیقت نگاری بھی کہتے ہیں۔

سہو زمانی Anachronism

زمانی ترتیب کا خیال کیے بغیر لکھنا یا ان کی تاریخی ترتیب میں غلطی کا مرتکب ہونا سہو زمانی کہلاتا ہے۔

سوانحی تنقید

ادب کے لکھنے والے کی زندگی کے حالات اور اس کے مزاج سے اس کے ادب کو سمجھنے کی کوشش سوانحی تنقید کہلاتی ہے۔ ہمارے یہاں تاریخی تنقید یا ترقی پسند تنقید نے سماجیاتی اور سوانحی مطالعے کو ادب کی قدر افزائی کی ایک شرط مانا ہے۔

سیاقی تنقید Contextual Criticism

اس تنقید سے مراد یہ ہے کہ معنی کے جتنے حوالے ہیں سب فن پارے کے متن میں موجود ہیں چنانچہ فن پارے کی معنی آفرینی اور قدر افزائی کے لیے باہر کا کوئی خارجی حوالہ لازم نہیں۔

سیاقیت Contextualism

تنقید کا وہ طریقہ جس میں تمام تر توجہ متن اور اس کے اندرونی حوالوں پر مرکوز رکھی جاتی ہے، سیاقیت کہلاتی ہے۔

سیم Semes

اے جے گریما (A.J. Greimas) کے مطابق جس طرح آواز کا تفاعل اس کے فونیمی تضادات سے پہچان میں آتا ہے اسی طرح معنی کی پہچان الفاظ کے تضاداتی تعلق سے ہوتی ہے۔ مثال کے لیے روشنی اندھیرے سے پہچانی جاتی ہے اور شام صبح سے الگ ہوتی ہے۔ اس کے مطابق اگر یہ تضاداتی صورت حال نہ ہو تو الفاظ اور ان کی خصوصیات کو بیان کرنا ممکن نہیں ہو گا۔ اسی کو اس نے سیم (Semes) کہا ہے۔

ش

شاعر Poet

جو شخص اپنے تخیل اور جذبات کا اظہار موزوں انداز میں لفظوں کے ذریعے ادا کرتا ہے اسے شاعر کہتے ہیں۔

الطاف حسین حالیؔ نے شاعر کے لیے تین شرطیں ضروری بتائی ہیں:

(۱) تخیل

(۲) کائنات کا مطالعہ

(۳) تفحص الفاظ

عربی میں شاعر کو تلمیذ الرحمٰن کہا گیا ہے۔

شاعری

شاعری کو فنونِ لطیفہ میں شامل کیا گیا ہے۔ اسے ہم نثر کے مقابل رکھیں تو یہ اظہار کا ایک ایسا ذریعہ ہے جو نثر کے مقابلے میں نہایت ارفع و اعلیٰ فنکاری، جمالیات اور اثرپذیری کا ذریعہ ہے۔اسے ہم ادب کا حاصل کہہ سکتے ہیں۔ عبادت بریلوی اپنی کتاب "شاعری کیا ہے؟" میں لکھتے ہیں:

"شاعری مواد اور ہیئت، موضوع اور صورت کے متوازن امتزاج کا نام ہے اور یہی اس کے بنیادی عناصر ہیں لیکن ان کے تحت نہ جانے کتنے اور ذیلی عناصر ہوتے ہیں جن سے خود ان عناصر کی تشکیل ہوتی ہے۔۔۔۔ بعضوں کے نزدیک صرف اور موضوع اور خیال ہی کا نام شاعری ہے۔۔۔ بعضوں کے خیال میں شاعری صرف ہیئت، اسلوب اور فن ہی تک محدود ہے، اور وہ اس سے باہر نکل کر نہیں سوچتے۔ یہ دونوں پہلو اپنی اپنی جگہ اہم ہیں لیکن جب تک یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مکمل طور پر ہم آہنگ نہ ہو جائیں، اس وقت تک صحیح شاعری اور شاعری کے صحیح تصور کا وجود نہیں ہوتا۔"

شبدالنکار शब्द अलंकार

صنائع لفظی۔

وہ صنعتیں جو الفاظ کے استعمال سے متعلق ہیں اور جن کے ذریعے کلام میں لطف، زور اور خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ اسے ہندی میں شبد النکار اور اردو میں صنائع لفظی کہا جاتا ہے۔

بقول ارشد عبدالحمید:

"وہ اجزائے بدیعی جو کلام کے ظاہری حسن میں اضافہ کرتے ہیں مثلاً تلمیح، ترافق اشتقاق اور براعت استہلال وغیرہ۔

(رب، ص:۱۶۹)

شائستگی **Decorum**

تذکرے اور نو کلاسیکی تنقید کی اصطلاح ۔

ظاہری آرائش۔

کلام کے الفاظ اور معنی میں کلاسیکی علوّیت کا ہونا شائستگی کہلاتا ہے۔ گویا کلام بزرگوں کے فن اور اصولوں کے مطابق چست ہو تو وہ شائستہ کہلائے گا۔ یہ ابتداء میں ارسطو کا نظریہ تھا ۔ بعد میں ہوریس نے اسے Dacorum کہہ کر نو تنقید کا حصہ بنایا۔

شرح

لغوی معنی وضاحت کرنا، تفصیل سے بیان کرنا۔ کسی متن کی وضاحت کے ساتھ اپنے خیال کا اظہار کرنا۔ بقول شمس الرحمٰن فاروقی:

"شرح میں متن کی صرف وضاحت ہی نہیں ہوتی بلکہ اس پر اظہارِ رائے یعنی اس کے بارے میں اقداری فیصلہ بھی ہوتا ہے۔" (ت ش، ص: ۱۴۷۔۱۴۸)

شعر

لغوی معنی جاننا۔ دریافت کرنا۔ قافیہ دار موزوں کلام۔

ادبی اصطلاح میں شعر کے تین معنی ہیں ادب یا نثر کے مقابل اس سے مراد پوری شاعری ہے مثلاً شعر و ادب۔ اس کے دوسرے معنی دو مصرعوں پر مشتمل کسی بھی منظوم کلام کے ہیں اور غزل کی دو مصرعوں پر مشتمل اکائی کو بھی شعر کہا جاتا ہے۔ شعر اور نثر میں فرق واضح کرتے ہوئے شمس الرحمٰن فاروقی لکھتے ہیں:

"ہر وہ تحریر شعر ہے جو موزوں ہے، اور وہ تحریر نثر ہے جو ناموزوں ہے۔ موزوں سے میری مراد وہ تحریر ہے جس میں کسی وزن کا باقاعدہ التزام پایا جائے یعنی ایسا التزام جو دہرائے جانے سے عبارت ہو اور ناموزوں تحریر ہے جس میں وزن کا باقاعدہ التزام نہ ہو۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کسی ناموزوں تحریر میں اکا دکا فقرے یا بہت سے فقرے کسی باقاعدہ وزن پر پورے اترتے ہوں۔ لیکن جب تک یہ باقاعدہ وزن یا باقاعدہ اوزان دہرائے جانے کا بدل ہو سکے تحریر ناموزوں رہے گی اور نثر کہلائے گی۔" (ش غ ن، ص: ۱۸)

شعر فہمی

سخن فہمی، مذاق سخن۔

شعر کا صحیح ادراک و تفہیم۔

شعر فہمی کے ضمن میں شمس الرحمٰن فاروقی کے خیالات ملاحظہ کیجیے:

"شعر فہمی ایک تنقیدی عمل ہے، اس کی سب سے بڑی خوبی یا قوت یہ ہے کہ یہ ذوق کے پیدا کردہ عمل کے بعد بروئے کار آتا ہے۔ مثلاً جب میرا ذوق مجھے بتاتا ہے کہ درد شت جنون من۔۔۔ بہتر شعر ہے تو میں شعر فہمی کی کوشش کرتا ہوں اور نتیجہ کے طور پر مجھے محسوس یا معلوم ہوتا ہے کہ موضوع کی تقریباً وحدت کے باوجود خودی کو کر بلند اتنا۔۔۔ معنی کے اعتبار سے کم تر ہے اس لیے میں اسے کم تر شعر سمجھنے میں حق بہ جانب تھا۔ لہٰذا شعر فہمی وجود میں آتی ہے یہ سمجھنے اور سمجھانے کے لیے کہ مختلف فن پاروں میں کیا معنی ہیں اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے کس طرح اور کس درجہ مختلف ہیں۔"

(ش غ ن۔ ص ۱۵۴۔۱۵۶)

شعر فہم قاری

شعر فہم قاری سے مراد ایسا قاری جو اچھی اور بری تخلیق میں غیر جانب دارانہ انداز میں فرق کر سکے اور ذوق کی بہم کردہ اطلاع کو پرکھ سکے اور ان فن پاروں سے بھی لطف اندوز ہو سکے جو اسے پسند نہیں آتے۔ بقول آلِ احمد سرور:

"سخن فہمی کے معنی اس سیاق و سباق میں یہ ہوں گے کہ ہم تھوڑی دیر کے لیے اس بات پر زور دینا چھوڑ دیں کہ ہمیں کیا چیز پسند ہے بلکہ یہ دیکھیں کہ اچھی چیز کیا ہے۔ سخن فہمی کا معیار قابلِ اطمینان ہو تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی فرق ملحوظ رہتا ہے۔"

(بحوالہ ن ن، ص: ۸۸۔۸۹)

شعریات Poetics

ساختیاتی تنقید کی اصطلاح۔ رولاں بارت (Roland Barths) نے اسے "ہیئت کی سائنس" کہا ہے جو کسی فن پارے کو صنفی شناخت عطا کرتی ہے۔ ساختیاتی نظریے سے شعریات کی تعریف ناصر عباس نیّر صاحب اس انداز میں کرتے ہیں:

"زبان کی کلیت لانگ اور پارول سے عبارت ہے۔ ادب کی کلیت ادب پاروں اور اس جامع تجریدی نظام کی مرہون ہے جس کی وجہ سے ادب پارے خود کو ادب کے طور پر قائم کرتے اور ادب کی حیثیت میں اپنا ابلاغ کرتے ہیں۔ ساختیاتی تنقید اسے شعریات کا نام دیتی

ہے۔ جس طرح پارول کا وجود لانگ کا مرہون ہے اس طرح ادب کا وجود اسی کی شعریات پر منحصر ہے۔ یہ شعریات ہی ہے جو کسی نظم، غزل، افسانے، ناول کو اس کی ادبی اور صنفی شناخت دیتی ہے۔ لہٰذا شعریات ان بنیادی اصولوں، رسمیات، قوانین، ضابطوں کا مجموعہ ہے جو ہر ادب پارے کی تہ میں مضمر ہوتا ہے اور پوری طرح فعال ہو کر اس ادب پارے کو ممکن بنا رہا ہوتا ہے۔"(س ات، ص: ۱۸۲)

شعریت Poeticality

یہ اصطلاح لفظ شعر ہی سے بنی ہے۔ ہر چند یہ کوئی مستقل تنقیدی اصطلاح نہیں لیکن اردو کی ابتدائی تنقید میں اس کا بہت ذکر ہوتا ہے۔ فلسفیانہ سطح پر اس کی بہت سی تعریفیں کی جا سکتی ہیں۔ مثال کے لیے شعریت وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں واقعیت یا حکمت ختم ہو جاتی ہے لیکن اس سے قطع نظر شعریت کی معروضی تعریف شمس الرحمٰن فاروقی نے کی ہے۔ ان کے مطابق جو اجزاء شعر کو شعر بناتے ہیں ان میں اوّل موزونیت پائی جاتی ہے۔ دوسرے شعر میں کوئی نہ کوئی جدّلیاتی لفظ ایسا ضرور ہوتا ہے جو اس کی تخلیقیت کی تعمیر کرتا ہے مثلاً تشبیہ، استعارہ یا پیکر وغیرہ۔ اسی طرح معنی کو بڑھانے اور اس میں دلچسپی پیدا کرنے والا ابہام بھی شعریت کی پہچان ہے۔ کہا گیا ہے کہ شعر میں یا تو ابہام ہوتا ہے یا پھر کوئی جدّلیاتی لفظ۔ اگر یہ دونوں نہ ہوں تو اس میں شعریت کا فقدان ہو گا۔

شعری پیکر

دیکھیے: "پیکر"

شعور Conscious

نفسیات اور فلسفے کی اصطلاح۔ شعور کا تصور سگمنڈ فرائڈ نے پیش کیا۔ فرائڈ انسانی ذہن کو اکائی تسلیم نہیں کرتا بلکہ وہ ذہن کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ شعور، لا شعور، اور تحت الشعور۔

شعور ذہن کا وہ حصہ ہے جس کا ہمیں ذاتی علم ہے یعنی شعور کا ذات اور شخصیت سے گہرا تعلق ہے۔ انسانی ذہن میں خیالات تیزی کے ساتھ آتے اور جاتے ہیں اس تیزی کے سبب کچھ خیالات ہی شعور میں محفوظ ہوتے ہیں۔ باقی تحت الشعور اور لا شعور میں چلے جاتے ہیں۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ معلومات اور خیالات کا وہ حصہ جو یاد داشت میں حاضر رہتا ہے، شعور کہلاتا ہے۔

شعور کی رو

Stream of Consciousness

اس کے لیے خیال کی رو، داخلی زندگی کی رو، داخلی خود کلامی، آزاد تلازمۂ خیال، وسیع منظر تکنیک جیسی دوسری اصطلاحات بھی استعمال کی جاتی ہیں۔

یہ ایک نفسیاتی اصطلاح ہے جس کا تصور امریکی ماہر نفسیات ولیم جیمز نے اپنی کتاب مبادیات نفسیات ۱۸۹۰ء میں پیش کیا۔ اس اصطلاح کا استعمال بطور ادبی فکشن تنقید کو سے سنکلر نے ۱۹۱۸ء میں ڈرتھی رچرڈسن کے ناول 'پلگریمج' (Pilgrimage) پر تبصرہ کرتے ہوئے کیا۔

ادبی سطح پر یہ ناول کی تنقید کی اصطلاح ہے۔ اس سے مراد ناول کے کسی کردار کو اس طرح پیش کرنا کہ بعض خارجی محرکات کبھی اس کو حال سے ماضی اور کبھی مستقبل میں لے جاتے ہیں۔ ماضی، حال اور مستقبل میں آنے جانے کے اس عمل کو شعور کی رو کہا جاتا ہے۔ فکشن کا یہ اسلوب ناول نگار کو ایک ایسا طریقہ فراہم کرتا ہے جس سے وہ کردار کے ماضی، حال اور مستقبل کو بلا کسی تکلف کے مربوط کر سکتا ہے۔

اردو میں اس کی بہترین مثال قرۃ العین حیدر کا ناول 'آگ کا دریا' ہے۔

شکاگو تنقید Chicago Criticism

یہ تنقیدی رویّہ امریکہ کے شکاگو شہر میں شروع ہوا اور وہیں ختم ہو گیا۔ اس تنقیدی رویّہ کے بنیاد گزار آر ایس کرین (R.S Crain) تھے۔ ان کی کتاب Critics and Criticism) ۱۹۱۲ء میں اس نقطۂ نظر کی تفصیل ملتی ہے۔ شکاگو تنقید در اصل نو تنقید کا ردعمل ہے۔

شکاگو تنقید نے فن پارے کی مجموعیت اور اس کی ساختی یکجہتی پر زور دیا یعنی اس تنقید میں ہیئت اور ساخت کے علاوہ اس کے دوسرے عناصر کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اور مجموعی طور پر فن پارے کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

اس دبستانِ تنقید کے ناقدین نے ارسطو کے ادبی نظریات کو از سر نو متعارف کرایا اور گوناں گوں اصناف سخن کے تقاضوں کے مطابق صنفی تنقید Genre Criticism کی بنیاد رکھی۔ اردو کی "بوطیقا" کو خصوصی اہمیت ملی۔ اردو کے نظریات سے متاثر ہونے کی بنا پر انھیں نو ارسطاطونی Neo Aristotelian بھی کہا گیا۔ شکاگو تنقید کے متعلق ڈاکٹر شارب رودولوی فرماتے ہیں:

"شکاگو ناقدین" نے ادبی تخلیق کی مجموعیت (Wholeness) اور ساختی یکجہتی پر زور دیا۔ ان کے خیال میں ادبی تخلیق کا کسی ایک رخ سے مطالعہ ناقص اور گمراہ کن ہوتا ہے اور جس طرح 'نو ناقدین' اسے بعض جزوں میں دیکھتے ہیں وہ غلط ہے، رینسم نے بھی اس طرح کے جزوی مطالعے پر اعتراض کرتے ہوئے ہروکس کے Well Wrought Urn کے تجزیے کے بارے میں لکھا تھا کہ جزوں کے مطالعے میں 'کل' غائب ہو گیا۔"

(ج ات ان، ص: ۴۹۲)

شکاگو ناقدین Chicago Critics

نو تنقید (New Criticism) کے تنقیدی نقطۂ نظر کی مخالفت میں امریکہ کے شکاگو شہر میں ناقدین کا گروپ تشکیل پاتا ہے۔ اس گروپ سے وابستہ ناقدین:

آر۔ ایس۔ کرین (R.S. Crane)، الڈر آلسن (Elder Elson)، ڈبلیو۔ آر۔ کیسٹ (W.R. Keast)، رچرڈ میکیان (Richard Mekeon) اور نارمن میکلینس (Norman Macleans) کو شکاگو ناقدین کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ان ناقدین کا موقف متن کا مجموعی مطالعہ تھا۔

شکلیات Morphology

کسی تخلیق کی بناوٹ یا زمرہ طے کرنا شکلیات کے تحت آتا ہے۔ یعنی کسی صنف کی ہیئت اور اس کے اجزائے ترکیبی شکلیات کا موضوع ہوتے ہیں۔

لسانیات میں لفظوں کی بناوٹ اور ان کے باہمی ربط و تعلق کے مطالعے کو شکلیات یا Morphology کہتے ہیں۔

دیکھیں : 'صرفیات'

شگفتگی

تذکروں کی اصطلاح

پامال لفظ یا مضمون کو کلام میں اس طرح استعمال کرنا کہ وہ تازہ ہو جائے تو اسے شگفتہ کلام کہا جاتا ہے۔

شماریت Enumeration

اسلوبیات کی ایک خصوصیت جس میں اشیاء سے متعلق بیان کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک زمرے یا ایک قبیل کی چیزیں الگ الگ گنوادی جاتی ہیں۔ اردو میں نیاز فتحپوری کے یہاں اس اسلوب کی کثرت دیکھنے کو ملتی ہے۔

شناسیات Taxonomy

یہ عمومی طور پر درجہ بندی سے متعلق ہے۔ ادب میں جب مختلف فن پاروں یا اصناف کی درجہ بندی کی جاتی ہے تو اسے شناسیات یا Taxonomy کہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ جو کچھ غزل نہیں وہ نظم ہے تو اب یہ نظم اور غزل دو قسم کے درجے کہلائیں گے اور اسی سے ان کی شناخت قائم ہو گی۔

شورش

تذکروں کی اصطلاح۔

شعر میں جذبے کی ایسی شدت پیدا کی جائے جس میں گہرائی تو ہو لیکن سطحیت نہ پائی جائے۔ شورش کے معنی و مفہوم بیان کرتے ہوئے شمس الرحمٰن فاروقی رقمطراز ہیں:

”شورش والے شعر میں شاعر کسی انسانی صورت حال پر Passionate اظہارِ خیال کرتا ہے۔ خود شاعر (یعنی متکلم) عام طور پر اس صورت حال میں شریک نہیں ہوتا۔ شورش کے شعر میں مضمون اور معنی کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ جب کہ کیفیت والے شعر میں مضمون اور معنی بہت کم ہوتے ہیں یعنی ایسے شعر میں بنیادی اہمیت اس فضا اور تاثر کی ہوتی ہے جو شعر سے فوری طور پر قائم ہو۔ کیفیت کا شعر فوراً اثر کرتا ہے۔“

(ش ش ا جلد اول، ص: ۳۶۸)

شوکت الفاظ

تذکروں کی اصطلاح

لغوی معنی ہیں دبدبہ، طاقت اور تیزی، ادب میں شوکت الفاظ سے مراد ایسے الفاظ کے استعمال سے ہے جن سے پڑھنے والے پر دبدبہ اور رعب کی سی کیفیت پیدا ہو جائے۔

قاضی افضال حسین کے لفظوں میں:

”الفاظ کی شکوت سے مراد یہ ہے کہ لفظ تلفظ کی سطح پر بلند آہنگ اور معنی کی سطح پر ان مظاہر و تصورات سے منسلک ہو، جو متقدر نفیس، ارفع و اعلیٰ ہیں۔ گویا تلفظ اور معنی دونوں سطح پر غیر عمومیت اور اشرافیت لفظ کی شوکت کی بنیادی چیز ہیں۔ مزید یہ کہ مصرع کی ساخت بھی شوکت الفاظ کے نمایاں کرنے میں معاون ہوتی ہے۔ شاعر باوزن ترتیب کی تعمیر میں الفاظ کو اس طرح مرتب کرتا ہے کہ ان کا مجموعی آہنگ بلند ہو جاتا ہے۔“

(م م ر س، ص: ۴۴)

ص

صحافتی تنقید

اخباری ضروریات ، کلاس نوٹس اور اخباری تبصروں کے تحت لکھی گئی تنقید صحافتی تنقید کہلاتی ہے۔

صرف و نحو

عربی قواعد کے دو علوم جن سے زبان کی ساخت اور استعمال کے اصول وضع کیے جاتے ہیں۔

صرف

قواعد کی اصطلاح۔ قواعد میں الفاظ سے متعلق اصولوں کو صرف کہا جاتا ہے۔ زبان کی سب سے چھوٹی اکائی لفظ ہے۔ اس کے کچھ نہ کچھ معنی ضرور ہوتے ہیں، استعمال کے اعتبار سے لفظ کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً کوئی لفظ اپنے معنی میں مکمل ہو سکتا ہے اور کچھ الفاظ ایسے ہو سکتے ہیں جو خود کوئی معنی نہیں رکھتے لیکن جو دوسرے الفاظ سے مل کر بامعنی ہو جاتے ہیں۔ الفاظ کے اسی علم کو علمِ صرف کہتے ہیں۔

نحو

جس طرح الفاظ سے متعلق اصولوں کے علم کو صرف کہا جاتا ہے اسی طرح جملہ سے متعلق اصولوں کا مجموعہ نحو کہلاتا ہے۔ اس علم میں جملہ کے مختلف اجزاء کے استعمال، تغیرات اور حالت سے بحث ہوتی ہے۔

صرفیات Morphology

شکلیات، توضیحی لسانیات کے تحت زبان کے مطالعے کی پانچ سطحیں ہیں۔ ان میں سے ایک سطح صرفیات بھی ہے۔ صرفیات میں لفظوں کی تعمیر و تشکیل سے بحث کی جاتی ہے۔ گیان چند جین نے اس کے لیے مارفیمیات اصطلاح استعمال میں لی ہے جب کہ گوپی چند نارنگ نے اسے لفظیات کہا ہے۔

صنائعِ لفظی

وہ صنعتیں جو کلام کے ظاہری حسن میں اضافہ کرتی ہیں صنائع لفظی کہلاتی ہیں۔ انھیں ہندی میں النکار کہتے ہیں۔ جیسے تجنیس۔

صنائعِ معنوی

وہ صنعتیں جو کلام کی معنوی جمالیات میں اضافہ کرتی ہیں، صنائع معنوی کہلاتی ہیں۔ مثلاً جیسے رعایت۔

صنف Genre

ادب کی وہ اکائیاں جو ہیئت ، موضوع اور اسلوب کے حوالے سے ایک ہی قسم کے تحت

رکھی جاسکتی ہوں صنف کہلاتی ہے۔ مثال کے لیے شاعری میں غزل، نظم اور قصیدہ وغیرہ یا نثر میں داستان، ناول، اور ڈرامہ وغیرہ کو اصناف کہا جاتا ہے۔

صنف کے وجودیاتی تصورات

وہ تصورات اور ضروریات جن کا تعلق اس بات سے ہے کہ شعر کا وجود کن چیزوں پر منحصر ہے؟ وجودیاتی تصورات کی قائم کردہ شرطوں اور ضرورتوں کا لحاظ نہ رکھا جائے تو شعر وجود ہی میں نہ آئے گا۔

شعر کے وجودیاتی تصورات : بامعنی لفظ (یا مضمون)، وزن و بحر، قافیہ، ربط

واقعہ کا وجودیاتی تصور: صورت حال، فعل، کردار، زمانی تسلسل سبب اور نتیجہ ہوتے ہیں۔

صنفی تنقید Genre Criticism

اصنافی تنقید بھی کہتے ہیں۔

یہ تنقیدی اصطلاح شکاگو ناقدین نے وضع کی۔ انھوں نے فن پارے کی مجموعیت (Wholeness) اور ساختی یکجہتی پر زور دیا یعنی اس تنقید میں فن پارے کی ساخت اور ہیئت کے علاوہ صنفیات اور دوسرے عناصر کو بھی نظر میں رکھا جاتا ہے۔

صنفی نظام System of forms

یہ اصطلاح نارتھروپ فرائی نے وضع کی۔ ساختیاتی طریقۂ کار کے ذریعے فکشن کے مطالعے کو فن اور بدیعی سطحوں سے استوار کرنا۔ بقول گوپی چند نارنگ:

''فرائی کا صنفی نظام کا نظریہ بھی خاصا اہم ہے۔ جسے وہ مسلسل اصناف (Continuous Form) کا نام دیتا ہے۔ ارسطو کی تقسیم 'یعنی غنائیہ، رزمیہ اور ڈرامائی کو بنیاد بناتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ رزمیہ (یعنی بیانیہ) کی مزید تقسیم ممکن ہے۔ اسے وہ Epos اور فکشن کہتا ہے۔ Epos کا تعلق زبانی روایت سے ہے یعنی وہ ادب جو سنانے کے لیے ہو، اور فکشن وہ ادب ہے جو پڑھانے کے لیے لکھا جائے۔'' (س پ م، ص ۱۲۲)

Epos کی مثال داستان ہے اور فکشن کی مثال ناول۔

صوت مرکزیت Phonocentrism

تکلم پر قائم مفروضات۔

مابعد جدید تنقید سے وابستہ اصطلاح جسے ژاک دریدا نے وضع کیا۔ صوت مرکزیت تقریر سے منسلک ہے۔ اس میں بولنے والا کسی نہ کسی

سطح پر خود موجود ہوتا ہے۔ گوپی چند نارنگ صوت مرکزیت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

”صوت مرکزیت (Phonocentrism) کی رو سے تحریر۔ در اصل تقریر (تکلم) کی وہ شکل ہے جو تقریر کی ملاوٹ لیے ہوئے ہے۔ تقریر ہمیشہ اصل خیال سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ جب ہم تقریر (تکلم) سنتے ہیں تو ہم اسے موجودگی (Presence) سے منسوب کرتے ہیں جس کی تحریر میں کمی محسوس ہوتی ہے۔“ (س پ م، ص: ۲۱۰)

صوتی تنافر

جب کسی شعر میں دو ایسے الفاظ متصل آجاتے ہیں جن میں سے پہلے لفظ کا حرف آخر وہی ہوتا ہے جو دوسرے لفظ کا حرف اول ہوتا ہے تو ان دونوں حرفوں میں ایک ساتھ تلفظ میں ایک قسم کا ثقل اور ناگواری پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی کو صوتی تنافر کہتے ہیں۔ مثلاً

ہے کہاں تمنّا کا دوسر قدم یا رب
ہم نے دشتِ امکاں کو ایک نشقِ پا پایا
(غالبؔ)

صوتیات Phonetics

لسانیاتی تنقید کی اصطلاح ہے۔ لسانی تنقید میں زبان کے تعمیری عناصر کے اظہار و بیان پر اثرات دکھائے جاتے ہیں۔ زبان اصوات یا آوازوں (Phones) کا مجموعہ ہے۔ زبان میں کام آنے والی تمام آوازیں (اصوات) انسانی اعضائے تکلم کے ذریعے پیدا کی جاتی ہیں۔ انھیں آوازوں کے سائنسی مطالعے کو صوتیات (Phonetics) کہتے ہیں۔

ض

ضمیمہ Supplement

متبادل

ژاک دریدا اس اصطلاح کے موجد ہیں۔ ضمیمہ / متبادل بمعنی کسی کی جگہ لے لینا، قائم مقام بنانا اور اضافہ وایزاد کرنا ہے۔ بطور اسم، ضمیمہ اور متبادل معنوں میں مستعمل ہے جو تحریر و تقریر کے درمیان مسلسل بدلتے ہوئے رشتے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ تحریر تقریر کی جگہ پر فائز ہو جاتی ہے اور کبھی تقریر تحریر کا ضمیمہ بن جاتی ہے۔ دونوں میں تضاد کا رشتہ ہے۔(بحوالہ م ت ر، ص۴۷۸)

ط

طبقاتی شعور

ترقی پسند تحریک کی اصطلاح۔
مارکس کے مطابق سماج میں دو طرح کے طبقے ہیں: ایک بورژوا اور دوسرا پرولتاریہ یعنی ایک حاکم اور دوسرا محکوم۔ جب ان دونوں طبقوں کے درمیان فاصلہ بڑھتا ہے اور اس کے سبب جو احساس یا ادراک پیدا ہوتا ہے اسے طبقاتی شعور کہتے ہیں۔

طبقاتی کشمکش Class Struggle

مارکس کا نظریہ جس کو اس نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب 'داس کیپٹل' میں پیش کیا۔ مارکس کے مطابق معاشرہ دو طبقوں میں تقسیم ہے ایک بورژوا یعنی سردار، جاگیر دار اور سرمایہ دار طبقہ اور دوسرا طبقہ پرولتاریہ یعنی مزدوروں کا طبقہ۔ پہلا طبقہ پیدوار میں عملاً حصہ نہیں لیتا لیکن اس پر ملکیت رکھتا ہے۔ دوسرا طبقہ پیداوار میں عملی حصہ لیتا ہے لیکن اسے ذرائع پیداوار میں سے بہت کم حصہ ملتا ہے یعنی پہلا طبقہ دوسرے طبقے کا استحصال کرتا ہے۔ ذرائع پیدوار کو حاصل کرنے کی خاطر دونوں طبقوں

میں جو تنازعہ (Struggle) پیدا ہوتا ہے اسے طبقاتی کشمکش کہتے ہیں۔

طربیہ Comedy

ڈرامے کی قدیم اصطلاح۔ جس کے مطابق ایساڈرامہ جس کاانجام مسرت آگہی ہو۔ارسطو نے اپنی 'بوطیقا' میں طربیہ کو المیہ سے جدا کرتے ہوئے لکھاہے کہ طربیہ کا تعلق معمولی کرداروں کے روز مرہ کی زندگی سے لطف اندوز ہونے والے واقعات سے ہے۔جب کہ المیہ زندگی سے فرار کا نام ہے۔ تاریخی اعتبار سے المیہ ڈرامہ یا ادب پہلے وجود میں آیا اور طربیہ بعد میں بلکہ یہ بھی کہاجاسکتاہے کہ المیہ کی المناکی کو کم کرنے کے لیے طربیہ ادب کی تخلیق کی گئی۔

ع

عام زبان

مشہور مفکر جیکب سن نے واضح کیاہے کہ عام زبان ترسیل کے لیے ہوتی ہے، اس پر خارجی دنیا کا حوالہ غالب ہوتاہے اور وہ اپنے لغوی عناصر سے بہت قریب ہوتی ہے۔ گویا عام زبان کے وہی معنی ہوتے ہیں جو لغت میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے برعکس تخلیقی زبان میں جمالیاتی عناصر کا بول بالا ہوتاہے اور وہ اپنے مجازی معنی کی تشکیل بھی کرتی ہے۔

عقلیت Rationalism

حقائق کی تصدیق میں تجربہ یا احساس کی جگہ عقل سے کام لینا عقلیت کہلاتاہے۔وجدان یا الہام ہمیں حقیقت کو نمود یا Appearance تک پہنچاتے ہیں لیکن عقل اس کے اندر جھانک کر دلائل اور شواہد کے ذریعے حقیقت کو متعین کرتی ہے چنانچہ عقل کے سامنے ذاتی محسوسات، تجربات، وجدان اور الہام وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ صاحبِ کشاف تنقیدی اصطلاحات کے مطابق:

”عقلیت تلاشِ حقیقت کا وہ مسلک ہے جو عقل ہی کی رہنمائی کو قابلِ اعتماد جانتا ہے اور اسی پر تکیہ کرتا ہے۔ فلسفیانہ عقلیت ان معنوں میں تجربیت اور سائنسی طریق کار سے بھی متصادم ہے کہ عقلیت کے نزدیک فلسفہ خارجی مشاہدات سے بے نیاز رہ کر محض تفکر اور استدلال کے ذریعے حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔“(ک ت ا، ص: ۱۲۳)

علامت Symbol

علامت تخلیقی زبان اور اس کے معنی کی تشکیل کا اسی طرح کا ذریعہ ہے جس طرح پیکر یا استعارہ معنی کی تشکیل کرتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ تشبیہ اور پیکر وغیرہ میں مشابہت کو بنایدی حیثیت حاصل ہے جب کہ علامت ان سے ہٹ کر بھی امکانی معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ علامت اپنے معنی سے ماورا جاکر ایک ایسی خصوصیت یا خصوصیات کے مجموعے کی طرف اشارہ کرتی ہے جس سے نئے معنی کا کردار قائم ہوتا ہے۔ گویا علامت معنی کے توسیع کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ادب میں علامت کو سب سے زیادہ ترجیح دینے والا رجحان علامت پسند کہلاتا ہے۔ اس رجحان کا سب سے زیادہ اثر فرانس میں ہوا۔ فرانسیسی علامت پسندوں کے مطابق علامت نہ تو حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے نہ حقیقت کی نمائندگی بلکہ حقیقت سے پرے ایک اور معنی کی جھلک ہے جسے معنی کے امکان سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ معنی کا یہ امکان اس وقت پیچیدہ ہو جاتا ہے جب فنکار ایسی زبان استعمال کرے جس میں ذاتی علامتوں کی کثرت ہو یعنی عام ذہن کے لیے اس کا ابہام پریشان کن ہو۔

علامتی افسانہ Symbolic Short Story

یوں تو علامتی افسانہ وہ افسانہ ہے جس میں علامت کا استعمال ہو لیکن افسانے کے حوالے سے یہ کہنا ضروری ہے کہ اس میں علامت محض بیانیہ ہی میں استعمال نہیں کی جاتی بلکہ اس کے کردار، واقعات اور مکالموں وغیرہ میں بھی علامت کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ ابو الاعجاز صدیقی کے لفظوں میں علامتی کہانی اس قابل ہو کہ معنی کی دو سطحوں پر اسے ایک مربوط کہانی کہا جا سکے۔ یہ دو سطحیں ظاہری اور داخلی معنی سے تشکیل پاتی ہیں۔ اس کا امکان ہے کہ علامتی سطح سمجھنے میں ذرا سی مشکل ہو لیکن علامتی افسانے کا مقصود وہی

دوسری کہانی ہے جو ظاہری کہانی سے الگ لیکن مربوط طور پر بر آمد ہوئی ہو۔

علامتی کوڈ Symbolic Code

متن کے دال کا تجزیہ کرنے کے لیے رولاں بارتھ نے پانچ کوڈ کی نشاندہی کی ہے۔ جس میں سے ایک علامتی کوڈ بھی ہے۔ اس سے مراد زبان کے وہ اشارے ہیں جو یا تو اسطوری بنیادوں پر یا پھر تضاد کے باعث اپنے حوالہ جاتی معنی کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً مریم اور سیتا وغیرہ ناموں سے ایسی تاریخی خواتین وابستہ ہیں جو اپنی پاکیزگی کے باوجود دنیا کے طعنوں تشنوں سے گزریں۔ اسی طرح لسانی ساخت کی وہ صورتِ حال جو تضاد کی وضاحت کے ذریعے حقیقت کا ادراک کراتی ہے جیسے رات دن یا نیک و بد وغیرہ۔

علمِ بدیع Rhetorics

اس کا ایک نام علم معانی بھی ہے۔ ارشد عبد الحمید کے مطابق:

"وہ علم جس میں کلمے کی اضافی تزئین اور معنوی حسن میں اضافے کے طریقوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اسے عرفِ عام میں صنائع بدائع بھی کہتے ہیں۔" (رب، ص: ۱۷۴)

علمِ بیان Rhetoric Discourse

اسے علم کتابت بھی کہتے ہیں۔ بیان کے لیے انگریزی میں Rhetorics اور Discourse دونوں اصطلاحات استعمال میں لی جاتی ہیں لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایک علم کی طور پر یہ Rhetorics کا حصہ ہے لیکن بیانیات کے ذیل میں Discourse کہا جائے گا۔ Rhetorics کی سطح پر بیان مشابہت پر مبنی معنی کی تشکیل کرتا ہے جب کہ Discourse کی سطح پر یہ بیانیہ اصناف بالخصوص Fiction کا حصہ ہے۔

علمِ معانی

دیکھیے: "علمِ بدیع"

علمیات Epistemology

علمیات کا موضوع خود علم ہے چنانچہ علم کیا ہے؟ یہ کیسے حاصل ہوتا ہے۔ کیا صداقت کا علم ممکن ہے یا اس کی امکانی حدود کیا ہیں، ان سب سوالات کا جواب علمیات کے اصولوں سے فراہم ہوتا ہے۔ چنانچہ علمیات بجائے خود ایک علم ہے۔

علمیاتی Epistemological

بقول شمس الرحمٰن فاروقی شعریات جن تصورات پر قائم ہے انھیں دو انواع میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک وہ جن کی نوعیت علمیاتی ہے۔ Epistemological اور دوسری وجودیاتی یعنی Ontological۔ علمیاتی نوعیت اس سوال پر مبنی ہے کہ کسی فن سے ہمیں کیا حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ مسرت یا تجربے میں اضافہ علمیاتی حصول کا ذریعہ ہے۔

عمرانی تنقید

Sociological Criticism

وہ تنقید جو فن پارے کی تشکیل و تفہیم میں انسانی معاشرے اور اس کے ماحول کو شامل کرتی ہے، اسے عمرانی تنقید کہا جاتا ہے۔ اس تنقید کے مطابق ادب اور معاشرے کا تعلق دوطرفہ ہے ایک طرف ادب معاشرتی عوامل کا مرہون منت ہے تو دوسری طرف یہ معاشرتی عوامل کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔

عملی تنقید Practical Criticism

کسی بھی علم میں ایجادات اور اختراعات پہلے ہوتی ہیں اور ان کی بنیاد پر اصول بعد میں بنائے جاتے ہیں۔ تنقید میں بھی پہلے غیر واضح عملی نمونے سامنے آئے اور ان کی بنیاد پر نظریے وضع کیے گئے۔ یہ الگ بات ہے کہ تنقید کے نظریات کو اس قدر اہمیت دی گئی کہ عملی تنقید کی اولیت غیر اہم ہو کر رہ گئی۔ جن نظریات کو وضع کیا گیا انھیں عملی طور پر برتنے کا نام ہی عملی تنقید ہے۔ ہر چند بعض باتیں نظریات تک محدود رہتی ہیں اور عملی تنقید میں زیادہ حصہ ان علوم کا ہوتا ہے جن کے استعمال سے کوئی تخلیق وجودپاتی ہے۔ مثلاً عملی تنقید متن کو بنیاد بناتی ہے۔ چونکہ ادبی متن زبان، اسلوب، صرف ونحو اور قواعد وغیرہ سے براہِ راست متعلق ہوتا ہے اس لیے عملی تنقید میں متن کے اسلوب اور ساخت وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔ فن پارے میں پیش کیے گیے خایالات سے فن کار کی ذہنی کیفیت اور سماجی نقطۂ نظر بھی زیر بحث آتا ہے۔ فن پارے کا موازنہ بھی عملی تنقید کا حصہ ہے۔ فن پارے کی ہیئتی خصوصیات کا خیال رکھنا بھی عملی تنقید کا حصہ ہے۔ مثلاً فن پارہ اگر غزل ہے تو اس میں غزل کے اپنے تقاضے زیر بحث ہوں گے۔ اسی طرح ناول یا قصیدہ اور مرثیہ وغیرہ کے بھی اپنے تقاضے

ہیں جنھیں عملی تنقید نظرانداز نہیں کرسکتی۔ عملی تنقید فن پارے کا مجموعی تاثر بھی بیان کرتی ہے تاکہ اس کی تعین قدر میں آسانی ہو۔

عملی کوڈ Practical Code

ساختیات کی اصطلاح۔

ساختیاتی تنقید میں متن کے دال (Signifier) کا تجزیہ کرنے کے لیے پانچ کوڈ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس میں سے ایک کوڈ عملی کوڈ بھی ہے اسے عمل مظہر کوڈ بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد کسی فعل یا عمل سے حاصل ہونے والے اس عقلی ادراک سے ہے جس سے متن کے معنی بر آمد ہوتے ہیں۔ مثال کے لیے فکشن میں رونما ہونے والے مختلف واقعات کو عملی کوڈ یا عمل مظہر کوڈ کہا جا سکتا ہے۔ اس میں واقعات کا منطقی تسلسل پلاٹ کی معنوی سمت متعین کرتا ہے۔

عملیت Pragmatism

عملیت سے مراد کسی نظریے یا عقیدے کے صداقت کو عملی افادیت کی روشنی میں جانچنے والے تصور سے ہے۔ یہ امریکی فلسفہ ہے اور ترقی پسند نقاد اسے کاروباری ذہنیت کا نتیجہ مانتے ہیں۔ ارنسٹ ہاکنگ نے لکھا ہے کہ فکر عمل ہی کی ایک شکل ہے اگر کسی فکر پر عمل نہ کیا جاسکے تو اس کی کوئی افادیت نہیں۔

عمودی Paradigmatic

جدید تھیوری میں زبان کے تحت وجود میں آنے والے معنی کو دو سطحوں پر رکھا گیا ہے۔ایک وہ سطح جو بہت سے الفاظ سے مل کر معنی کی تشکیل کرتی ہے یعنی کسی جملے میں موجود تمام الفاظ مل کر معنی بناتے ہیں۔ اسے افقیت یا Syntagmatic ترتیب کہا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس وہ الفاظ جو فقرے میں موجود نہیں ہیں وہ بھی معنی کی قطعیت میں معاون ہوتے ہیں۔ اس تفاعل کو عمودیت یا Paradigmatic کہا جاتا ہے۔

عینیت Idealism

اسے عام طور پر تصوریت اور مثالیت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ Idialism قدیم لاطینی لفظ Idialis سے ماخوذ ہے اور افلاطون کا تصور عینیت بھی اس میں شامل ہے چنانچہ انگریزی میں ادبی اور فلسفیانہ دونوں طرح کی مثالیت کو Idealism ہی کہا جاتا ہے جب کہ اردو مین تصوریت فلسفہ کے لیے مخصوص ہے اور

عینیت ادبی مثالیت پسندی کے لیے۔ اردو میں عینیت سے مراد وہ رجحان ہے جو غیر مادی کو مادی پر ترجیح دیتا اور مقدم جانتا ہے۔ غیر مادی چیزوں میں محسوساتی حقیقتوں کو ایک ایسا عالم معنی قرار دیا جاتا ہے جس میں حسن، خیر، صداقت اور انصاف جیسی روحانی قدریں شامل ہیں۔ اسی لیے افلاطون شاعر اور فنکار کو محسوساتی دنیا کا عکاس بتاتا ہے۔

غ

غائر مطالعہ Close Reading

دیکھیے: ''کلوز ریڈنگ''

غیر متجانس بیان کنندہ

Heterodiegetic Narrator

داستان کی پرانی اصطلاحات میں واحد غائب بیان کنندہ کا ذکر آتا ہے۔ لیکن ژراژ ینٹ نے اس کی ایک اور شکل بیان کی ہے جسے اس نے غیر متجانس بیان کنندہ کہا ہے۔ غیر متجانس کے معنی یہ ہیں کہ راوی کہانی کا حصہ نہیں ہوتا بلکہ وہ ساحل پر کھڑے تماشائی کی طرح کہانی کے سمندر کا حال بیان کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ وہ ایک ایسا غیر جانب دار راوی ہوتا ہے جو کرداروں اور واقعات میں کوئی مداخلت نہیں کرتا۔ غیر متجانس واحد غائب سے اس لیے بھی ممتاز ہے کہ واحد غائب صرف غائب کے صیغوں میں ہی کہانی سنا سکتا ہے۔ جب کہ غیر متجانس غائب اور متکلم دونوں طرح واقعات بیان کر سکتا ہے۔

غیر شعر

شمس الرحمٰن فاروقی نے شاعری اور نثر کے فرق کو واضح کرنے کے لیے ایک درمیانی کڑی بھی دریافت کی ہے جسے انھوں نے غیر شعر کہا ہے۔ ان کے مطابق یا تو شعر ہو گا یا غیر شعر یا پھر نثر۔ گویا شعر کو نثر تک پہنچنے میں غیر شعر کی منزل بھی آئیں گی۔ فاروقی نے غیر شعر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر شعر میں جدلیاتی لفظ مثلاً تشبیہ، استعارہ اور پیکر وغیرہ نہ ہو یا دوسری صورت میں ابہام نہ پایا جائے تو وہ شعر کی تعریف پر پورا نہ اترے گا۔ ہم اسے غیر شعر ہی کہیں گے۔ البتہ غیر شعر میں وہ خواص بھی ہو سکتے ہیں جو نثر میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا غیر شعر اور نثر کا فرق یہ ہے کہ نثر میں آہنگ، موزونیت اور جدلیاتی الفاظ بھی ہو سکتے ہیں لیکن اجمال نہیں ہو گا۔ اس کے برعکس غیر شعر میں جدلیاتی لفظ نہیں ہو گا۔ شمس الرحمٰن فاروقی فرماتے ہیں:

"یہ ہمیشہ خیال رہے کہ موزونیت اور اجمال کی شرطیں جز و مستقل یعنی Constant Factor کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان اجزائے مستقلہ کے علاوہ شاعری میں یا تو جدلیاتی لفظ ہو گا یا ابہام، یا دونوں۔ میں کسی ایسے شعر کا تصور نہیں کر سکتا جس میں ان دو میں سے ایک بھی نشانی نہ ہو اور پھر بھی وہ شاعری ہو۔ صرف ایک صورتِ حال ایسی ہو سکتی ہے جس موزونیت اور اجمال کے پہلو بہ پہلو کسی شعر میں وہ خواص پائے جائیں جن کو برجستگی، سلاست، بندش کی چستی، بے تکلفی، خوش طبعی، مزاح، طنز (بہ معنی Satire) رعایت لفظی کا پیدا کرادہ لطف، وغیرہ کہا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ خواص نثر میں بھی پائے جاتے (عالوہ اس کے کہ ان میں سے کچھ کچھ موضوعی بھی ہیں) بلکہ اصلاً نثر کے ہی خواص ہیں۔ (ش غ ن، ص: ٦١)

ف

فحاشی Pornography

جو تحریر شہوانی اور سفلی جذبات کو برانگیختہ کرتی ہے وہ فحش ہے۔ فحاشی سے مراد ان عوامل سے ہے جو انسان کے جنسی عوامل کو اکسانے اور اس کے اظہار کو معاشرے کے اصولوں کے خلاف برانگیختہ کرتے ہیں۔ جب معاشرے کا ذکر ہوتا ہے تو یہ طے ہے کہ معاشرے کے بدلتے ہی فحاشی کا تصور بھی بدل جاتا ہے۔ مثال کے لیے کسی مذہبی معاشرے میں نسوانی اعضاء کا کھلا بیان تہذیب اور اخلاق کے خلاف ہو سکتا ہے جب کہ کسی دوسرے معاشرے میں وہی اظہار معمول کے مطابق ٹھہرتا ہے۔ مغرب و مشرق کے معاشرے میں اس فرق کو واضح طور اپر محسوس کیا جاسکتا ہے۔

فراریت Escapism

رومانی تنقید کی اصطلاح۔

فراریت سے مراد عام طرز زندگی سے انحراف کرکے تنہائی کی جانب فرار کا رجحان ہے۔ فراریت کی وضاحت انور سدید اس طرح کرتے ہیں:

”سائنس نے انسان کے تیقن کو پارہ پارہ کیا تو اس عمل میں اولین سطح پر اس کی شخصی انا مجروح ہوئی۔ ثانیاً وہ نیابت الٰہی کی بلند مسند سے اتر کر زمین پر گر پڑا۔ ثالثاً زمین کے ثقافتی بوجھ نے اس کی روح کو گراں بار کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بے بسی کے اس عالم میں وہ حقائق سے گریز کرنے اور ایک خواب ناک فضا میں سانس لینے پر آمادہ ہو گیا۔ بیسویں صدی میں فرد کی یہ بے بسی رومانیت کے فروغ میں خاصی معاون نظر آتی ہے۔“

(ات، ص: ۴۲۶)

فراریت پسند Escapist

زندگی کے حقائق سے گریز کرکے گوشہ نشینی اختیار کرنے والا۔ فراریت کا ارجحان رکھنے والا تخلیق کار۔

رومانی ادیبوں اور شاعروں نے اداسی، درد اور کرب کو اپنی شخصیت کا جوہر بنالیا۔ ان کے نزدیک زندگی کا کوئی پہلو درد اور اداسی کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ وہ کہیں خود موت کی آرزو کرتا ہے تو کہیں جواں مرگی کو مبارک بتاتا ہے۔ وہ اپنی محبوباؤں کو یا تو کسی دیو قامت اساطیری جن کی آہنی قلعوں میں

مقید اور منتظر تصور کرتا ہے یا فراق کا ایک گیت گاتے ہوئے دیکھتا ہے زندگی درد ہے یہ انسانی جذبے اور حقیقت کے درمیان ایک مسلسل جنگ ہے اور اس کے زخموں کو پھول سمجھ کر چومتا اور اسی میں زندگی کی کیف اور حسن محسوس کرتا ہے۔

فصاحت

علم معانی کی اصطلاح۔

فصاحت ایک صورت حال ہے جس کا تعلق زبان کی سماعی نوعیت سے ہے۔ مضاحت کو انگریزی میں Concordance of substance with expression (مطابقت الفاظ و معنی) کہتے ہیں۔ بقول ارشد عبدالحمید:

"فصاحت ایک تصور ہے جس کے مطابق لفظ یا محاورے یا فقرے کو اس طرح استعمال کرنا جیسے مستند اہلِ زبان کرتے ہیں۔"

(رب، ص۱۷۷)

فضا Atmosphere

لغوی معنی کشادگی، ماحول، پھیلاؤ۔

ادبی سطح پر فضا سے مراد تخلیق سے ابھرنے والی وہ تاثراتی کیفیت ہے جو تخلیق کے متعدد اجزاء سے بطور مجموع پیدا ہوتی ہے۔ عتیق اللہ فضا کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"کسی فن پارے سے برانگیختہ ہونے والا احساس یا کیفیت یا دوسرے لفظوں میں ناقابلِ فہم خصوصیت جو ماورائے حس اور حسّی ادراک پر اپنا اثر ڈالتی ہے فضا کہلاتی ہے۔"

(ااوف، ص: ۲۶۸)

ابو الاعجاز حفیظ صدیقی فضا کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وہ عمومی اور مجموعی تاثراتی کیفیت جو کسی عبارت میں سرایت کیے ہوئے ہو۔ فضا کی تخلیق و تشکیل میں پس منظر، کردار، عبارت کا مضمون، موضوع کا مزاج اور نوعیت، الفاظ کا صوتی تاثر، جملوں کا طول، لب ہ لہجہ، وزن اور آہنگ وغیرہ بہت سے عوامل حصہ لیتے ہیں۔ تنقیدی تحریروں میں کسی عبارت کی سوگوار فضا، افسردگی کی فضا، رومانی اور خوف کی فضا وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔ گویا سوگواری، افسردگی، رومانیت یا خوف وہ مجموعی تاثراتی کیفیت ہے جو اس پوری عبارت میں جاری و ساری ہے یا اس عبارت کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔" (ک ت ا، ص: ۱۳۵)

فطرت Nature

فطرت کے لیے انگریزی لفظ Nature استعمال کیا جاتا ہے۔ اردو میں اس اصطلاح کو سرسید احمد خاں نے مروج کیا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد استعماریت کے زیر اثر جو تصورات اپنائے گئے ان میں ایک نیچر کا تصور بھی تھا۔ منظر اعظمی فطرت کی توضیح اس طرح کرتے ہیں:

"ادب و تہذیب کا اصول قدرت کے مطابق ہونا نیز مبالغے اور جذباتیت کی جگہ حقیقت اور اصلیت کو پیش نظر رکھنا کہا جا سکتا ہے۔"

(ااات رح، ص:۲۱۱)

فطرت نگاری Naturalism

اس نظریے کو انیسویں صدی کے وسطِ آخر میں فروغ ملا۔ فرانسیسی مصنف ایمیل زولا کو اس رجحان کا مطلع اول قرار دیا جاتا ہے۔ فطرت کے لیے نیچر کا لفظ بھی مستعمل ہے لیکن فطرت نگاری اور نیچرل شاعری میں فرق ہے فطرت نگاری بغیر کسی رنگ و روغن کے حقیت کو عریاں بیان کرنے کا نظریہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے سائنسی نظریہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے فطرت خدا، مذہب یا اخلاقیات پر یقین نہیں رکھتی بلکہ ہر چیز کو فطرت کے تابع بتاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ انسان کی حیوانی صداقتوں کو بھی بے پردہ کرتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ فطرت نگار کے یہاں فحاشی کی بھی حمایت کی جاتی ہے۔

فکشن Fiction

اسے اردو میں افسانوی اصناف کہا گیا ہے۔ لیکن اس اردو اصطلاح کہ بالمقابل فکشن ہی کی اصطلاح رائج ہوئی۔ فکشن میں وہ تمام اصناف شامل ہین جن کی بنیاد واقعہ پر ہے اور جن میں واقعہ کی تصدیق شرط نہیں۔ بقول قاضی افضال حسین:

"وہ اصناف جن میں واقعہ کی تصدیق شرط نہیں یعنی یہ بالکل ممکن ہے کہ واقعہ خارج میں نہ ہوا ہو لیکن متن میں بطور سچّے واقعہ کے پیش کیا گیا ہو یا واقعتاً ہوا ہو لیکن ایک تخلیقی متن کا حصہ ہو کر خارجی تصدیق کی ضرورت سے آزاد ہو جائے۔ واقعات سے مرتب شدہ ایسے بیانیہ کو افسانوی اصناف Fiction کہتے ہیں۔ ان میں داستان، ناول، افسانہ اور ڈرامہ اردو کی مقبول اصناف ہیں۔"

(صنف، ص: ۱۷۳)

فکشن تنقید Fiction Criticism

فکشن کی شعریات دریافت کرنے اور مختلف نظریاتی اور عملی تجزیہ کرنے والی تنقید کو فکشن تنقید کہا جاتا ہے۔

فلسفہ Philosophy

کائنات اور اس کے عوامل پر اس طرح غور کرنا کہ اس کے وجود اور مقاصد پر بطور کل کوئی ایسا اصول دریافت ہو جائے جو کائنات کی تشکیل و تعمیر کی تفہیم پر غالب اور صادق ہو۔ اسے کائنات اور وجود کی اصلیت کا علم حاصل کرنے کا استدلالی طریقہ کہا جا سکتا ہے۔ فلسفہ اور علم میں فرق یہ ہے کہ فلسفہ کائنات کو بطور کل موضوع بناتا ہے اور کسی اصول کو حتمی اور بدیہی قرار نہیں دیتا۔ جب کہ دوسرے علوم کسی ایک پہلو اور جز سے متعلق ہوتے ہیں اور ان کے اصول حتمی یا بدیہی تسلیم کیے جاتے ہیں۔ مثلاً سائنس کے اصولوں کو بدلا نہیں جا سکتا جب کہ فلسفہ میں غور و فکر کے تمام دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔

فلسفیانہ تنقید

Philosophical Criticism

ادبی تنقید ادب کے مطالعے میں مختلف فلسفوں کا استعمال کرتی ہے مثال کے لیے ارسطو اور افلاطون کا فلسفہ ان کی تنقید پر غالب نظر آتا ہے۔ اسی طرح مارکسی تنقید پر مارکسی اور جدید تنقید پر جدیدیت سے متعلق فلسفے حاوی رہتے ہیں۔ عتیق اللہ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

”فلسفیانہ تنقید میں براہِ راست کسی مخصوص فلسفے یا فلسفیانہ تصوّر کی روشنی میں ادب کی تفہیم کی جاتی ہے۔ علاوہ اس کے دوسری صورت، جس کی حیثیت عمومی کی ہے، وہ ہے جب تنقید، تخلیقی ادب کے فنّی تجزیے سے کم اور اس موضوع کے تشریح و توضیح سے زیادہ نسبت رکھتی ہے جو ادیب کے اپنے ذاتی تجربے سے ماخوذ نظریۂ زندگی پر استوار ہوتا ہے۔“(ااوف، ص: ۵۳۲)

فن Art

فن کے تصور میں دو چیزیں بنیادی ہیں۔ ایک اس کی ہیئت اور دوسری اس کے معنی۔ ہر دور میں کسی تہذیب اور شخصی حوالے سے لطف و انبساط حاصل کرنے کے ساتھ اس میں جمالیاتی ترفع کا ہونا اس کے فن ہونے کی دلیل ہے۔ ہیئت کے اعتبار سے فن ایک ہنر ہے تو معنی کے اعتبار سے تخیل اور مضمون کی بنیادی

اہمیت ہے۔ شاعری ہو یا موسیقی، مصوری ہو یا بت تراشی یا کوئی اور فن۔ ہر جگہ ہیئت اور معنی میں جمالیات کی بلندیوں کو چھونا ہی فن کی معراج ہے۔

فن برائے فن Art for Art's Sake

اس نظریے کی ابتداء سب سے پہلے لسنگ (Lessing) کی تحریروں سے ۱۷۶۶ء میں ہوئی بعد میں والٹر پیٹر اور آسکر وائلڈ نے اسے فروغ دیا۔ فن برائے فن کے تحت فن پارے میں اوّلیت ادب کی تخلیقیت اور ادبیت کو دی جاتی ہے یعنی فنّی تخلیق کا اپنی ذات سے باہر کوئی مقصد نہیں ہوتا۔

فنونِ لطیفہ Fine Arts

ایسے فنون جن کی تخلیق کا مقصد احساس جمال کو برانگیختہ کرنا، جمالیاتی حظ و انبساط اور ذہنی اور روحانی مسرت میں اضافہ کرنا ہو، فنونِ لطیفہ کہلاتا ہے۔

رقص، تعمیر، سنگ تراشی، مصوری، شاعری اور موسیقی کا شمار فنونِ لطیفہ میں کیا جاتا ہے۔

فنّی تنقید Artistic Criticism

ادب کے فنی پہلوؤں کو بنیاد بناتے ہوئے اس کے تعینِ قدر کا عمل فنّی تنقید کہلاتا ہے۔ اس تنقید میں فکر یا موضوع پر توجہ نہیں ہوتی بلکہ اس فکر اور موضوع کو پیش کرنے کے طریقۂ کار کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اس میں زبان و بیان سے لے کر قواعد، عروض، قافیہ، بیانیہ اور آہنگ تک متعدد اجزائے ترکیبی زیرِ بحث لائے جاتے ہیں۔ ایک اعتبار سے ہماری کلاسیکی تنقید خالصتاً فنّی تنقید کہی جائے گی۔

فنّی جمالیات Artistic Aesthetics

فنی جمالیات سے مراد کسی فن پارے میں اجزاء کی خوبصورتی سے ہے جو فکر کو معنی خیز بنانے کے ساتھ ساتھ خوبصورت بھی بناتے ہیں۔ یہ جمالیات ہیئت سے لے کر کسی صنف کے مخصوص اصولوں اور زبان و بیان کے اجزاء تک محیط ہو سکتی ہے۔ مثال کے لیے غزل کے کسی بھی شعر میں دونوں مصرعوں کا مربوط اور رواں ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح مناسبات لفظی و معنوی اور بندش کی چستی وغیرہ بھی فنّی جمالیات کا حصہ ہے۔ بقول ارشد عبدالحمید:

"کسی بھی ادبی صنف میں ہیئت موضوع اور تصورات کو برتنے کے جو طریقے ہو سکتے ہیں ان میں بہتر طریقہ کون سا ہے اس کا فیصلہ بھی

وہ تہذیب اور ادبی معاشرہ کرتا ہے جو اس صنف کو بناتا یا پروان چڑھاتا ہے۔ غزل کے لیے بھی کچھ ایسے اصول وضع کیے گئے ہیں جو اس کی فنی جمالیات کو متعین کرتے ہیں۔ یہ اصول نہ صرف وقت کی کسوٹی پر کھرے اترے ہیں بلکہ کسی بھی عہد کی غزل ان اصولوں کے استعمال کے بغیر معاری یا کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔"

(ت ت، ص: ۴۷)

فنّی محاسن

فنی محاسن سے مراد یہ ہے کہ فن پارے کے وہ اوصاف جو یہ بتاتے ہیں کہ فن پارہ کیوں کر اعلیٰ پائے کا ہے۔ مثلاً کسی شعر کے فنی محاسن بحر، قافیہ، الفاظ، زبان و بیان، اسلوب اور بیانیہ وغیرہ ہیں۔

فورگراؤنڈنگ **Foregrounding**

اسلوبیاتی تنقید کی اصطلاح

مرزا خلیل احمد بیگ نے اس کا اردو مترادف پیش منظر بیان کیا ہے۔ لسانیات کے پراگ اسکول کے ماہرِ لسانیات ژاں مکارووسکی (Jan Mukarovsky) نے فور گراؤنڈنگ کا تصور پیش کیا۔ وہ اسلوب کو بطور پیش منظر (Style of Foregrounding) مانتا ہے۔

فورگروئنڈنگ سے مراد مروجہ زبان کی منظم طور پر خلاف ورزی ہے۔ جس ادبی زبان کا استعمال جتنا زیادہ مروجہ قواعد سے منفرد ہو گا اس زبان کا پیش منظر اتنا ہی طاقت ور ہو گا۔ بقول مرزا خلیل احمد بیگ:

"جدید اردو شاعروں نے فورگروئنڈنگ کو ایک موثر اظہاری پیرائے کے طور پر برتا ہے۔ جس سے نہ صرف ان کی تخلیقی قوت اور جدتِ طبع کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ اظہار کا نادر اور انوکھے طریقوں کی تلاش اور نت نئے لسانی سانچوں کی تشکیل نیز زبان کی تازہ کاری کے عمل سے ان کی غیر معمولی دل چسپی کا بھی پتا چلتا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

چلوں آنکھوں میں پھر سے نیند بوئیں
کہ مدّت سے اسے دیکھا نہیں ہے
(شہریار)

نہ جانے کیوں در و دیوار ہنس پڑے اسے شاذؔ
خیال آیا تھا اک روز گھر سجانے کا
(شاذؔ تمکنت)

آنکھ بھی برسی بہت بادل کے ساتھ

اب کے ساون کی چھڑی اچھی لگی

(احمد فراز)

ان اشعار میں علی الترتیب، آنکھوں میں نیند ہونا، در و دیوار کا ہنس پڑنا، اور آنکھ کا برسنا، فور گراؤنڈنگ کی عمدہ مثالیں ہیں۔"

(ات، ص: ۳۳)

ق

قاری

قاری کے معنی ہیں پڑھنے والا۔ ادب کے حوالے سے ترسیل کا عمل تین بنیادی ارکان سے پورا ہوتا ہے۔ ایک مصنف، دوسرا متن ا ور تیسرا متن کا قاری۔ اس عمل میں قاری سے مراد وہ اوسط قاری ہے جو نہ تو جاہل ہوتا ہے اور نہ کسی نقاد کی طرح تربیت یافتہ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ قاری ادبی متن کو اس حد تک سمجھتا ہے کہ وہ مختلف فن پاروں کے معنی تک پہنچنے کے ساتھ ساتھ ان فن پاروں کے آپسی تخلیقی فرق کو محسوس کر سکتا ہے۔ بعض حضرات نے اسے باذوق قاری بھی کہا ہے جو تعصبات ، پس منظری مجبوریاں ا ور ناواقفیتوں کا حتی الامکان شکار نہیں ہوتا۔ ناصر عباس نیر کے مطابق قاری کی چار قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو متن کی تخلیق سے پہلے موجود ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے کسی متن کو ادبی متن کا درجہ ملتا ہے۔ اس قاری کے بغیر کوئی تحریر ادبی تحریک نہیں قرار پا سکتی۔ ہر ثقافتی گروہ میں یہ قاری لازماً موجود ہوتا ہے۔ اسے علامتی قاری کا نام دیا جا سکتا ہے۔

قاری کی دوسری قسم وہ ہے جو دورانِ تخلیق مصنف کے پیش نظر ہوتی ہے۔ جسے مخاطب (Narrattee) کہا گیا ہے۔ یہ قاری متن کی آئڈیولوجیکل جہت اور مقصد پر اثر انداز ہوتا ہے۔ خود یہ قاری عصری اقدار و مطالبات میں گھرا ہوا ہوتا ہے۔ تیسرا قاری، مرادی قاری ہے جو متن کی قرأت کے دوران میں تشکیل پاتا ہے۔ یہ تینوں قاری متن کی ساخت و پرداخت میں شامل اور مضمر ہوتے ہیں۔ مگر چوتھا واقعاتی قاری متن سے باہر، متن کے پرتپاک خیر مقدم کے لیے موجود رہتا ہے۔(ج م ت، ص: ۱۸۷)

قاری اساس تنقید
Reader's Oriented Criticism

وہ تنقید جو مصنف اور متن کے ساتھ قاری کو بھی مرکز میں رکھتی ہے قاری اساس تنقید کہلاتی ہے۔ کہیں کہیں قاری کو اتنی زیادہ اہمیت بھی دی گئی ہے کہ مصنف اور منشائے مصنّف پسِ پشت رہ گئے ہیں لیکن تنقید کے اس نظریے سے بعض راہیں بھی روشن ہوئیں ہیں۔ناصر عباس نیر لکھتے ہیں:

"قاری اساس تنقید نظریہ ڈسکورس کے ساتھ ادبی متون کے تفہیم کے تعلق سے سامنے آیا ہے جو قاری کو مرکز توجہ بنا کر قاری کی اقسام، طریقہ ہائے قرأت، متن کی معنی یابی میں قاری اور قرأت کا تفاعل، قاری اور متن کا رشتہ اور عمل قرأت کے قاری کے اثرات، نیز قرأت کے بعد متن کی صورتِ حال جیسے نکات کو فلسفیانہ شکل دینے کی کوشش کرتی ہے۔"(بحوالہ ام ج ت، ص: ۲۷۶)

قرأت Reading

قرأت کے معنی ہیں پڑھنا۔پس ساختیات کی رو سے کوئی بھی متن محدود معنی نہیں رکھتا اس لیے ایک سے زائد معنی اخذ کرنے کی بنیاد قرأت ہی ہو سکتی ہے۔ قرأت انفرادی، اجتماعی، موضوعی یا معروضی طریقوں سے ممکن ہے۔ قاری جس طریقے سے قرأت کرے گا معنی بھی اسی طریقے سے واضح ہوں گے۔ چنانچہ معنی کی وحدت یا کثرت کا انحصار قرأت ہی پر ہوگا۔ قرأت کی اصطلاح لا تشکیل /ردِّ تشکیل میں بھی کثرت سے استعمال کی گئی ہے۔ لا تشکیل اصلاً قرأت ہی کا فن ہے۔ اس سلسلے میں قاضی افضال حسین رقم طراز ہیں:

"اس قرأت میں بنیادی طریقہ یہی ہے کہ قاری / تجزیہ نگار متن میں روابط کے وہ ابعاد

دریافت کرتا ہے جو ممکن ہے خود متن بنانے والے کے ذہن میں نہ رہے ہوں اس سے فن کے مخفی بلکہ اکثر نظر انداز کیے گئے جہات روشن ہو جاتے ہیں۔ قرأت / تجزیے کے اس عمل میں دلچسپی کا مرکز معنی کی تدریجی تعمیر کا عمل ہے اس عمل سے بر آمد ہونے والے نتائج یا معنی کی ایک حتمی اور یک جہتی شکل نہیں۔"(ت ات، ص: ۱۴۲)

مابعد جدید تنقید نے قرأت کو بھی بین العلومی کیفیت مانا ہے۔ ناصر عباس نیر لکھتے ہیں:

"قرأت کوئی سادہ اور معصومانہ فعل نہیں، ایک پیچیدہ اور امتزاجی نوعیت کی سرگرمی ہے۔ کسی متن کی قرأت میں متعدد "متون" قاری کے ذہنی عمل میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ متون کنونشنز ضابطے، آرا اور مقاصد وغیرہ ہیں۔"(ج م ت، ص: ۳۱۴)

قرأت دو طرح کی ہوتی ہے: جہری قرأت اور سرّی قرأت۔ جہری قرأت سرسری اور لطف اندوز ہونے کے لیے ہوتی ہے۔ سرّی قرأت بار بار پڑھی جاتی ہے۔

قسمیات Typology

قسمیات کو ہم صنفیات بھی کہہ سکتے ہیں۔ قسمیات یا Typology سے مراد اس طریقہ کار سے ہے جس میں ایک جیسی ہیئتوں یا ایک جیسے موضوع کی تخلیقات کو ایک قسم یا Type کا نام دیا جاتا ہے اور یہ طے ہے کہ typology یا صنف کے تعین کے ذریعے قاری کے ذہن میں اس سے متعلق بعض بنیادی باتیں واضح ہوتی ہیں مثلاً قصیدے سے مرثیہ کی خصوصیات کی توقع نہیں کی جاتی یا مرثیہ میں غزل کے عناصر نہیں تلاش کیے جاتے۔ اس عمل کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ فن پارے کی تفہیم میں قسمیات صنفیات یا typology کا بھی اپنا ایک حصہ ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی کا مضمون "نظم کیا ہے؟" اور ارشد عبد الحمید کا مضمون "غزل کی صنفی شناخت" قسمیات کی عمدہ مثال ہے۔ بقول قاضی افضال حسین:

"صنفیات ادب کا وہ شعبہ ہو گا جس میں ان اصولوں پر گفتگو ہو گی جن سے کسی صنف کی شناخت بنتی ہے۔ اور یہ اصول صنفیات کا ماہر نہیں بنا سکتا بلکہ متون میں ہیئت اور موضوع کی امتیازی صفات کی روایت سے برآمد ہوں گے۔ یعنی مطالعہ استخراجی (Deductive) ہو گا۔ اس لیے کہ اصولاً شاعری/ادب کا

مطالعہ خود متن سے نمو کرنے والی امتیازی صفات کی روشنی میں بامعنی ہو سکتا ہے۔"

(صنف، ص: ۲۲)

قطعات Segments

صوتیاتی تنقید کی اصطلاح

علم اللسان میں مصمتوں اور مصوتوں کو قطعات یعنی Segments کہا جاتا ہے۔ یہ صوتی اکائیاں یا قطعات سلسلے وار یکے بعد دیگرے ترتیب دیے جاتے ہیں اور یہ ترتیب صوتیاتی خصوصیات کی حامل ہوتی ہے جو عروضی خصوصیات سے مختلف ہے۔

قواعدیات Grammatology

تحریرات۔ لاتشکیل/رد تشکیل تنقیدی نظریہ کی اصطلاح۔

عام طور پر قواعدیات سے مراد Grammatology ہے لیکن تقریر میں معنی محدود اور تحریر میں معنی کی کثرت ہوتی ہے اس لیے ژاک دریدا Grammatology کو تحریر کی سائنس کا نام دیتا ہے۔ اس کے مطابق قواعدیات نہ تو نشانیات کی مترادف ہے اور نہ تقریر کی۔

قوسی تنقید Archetypal Criticism

دیکھیے : آرکی ٹائپل تنقید۔

قول محال Paradox

جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے قول محال ایسا قول ہے جو حقیقتاً واقع نہ ہو لیکن عقل محل کے خلاف ہونے کے باوجود گہری معنویت رکھتا ہو۔ ناصر عباس نیّر کے مطابق قولِ محال کی دو قسمیں ہیں ایک مقامی دوسری ساختیاتی۔ مقامی قولِ محال ایک مجمل بیان ہے جب کہ ساختیاتی قول محال کا تعلق فن پارے کے بنیادی خیال سے ہوتا ہے۔ قولِ محال کی تعریف اسلوب احمد انصاری اس طرح بیان کرتے ہیں:

"موجودہ ادبی تنقید میں جن اصطلاحات کا بہت زیادہ چرچا ہے ان میں قول محال کی صنعت بھی ہے۔ یہ بھی طنز اور عکس ترتیب ہی کی ایک خاص صورت ہے یعنی ایسی بات کا بیان کرنا جو بظاہر بے معنی ہو لیکن جس سے در اصل گہرے معنی مقصود ہوں، اس کا استعمال مزاح نگار کے یہاں زیادہ، ہجو نگار کے یہاں کم ہوتا ہے شاعری کے سلسلے میں اس سے مراد محض لفظی تضاد یا وہ تفنن نہیں ہوتا جو اس کے برعکس مطلب نکلنے سے پیدا

ہوتا ہے بلکہ وہ روشنی اور وہ حیرت و استعجاب بھی، جو متضاد شعری بیانات کے بالمقابل رکھنے اور ان کے بالآخر کسی مثبت حقیقت کی طرف رہنمائی کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔"

(ت ن جلد دوم، ص: ۱۶۹۔۱۷۰)

ک

کتھارسس Catharsis

یونانی فلسفے خاص طور پر ارسطو کے یہاں کتھارسس ایک ایسی اصطلاح ہے جس میں تراجم اور خوف کی تطہیر کا عمل سامنے آتا ہے۔ نفسیات کی اصطلاح میں اسے تزکیۂ نفس بھی کہتے ہیں۔ شکیل الرحمٰن نے اسے جمالیات کا حصہ بتایا ہے۔ ادب کے حوالے سے کھتارسس کو ہم دو طرح سے بیان کر سکتے ہیں۔ ایک کھتارسس وہ ہے جو کسی تخلیقی متن میں کسی کردار کے خوف و ہراس اور احساس گناہ کی تطہیر کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ادبی کتھارسس کی دوسری صورت خود مصنف کا کتھارسس ہے یعنی مصنف اپنی تخلیق کی کامیاب تکمیل پر اس فشار اور دباؤ سے چھٹکارا پالیتا ہے جو دورانِ تخلیق اسے مضطرب رکھتا ہے۔ گویا کھتارسس وہ اطمنان ہے جو تخلیق کار کو کسی تخلیق کے خوبصورتی کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچنے پر حاصل ہوتی ہے۔

کریہہ الصّوت Cacophony

جو آواز سننے میں بُری محسوس ہو اسے کریہہ کہا جاتا ہے۔ ادبی تخلیقات میں ایسے حروف کو یکجا کر دینا جن کی ادائیگی سننے والوں پر بُرے اثرات مرتب کرے کریہہ الصّوت صورتِ

حال کہلاتی ہے۔ اسے صوتی تنافر بھی کہا جاتا ہے۔

کلاسیک Classic

اصل میں کلاسیک یا کلاسیکیت کا لفظ انگریزی کے Class سے بنا ہے جس کے بہت سے معنی ہے مثلاً درجہ، رتبہ، مرتبہ، پایۂ جماعت اور ذات وغیرہ۔ اسی کے مجازی معنی ارفع اور اعلیٰ کے بھی ہیں چنانچہ جب ہم کلاسیکیت کا اطلاق ادب پر کرتے ہیں تو وہ ادب کلاسیکی کہلاتا ہے جو قدیم بھی ہو، اعلیٰ درجے کا بھی ہو اور وقت کے ساتھ اس کی بلندی میں کوئی فرق نہ آیا ہو۔ قدامت کلاسیکیت کی ایک قدر ہے کیونکہ وقت کی کسوٹی پر کھرا اترنا کلاسیکیت کی ایک بنیادی خوبی ہے لیکن ہر قدیم ادب کلاسیکی نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کلاسیک میں قدامت کے ساتھ بلند مرتبہ اور آزمودہ ہونے کی شرط بھی ہے۔ اس کی مثال اس طرح دی جاسکتی ہے کہ اردو میں غزل ولیؔ سے پہلے بھی موجود تھی لیکن اس سے ماقبل کی غزل میں کلاسیکی اردو غزل کے امتیازات نہیں پائے جاتے۔ چنانچہ کلاسیکی اردو غزل ولیؔ سے غالبؔ تک ہی کلاسیکی تسلیم کی جاتی ہے۔ کلاسیکی ادب کی شعریات میں بہت سی چیزیں مشترک ہوتی ہیں۔ مثلاً تصور کائنات اور رسومیات کا مشترک ہونا اس کی ایک بنیادی پہچان ہے۔ چنانچہ کلاسیکی اردو غزل کی شعریات میں متعلقہ شعراء کے کلام میں اس اشتراک کو نمایاں طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

کلاسیکی تنقید Classical Criticism

کلاسیک لفظ سے ظاہر ہے کہ یہ اس تنقید کی طرف اشارہ کرتا ہے جو قدماء نے استعمال کی۔ اردو کی بات کی جائے تو کلاسیکی تنقید کے اولین نقوش تذکروں میں پائے جاتے ہیں اور سب جانتے ہیں کہ تذکروں میں عربی اور فارسی تنقید کا گہرا اثر ہے۔ چنانچہ کلاسیکی اردو تنقید بلاغت ، فصاحت اور صنعتوں وغیرہ تک محدود ہے۔ اس بنا پر کلاسیکی اردو تنقید کو زبان و بیان اور فنی خصوصیات تک محدود رکھا گیا ہے۔ اس کے برعکس ناصر عباس نیّر کی رائے ہے کہ کلاسیکی تنقید سے مراد ان تمام اصولوں سے لی جانی چاہیے جو کسی کلاسیک فن کار کی عظمت کی بنیادوں کو واضح کر سکے۔ اس خیال کے تحت محض پرانی تنقید ہی نہیں بلکہ ہر وہ تنقید اس میں شامل ہو گی جو کلاسک کو نشان زد کر سکے۔ اردو میں اس کی مثال 'شعر شور انگیز' سے دی جا سکتی ہے۔ جس میں شمس الرحمٰن فاروقی نے میرؔ کی عظمتوں کو نشان زد کرنے کے لیے کلاسیکی شعری تصورات ہی کا استعمال

نہیں کیا بلکہ مغربی اور ساختیاتی اصولوں کو بھی اپنایا ہے۔ چنانچہ یہ جدید تنقید بھی کلاسیکی تنقید میں ضم ہو گئی ہے۔

کلامیہ Discourse

انگریزی لفظ Discourse کو مختلف شعبہ ہائے علوم میں مختلف معنی میں استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ مثال کے لیے علماء لسانیات میں کلامیہ/ Discourse سے مراد زبان کے وسیع تر پھیلاؤ کے لیتے ہیں لیکن علم البیانیات میں کلامیہ یا ڈسکورس سے مراد فکشن کے پلاٹ سے ہے چنانچہ فکشن میں کہانی اور کلامیہ ایک دوسرے سے مربوط ہوتے ہوئے بھی الگ الگ چیزیں ہیں۔ ناصر عباس نیّر دوسرے الفاظ میں کلامیہ سے مراد کہانی کی بیانیہ ہیئت ہے۔ فکشن میں پلاٹ وہ ذریعہ ہے جس سے کہانی کے بکھراؤ کو تنظیم اور ہیئت میں باندھ لیا جاتا ہے۔

کلوز ریڈنگ Close Reading

متن مرکوز مطالعہ/غائر مطالعہ۔

یہ نو تنقید کی اصطلاح ہے جس میں مطالعے کا تمام تر دائرہ متن تک محدود رہتا ہے۔ ہمارے یہاں اسے متنی تنقید کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اس طریقہ کار میں متن سے باہر کے حوالوں پر توجہ نہیں دی جاتی لیکن متن میں پائے جانے والے تمام خواص کا گہرا مطالعہ کیا جاتا ہے اور اس مطالعے سے نتائج اخذ کیے جاتا ہے۔ مرزا خلیل احمد بیگ کے مطابق:

"لیوس نے ادبی متن کے مطالعے اور تجزیے کے لیے ایک انوکھا طریقہ ایجاد کیا جو کلوز ریڈنگ (Close Reading) کہلایا۔ اس کے تحریک اسے رچرڈز کی عملی تنقید کی تکنیک سے ملی۔ اس طریقۂ کار میں نظم کے صرف عمیق مطالعے سے سروکار رکھا گیا ور ماورائے نظم کسی بھی نکتے، پہلو یا امر کو خارج از مطالعہ قرار دیا گیا۔" (ات، ص:۳۵)

کلیشے Cliche

کلیشے ایک فرانسیسی لفظ ہے جس کے معنی وہ تختی ہے جس پر چھپائی کے کام کے لیے حروف بنائے جاتے ہیں اور اس تختی سے جتنی چاہیں ہو بہ ہو چھپائی کی جا سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر بار ایک ہی عبارت مسلسل چھپتی رہے گی۔ انھیں معنی کے حوالے سے ادب میں کلیشے کی اصطلاح ایک ہی چیز کو بار بار دہرانے کے عمل سے تعبیر کی گئی ہے۔ گویا

ایک ہی اسلوب موضوع یا تکنیک کو یکسانیت کے ساتھ اس قدر استعمال کرنا کہ وہ پامالیت کا سبب بن جائے، کلیشے کہلاتا ہے۔

کنایہ Metonymy

کنایہ کے معنی مخفی یا پوشیدہ بات کے ہوتے ہیں۔ علم بیان میں کنایہ کا تعلق مجاز سے ہے یعنی اس کے لغوی معنی کے علاوہ مجازی معنی بھی ہوتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ کلام میں کنایہ کے لغوی اور مجازی دونوں معنی صادق آتے ہیں ۔ ارشد عبد الحمید کنایہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وہ استعارہ جس کے بیک وقت حقیقی اور مجازی دونوں معنی مراد لیے جاسکتے ہیں، مثلاً چراغ سحری سے معمّر آدمی یا سفید داڑھی سے ذہن بوڑھے آدمی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔"(رب، ص: ۱۸۴)

کوڈ Code

کوڈ یا ضابطہ کو متعدد علوم میں استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ مثال کے لیے ایک قسم کی معلومات کو دوسری قسم کی معلومات میں منتقل کرنے کے لیے کمپیوٹر سائنس میں جو پروگرام بنائے جاتے ہیں انھیں بھی code کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اصولوں کے نظام اشاراتی اور علاماتی نظام یا لسانی نظام میں بھی Code کی اصطلاح استعمال میں آتی ہے لیکن ادب میں اس اصطلاح کا سب سے زیادہ استعمال ساختیات میں کیا گیا۔ ساختیات کے تحت کوڈ یا ضابطے سے مراد وہ اصول ہیں جو کسی ایک زبان کے بولنے والوں میں باہمی اتفاق رائے سے طے ہو جاتے ہیں اور یہی وہ متفقہ اصول ہیں جن کے ذریعے کسی متن کی تفہیم و تعبیر اور ترسیل ممکن ہوتی ہے۔ حالانکہ زبان کی اس صورتِ حال کے لیے Convention کا لفظ بھی استعمال میں آتا ہے لیکن کوڈ اور Convention میں بنیادی فرق یہ ہے کہ Convention ان رسومیات کو بھی اپنے آپ میں شامل کر لیتا ہے جنھیں ایک بہت طویل سماجی عمل میں قبول کر لیا گیا ہے۔ ادب میں اس کی مثال غزل کی ہیئت اور رسومیات سے دی جاسکتی ہے۔

کہانی پن/افسانویت

افسانے یا ناول میں ہیئت اور اسلوب کے بہت سے تجربات ہوتے رہے ہیں۔ ان میں بغیر پلاٹ کا فکشن یا کہانی سے خالی فکشن بھی شامل

ہے جس فکشن میں کسی واقعے کا بیان اس طرح ہو کہ اس بیان میں واقعہ کے سبب اور اثر میں سے کسی کا ذکر نہ ہو یا اس کے نتائج تک قاری کی رسائی نہ ہو پائے تو ایسے فکشن کو کہانی سے عاری فکشن کہا گیا ہے چنانچہ کہانی پن سے مراد فکشن کے اس اسلوب سے ہے جس میں واقعہ بھی موجود ہو اور اس کے رونما ہونے کے اسباب بھی شامل کیے جائیں اور ان اسباب کے اثرات یا نتائج کی توثیق بھی ہوتی ہو۔

کیفیت

کیفیت کے لفظ میں کیف چھپا ہوا ہے جس کے لغوی معنی نشے یا سرور کے ہیں۔ اس حوالے سے کیفیت ادبی تخلیق کی ایک ایسی صورتِ حال ہے جس میں پڑھنے والا فوراً مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کے سیدھے معنی یہ ہیں کہ وہ کلام کیفیت کا حامل کہا جائے گا جو قاری کو فوراً متاثر کر لے۔

گ

گرہ **Complex**

نفسیاتی تنقید کی اصطلاح۔ گرہ سے مراد انسانی ذہن کی فکری حالت جو فرد کو احساسِ کمتری (Inferiority Complex) یا احساسِ برتری (Superiority Complex) کا احساس دلاتی ہے۔

گلدستہ **Anthology**

گلدستہ سے مراد ایسا ادبی رسالہ جس کا مقصد شعر و شاعری کو فروغ دینا ہو۔ اس میں مختلف شعراء کی طرحی غزلیں شائع ہوئی ہوں۔ نادرہ خاتون کے مطابق:

"حقیقت میں گلدستوں کے زمرے میں وہ تمام شعری مجموعے شامل ہیں جو خواہ ماہانہ رسائل کی شکل میں شائع ہوئے ہوں یا مشاعروں کی روداد کی شکل میں، وہ مطبوعہ ہوں یا غیر مطبوعہ۔ بہر حال ان کی حیثیت گلدستے کی ہوتی ہے۔"

(رش گ ر، ص: ۹)

اردو کا پہلا گلدستہ مولوی کریم الدین کا "گلِ رعنا" (۱۸۴۵ء) کو تسلیم کیا جاتا ہے۔

گلوب لائزیشن Globalization

عالمگیریت۔

اسے اردو میں بین الاقوامیت یا عالمیت وغیرہ بھی کہا گیا ہے۔ لیکن گلوبلائزیشن کے صحیح معنی ان الفاظ سے ادا نہیں ہوتے۔ اصل میں یہ اصطلاح تجارت اور صارفیت کے تناظر میں وجود میں آئی۔ ظاہری سطح پر وسودھیو کٹمبکم (वसुधैवकुटुम्बकुम) کے مفہوم پر مبنی یہ اصطلاح دل کو بھاتی ہے لیکن اس میں منفی اور مثبت دونوں اثرات کارفرما ہیں۔ ایک جانب تمام دنیا کے انسانوں کو ایک سمجھنا، ایک دوسرے کی ضروریات کو پورا کرنا اور ایک دوسرے کے دکھ کو بانٹنا اس کے مفہوم کا حصہ ہے لیکن دوسری جانب اقتصادی اور معاشی تسلط اس کے منفی پہلو بھی ہیں چنانچہ بڑی زبانوں کا دنیا بھر میں چھا جانا۔ امیر ملکوں کے فیشن اور کلچر کو پھیلانا اور اس کے نتیجے میں مقامی زبان اور ثقافت کو نظر انداز کرنا گلوب لائزیشن کے خراب نتائج بھی ہیں۔

گُن गुण

اردو میں اس اصطلاح کے لیے اوصاف لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ سنسکرت زبان کے شاعر وشوناتھ کوی راج نے اپنی کتاب "ساہتیہ درپن" میں بتایا کہ شاعری گن سے پر ہونا چاہیے۔ اس گن یا اوصاف کا بنیادی جز رس ہے۔ اس سے تین قسم کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں جن میں مادھریہ، اوج اور پرساد شامل ہیں۔ مادھریہ سے مراد انبساط ہے جو شرنگار رس سے حاصل ہوتا ہے۔ اوج کے معنی دنیاداری سے دل لگانا ہے جو ویر رس کا حاصل ہے اور جس سے امنگ، بہادری اور کرودھ وغیرہ وابستہ ہیں۔ پرساد کو ہم کیفیت کہہ سکتے ہیں یعنی جو کچھ کہا جائے وہ فوراً قاری یا سامع کے دل مین اُتر جائے۔

ل

لاشعور Unconscious

نفسیاتی تنقید کی اصطلاح جس کو سگمنڈ فرائڈ نے وضع کیا۔ فرائڈ نے ذہن کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ شعور، لا شعور، اور تحت الشعور۔ لا شعور ذہن کا وہ حصہ ہے جس میں دبی کچلی ہوئی تمنائیں اور سماجی طور پر ناپسندیدہ آرزوؤں کا اجتماع رہتا ہے۔ لا شعور فرد کی اخلاقیات سے لاتعلق ہوتا ہے اور ادب میں اس کا اظہار علامات و استعارات کے ذریعے ہوت اہے۔ فرائڈ کے مطابق:

"تخلیقی فنکار استعارات و علامات کے پردے میں عدم تکمیل خواہشات کا اظہار کرکے تسکین حاصل کرلیتے ہیں کیونکہ استعاراتی اور علامتی اظہار میں ابہام ہوتا ہے اور ان کی تشریح میں تاویل کی کافی گنجائش ہوتی ہے۔ اس لیے وہ اخلاقی قوانین کی گرفت سے باہر ہوتے ہیں۔" (م ت ر، ص: ۴۰۵)

لانگ Langue

ساختیاتی تنقید کی اصطلاح۔ اس اصطلاح کو فردِناں دی سوسیئر نے وضع کیا۔ اردو میں Langue کا مترادف لفظ 'لسان' ہے۔ لانگ سے مراد زبان کا وہ تجریدی نظام یعنی وہ نظام جو اصول، کوڈز، اور رسمیات کی تشکیل کرتا ہے۔ ناصر عباس نیّر کے مطابق:

"لسانی ساخت کا اصطلاحی نام لانگ (Langue) ہے۔ لانگ کسی زبان کی تجریدی ساخت ہے، جو اس زبان کے بولنے والوں کے لا شعور میں مضمر اور کارفرما ہوتی ہے۔ معروف لفظوں میں اسے زبان کے قواعد، ضابطے یعنی گرامر کہا جاسکتا ہے کہ یہ گرامری قوانین کی طرح ہی زبان کی ترسیلی نظام کو کنٹرول کرتی ہے۔ جس طرح گرامر سے انحراف کرنے سے ابلاغ کے عمل میں رخنہ پڑتا ہے اسی طرح لانگ کی عدم موجودگی بھی ابلاغ کو محال بنا دیتی ہے مگر لانگ گرامر سے اس لیے آگے کی چیز ہے کہ یہ لسانی ضابطوں کے سرچشموں کی وضاحت بھی کرتی ہے۔" (س ا ت، ص: ۹۷)

اردو میں لانگ کی اطلاقی مثال شمس الرحمٰن فاروقی اس طرح دیتے ہیں:

"یہ بات میرے نزدیک اہم نہیں کہ ناسخ نے زبان کی اصلاح کی یا نہیں، اغلب ہے کہ نہیں کی۔ مجھے اس بات میں بھی شک ہے کہ اصلاح

زبان کا کوئی تصور، آبِ حیات کی اشاعت کے پہلے ہمارے یہاں رائج تھا۔ شاعر (یعنی Parole) کو زبان کے عام بولنے والوں کی عظیم الشان اور ممکن تعداد پر (یعنیLangue) حاوی قرار دینا اور Parole کو Langue سے زیادہ مقتدر بتاتا ہے، یہ تصور کلاسیکی اردو میں نہیں، محمد حسین آزادؔ اور حالیؔ کا ایجاد کردہ ہے، اہم بات یہ ہے کہ ناسخؔ اور (شاہ نصیرؔ، آتشؔ، ذوقؔ، اصغر علی خاں نسیمؔ وغیرہ) اور سب سے بڑھ کر غالبؔ، ان لوگوں نے خیال بندی کے ذریعے کلاسیکی اردو غزل کی شعریات میں آخری اہم اضافہ کیا۔ غالبؔ کی موت (۱۸۶۹ء) پر کلاسیکی اردو شعریات کی تقریباً دوسو سالہ تاریخ کا اختتام ہوتا ہے۔"

(ارغ ام، ص: ۳۲)

لایعنت Absurdity

لایعنت کے معنی مہملیت یا مضحکہ خیزی کے نہیں ہیں بلکہ لایعنت کی صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب زندگی اور کائنات کی حقیقت بتانے والے تمام فلسفے کسی نتیجہ پر پہنچانے کی جگہ بھٹکاؤ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ادب میں اسی صورت حال کی تخلیقی پیشکش لایعنت کہلاتی ہے۔ رضی عابدی کے لفظوں میں:

لایعنت Absurdity کے لغوی معنی غیر معقول اور لایعنی کے ہیں۔ جس کا مطلب ہے سمجھ سے ماورا۔ یہ اس بات کا اعتراف ہے کہ زندگی کو سمجھا نہیں جا سکتا۔ مغرب میں ایبرڈ کا تصور ایسے ہی نازل نہیں ہو گیا یہ ان تلخ تجربوں کے ذریعے حاصل ہوا جن سے انھیں احساس ہوا کہ عقل نے انھیں فریب دیا ہے۔ یہ احساس انھیں خون خرابے اور کبھی نہ ختم ہونے والی انسانی مصیبتوں سے ہوا۔

لبیڈو Libido

جنسی قوت۔ نفسیاتی تنقید کی اصطلاح۔ لبیڈو کے لیے اردو میں جنسی قوت لفظ استعمال میں لیا جاتا ہے۔ اس کا تعلق انا سے ہے۔ فرائڈ شخصیت کے انتشار کو بنیادی طور پر جنسی خواہش سے وابستہ کرتا ہے اس لیے کہ انسان کا ذہن پیدائش کے بعد ہی مسرت کی تلاش شروع کر دیتا ہے۔ فرائڈ نے لبیڈو کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"ان جبلتوں کی قوت کا نام ہے جو محبت کے عنوان کے تحت آتی ہے۔"

(ج ات ان، ص: ۱۹۵)

امتیاز علی تاج کے ڈرامے 'انار کلی' پر ن۔م۔ راشدؔ کا تنقیدی مضمون 'انار کلی' نفسیاتی نظریے کی روشنی میں بہترین مضمون ہے۔ جس میں سلیم اور انار کلی کی محبت کو Libido کے تحت بتایا گیا ہے۔

لزومِ ذہنی

تلازمہ ٔخیال

کسی خیال کو پیش کرنے کا وسیلہ یا اشارہ یا علامت وغیرہ تلازمہ ٔخیال کہلاتا ہے۔ یہ وہ اشارہ ہے جس کے بغیر خیال کی صحیح ترسیل نہ ہو سکے۔ بقول مرزا ہادی رسواؔ:

"لزوم ذہنی سے مراد تلازمہ ٔخیال سے ہے یعنی کسی شے کے خیال سے یا سامنے آجانے سے دوسری چیز کا یاد آ جانا۔ خواہ مماثل ہو یا متضاد۔" (ج ات ان، ص: ۲۳۲)

لِسان

دیکھیے : "لانگ" (Langue)

لسانی انحراف Linguistic Deviation

انحراف کے معنی ہے مروجہ قاعدے کو چھوڑ کر نیا طریقہ اپنانا لیکن یہ انحراف خود زبان کے اپنے نظام میں قابلِ قبول ہوتا ہے۔ مثال کے لیے سیال اشیاء کی جمع نہیں ہوتی ۔پانی ہمیشہ واحد ہی استعمال کیا جائے گا لیکن بعض جدید شعراء نے اس کی جمع بھی استعمال کی ہے۔

ساقیؔ فاروقی کا شعر ہے:

جو طوفانوں کے ڈر سے پانیوں میں سر چھپاتی ہے
میں ایسی سیپیوں میں کوئی گوہر دیکھ لیتا ہوں

لسانی انحراف کی وضاحت کرتے ہوئے مرزا خلیل احمد بیگ فرماتے ہیں:

"لسانی انحراف سے مراد "زبان کے روایتی ڈھانچے اور مروج نظام میں وہ مثبت تبدیلی، تصرف یا اختراع جس کا جواز اکثر خود اس زبان میں پایا جاتا ہے۔" (ات، ص: ۱۱۱)

لسانی اہلیت Linguistic Competence

ماہر لسانیات نوام چامسکی کے مطابق کسی انسان کا لسان مجازی اس کی لسانی اہلیت سے طے ہوتا ہے یعنی جس شخص کو اپنی زبان کا جتنا علم ہے اس کا مجاز وہیں تک محدود ہو گا۔ اس کے

برعکس ڈیل ہائمز نے لسانی اہلیت کے ساتھ ترسیلی اہلیت کو لازمی قرار دیا یعنی زبان کا صرف علم ہی کافی نہیں بلکہ ترسیل کے لیے اس کا استعمال بھی ضروری ہے۔

لسانی نارم Linguistic Norm

لسانی نارم سے مراد زبان کا وہ ڈھانچہ یا ساخت جس کے قواعد عوامی سطح پر تیار اور مقبول ہوں۔ شاعر یا مصنف اس قاعدے (Norm) کی توسیع کرتا ہے، یا اسے ایک نیا احساس فراہم کرتا ہے جو فارم کی سطح پر موجود نہیں ہوتا۔ لسانی نارم عوام کی زبان اور قواعد کی شکل میں موجود ہوتا ہے۔ مگر نارم کے تخلیقی استعمال میں اسلوبیاتی تشکیل نارم کو معنوی اور لفظی تنوع مہیا کرتی ہے۔ یہ عمل معنوی اور لفظی سطح پر تحریر مس انتخاب و انحراف سے وجود پاتا ہے۔

لسانیات Linguistics

زبان کیسے وجود میں آتی ہے؟ اس کا معنی سے کیا رشتہ ہے؟ اور انسانی زندگی میں اس کی کیا اہمیت ہے؟ ان سوالوں کا جواب تلاش کرنے والے علم کو لسانیات کہا جاتا ہے۔

لسانیاتی تنقید Linguistic Criticism

وہ تنقید جو لسانیات کے اجزاء کو استعمال میں لیتے ہوئے کسی فن پارے کی خصوصیات اور اس کے ترسیل عناصر کا تجزیہ کرتے ہوئے بطور فن پارہ اس کا مقام متعین کرتی ہے لسانیاتی تنقید کہلاتی ہے۔

بقول مسعود حسین خاں:

"لسانیاتی مطالعۂ شعر، در اصل شعریات کا جدید ہیئتی نقطۂ نظر ہے۔ یہ شعری حقیقت کا کلی تصور پیش کرتا ہے۔ یہ کلاسیکی نقد ادب کے اصولوں کی تجدید کرتا ہے اور قدماء کے مشاہدات اور اصطلاحات ادب کو سائنسی بنیاد عطا کرتا ہے۔ لسانیاتی مطالعہ شعر صوتیات کی سطح سے ابھرتا ہے اور ارتقائی صوتیات، تشکیلات صرف و نحو اور معنیات کی پر پیچ و ادبیوں سے گزرتا ہوا "اسلوبیات" پر ختم ہوتا ہے۔" (ازا، ص: ۲۵۔۲۶)

لفظ مرکزیت Logocentrism

ردّ تشکیل تنقید کی اصطلاح۔

ردّ تشکیل اصول کے تحت تقریر یا تحریر میں معنی کا کوئی مرکز نہیں ہوتا اس کے برعکس لفظ مرکزیت نام ہی اس صورت حال کا ہے

جس میں کوئی لفظ معنی کے تعین کو راہ دیتا ہے۔ اصل میں لفظ مرکزیت سے مراد ایک ایسے فکری نظام سے ہے جو زبان کے مابعد الطبیعیاتی کردار کے تصور سے برآمد ہوتا ہے۔ جب غالبؔ یہ کہتے ہیں کہ:

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں
غالبؔ سریرِ خامہ نوائے سروش ہے

تو وہ اسی تصور ادب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو زبان کے مابعد الطبیعیاتی کردار کے زیر اثر ہوتا ہے۔

(بحوالہ ت ات، ص: ۲۵)

لفظی شماریت

اسلوبیاتی تنقید کی اصطلاح۔

الفاظ کا شمار کرنا بظاہر ایک غیر مفید عمل ہے لیکن اسلوبیات میں کسی فنکار کے یہاں اس مقصد سے مختلف انواع و اقسام کے تحت لفظ شماری کے ذریعے اس کے مرکزی اسلوبیاتی رجحان کی نشاندہی کی جاسکتی ہے مثلاً پروفیسر گوپی چند نارنگ کے مضامین ''اسلوبیات انیسؔ''، ''اسلوبیاتِ اقبالؔ''، اور مرزا خلیل احمد بیگ کے مضمون ''شعری اسلوبیات کے اطلاقی نمونے: دو اردو نظمیں'' اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔

لفظیاتی تنقید

کسی ایک تخلیق، کسی ایک شاعر، رجحان تحریک یا عہد کے ادب میں ایک مخصوص نوع کی لفظیات کا بار بار استعمال اس کی لفظیاتی پہچان قائم کرتا ہے۔ اسی لفظیات سے اس کے استعاروں اور علامتوں کی تفہیم ممکن ہوتی ہے۔ مثلاً کلاسیکی شاعری میں گل و بلبل اور شمع پروانہ کی لفظیات کا بول بالا تھا۔ ترقی پسند ادب میں زنداں، قفس، صیّاد اور صلیب و پرچم وغیرہ کی لفظیات زیادہ استعمال میں لی گئی اس کے برعکس جدیدیت میں رات تنہائی، شہر، ذات اور وجود وغیرہ کو بہت مقبولیت ملی۔

م

مآخذ Source

وہ جگہ یا ذریعہ جس سے کوئی چیز اخذ کی جائے مآخذ کہلاتی ہے۔ ادب میں یہ اصطلاح تخلیق، تحقیق اور تنقید تینوں شعبوں میں مستعمل ہے۔ پہلے سے موجود ادب یا لسانی وسائل سے استفادہ کرنا تخلیقی اخذ و انجذاب کہلاتا ہے۔ مثلاً انتظار حسین کے کئی افسانے پنچ تنتر کی کہانیوں اور اسلامی تاریخ سے ماخوذ ہیں۔

تحقیق مواد اور مباحث کو جہاں سے اخذ کیا گیا ہے وہاں کا حوالہ اس کا مآخذ کہلاتا ہے چنانچہ تحقیقی مقالات میں کتابیات کی پوری فہرست درج کی جاتی ہے۔

تنقید میں یہ اصطلاح متنی تنقید میں کام آتی ہے جہاں متن کی تصحیح اور درستی کے لیے اس متن کے مختلف مآخذات کی تنقیدی جانچ پرکھ کی جاتی ہے۔

مابعد جدیدیت Post Modernism

ادبی اعتبار سے ادوار کے تین حصے کیے جاتے ہیں۔ پہلا قبل از جدید، دوسرا جدید اور تیسرا مابعد جدید۔ مغرب میں دوسری جنگِ عظیم کے بعد جدیدیت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اور بیسویں صدی کے وسط تک آتے آتے مابعد جدیدیت کا دور شروع ہوتا ہے۔ اس کے بر عکس اردو میں جدیدیت ۱۹۶۰ء کے بعد آئی اور ۱۹۸۰ء کے بعد کے زمانے کو مابعد جدید کہا گیا۔ جدیدیت اپنے پیش رو رجحان کو رد کرتے ہوئے غیر مشروط ادب کو فروغ دیتی ہے۔ اس کے بر عکس مابعد جدیدیت آفاقی قدروں سے استفادہ کرتی ہے اور عصری صورت حال کو سیاسی اور سماجی حوالے سے سمجھنا چاہتی ہے۔ مابعد جدید انداز فکر معنی آفرینی اور س کے تسلسل کو مرکزی اہمیت دیتا ہے چنانچہ متن کی معنوی وحدت کو رد کرتے ہوئے معنی کے تسلسل کو سمجھنا مابعد جدید فکر کا بنیادی نظریہ ہے۔ مابعد جدیدیت معنی کے مستقل ہونے سے انکار کرتی ہے۔ وہ ادبی اور غیر ادبی دونوں متون کو ایک نظر سے دیکھتی ہے اور تمام تحریروں کو مقامی ثقافت اور عصری صورت حال سے منسلک کرتی ہے۔ اس طرح جدیدیت اور مابعد جدیدیت میں لسانیاتی تفاعل کا بہت بڑا فرق ہے۔

مابعد جدید تنقید
Post Modern Criticism

مغرب میں جدیدیت کے کمزور ہو جانے کے سبب جن مباحث نے مرکزی صورت اختیار کی ان میں سب سے اہم فلسفۂ لسان تھا۔ چنانچہ سوسئیر، ژاک دریدا، بودلیئر اور رولاں بارتھ وغیرہ نے دنیا اور انسانی وجود کو بہتر طریقے سے سمجھنے کا واحد ذریعہ زبان کو بتایا ہے چنانچہ ان تمام فلسفیوں نے زبان کی ساخت اور اس کے مختلف مظاہر کا باریکی سے مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ کسی بھی متن کا حقیقی مطالعہ در اصل اس کی لسانی ساخت کا مطالعہ ہے چنانچہ مصنف کی موت، یا قاری کی مرکزیت اور متن کے خود مکتفی ہونے کے اصول دریافت کیے گیے۔ اس کی رو سے مصنف نہیں لکھتا بلکہ تصنیف خود کو لکھواتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ متن سے قاری کا تعلق براہِ راست ہے یعنی قاری متن سے اپنی فہم کے مطابق معنی اخذ کرنے کے لیے آزاد ہے چنانچہ متن کا رابطہ مصنف سے زیادہ قاری سے ہے اور اسی کی رو سے کسی بھی متن کے کوئی ایک معنی متعین نہیں کیے جاسکتے۔ قاری جس طرح چاہے متن کی تفہیم کر سکتا ہے۔ ان اصولوں کو کام میں لیتے ہوئے مابعد جدید تنقید کا پیشتر کام نظری تشکیلات پر مبنی ہے چنانچہ عملاً ادب کی تنقید کا کام مثلاً فن پارے کی تعین قدر وغیرہ میں مابعد جدید تنقید کو کامیابی حاصل نہیں ہو سکی ہے۔

مابعد ساختیات **Post Structuralism**

دیکھیے: ''پس ساختیات''

مابعد الطبیعیات **Metaphysics**

مابعد الطبیعیات اصطلاح کی شروعات ارسطو سے ہوتی ہے۔ اس نے اپنے فلسفے کو فلسفۂ اوّل قرار دیتے ہوئے اکتشافی استدلال کو ترجیح دی۔ آگے چل کر یہ اصطلاح الٰہیات اور دینیات کو فلسفہ کی رو سے سمجھنے کا عمل قرار پائی۔ حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی پیدائش اس کے وجود اور اس کی حقیقت اور مقصد وغیرہ پر غور و فکر کرنے کے طریقہ کار کو مابعد الطبیعیاتی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ تصوف وغیرہ کی شاعری مابعد الطبیعیات شاعری کہلاتی ہے۔

مادیّت **Materialism**

مادہ سے مراد وہ اجزا ہیں جن سے اس کائنات کو بنایا گیا ہے۔ مادہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ البتہ مسلسل متحرک اور ارتقا پذیر ہونے

کے سبب اس کی صورتیں بدلتی رہتی ہیں۔ اسی حقیقت کو بنیاد بنا کر مارکس اور ہیگل نے مادیت کا فلسفہ ایجاد کیا۔ ان کے مطابق یہ کائنات تصورات یا عینیت پرستی پر نہیں بلکہ مادیت پر استوار ہے۔ دنیا کے تمام افعال و حرکات اسی مادیت کے تابع ہیں۔ چنانچہ مادیت کا جدلیاتی عمل ہی انسان کے حال اور مستقبل کا تعین کرتا ہے۔ مادی وسائل کے مساوی ہونے کو ہی مارکس نے ترقی پسندی قرار دیا ہے۔ اس طرح مارکس فلسفہ اور ادب و تنقید انسان کے تخیل اور جذبے کی جگہ مادی وسائل اور سماجی نیز معاشی عوامل کو سب سے زیادہ ترجیح دیتا ہے۔

مادھریہ माधुर्य

انبساط۔

وشوناتھ کوی راج کے مطابق وہ متن جس میں رس پایا جائے شاعری ہے۔ انھوں نے شاعری کو تین حصّوں میں تقسیم کرتے ہوئے اس کی پہلی قسم مادھریہ کو قرار دیا ہے۔ مادھریہ کے معنی مٹھاس، مسرت اور خوشی کے ہیں۔ جس شاعری سے حظ وانبساط حاصل ہو وہ مادھریہ کی شاعری کہلائے گی۔ سنسکرت میں اسے شر نگار رس کی شاعری بھی کہا گیا ہے۔ شاعری کی دوسری قسموں میں اس نے کرونا یعنی ہمدردی اور شانت رس یعنی عرفان و آگاہی کو شامل کیا گیا ہے۔

مارکسی تنقید Marxist Criticism

مارکس کا نظام فکر اس دبستانِ تنقید کی بنیاد ہے۔ اس میں مادیت کو ترجیح دی گئی ہے۔ کارل مارکس نے اشتراکیت کا نظریہ ایجاد کیا۔ اس کے تحت ادب میں جس طریقہ کار کو اپنایا گیا اسے مارکسیت یا مارکسی تنقید کہا جاتا ہے۔ مارکسی تنقید کے اصولوں میں عوام کی نمائندگی بنیادی جزہے یعنی عوامی جذبات اور طبقاتی مسائل کو پیش کرنے والا ادب ہی مارکسی نقطۂ نظر کا حامل قرار دیا جائے گا۔ اس ادب میں انقلابیت ہوگی۔ رجعت پرستی سے پرہیز ہوگا اور تاریخیت اس کے مرکز میں ہوگی۔

مارکسی جمالیات Marxist Aesthetics

مارکس کے مطابق فن کوئی اتفاقی عمل نہیں ہے بلکہ ایک معروض ہے جس کے ذریعے موضوع کا اظہار ہوتا ہے اس طرح معروض ایک ہیئت میں ڈھلتا اور اپنی پہچان قائم کرتا ہے لہٰذا موضوعیت ایک جدلیاتی عمل ہے اور اس میں تشکیل پانے والی جمالیات بھی جدّلیاتی

ہے۔ جمالیات کو تاریخیت اور معروض سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ ترقی پسند تحریک کی پہلی کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے منشی پریم چند نے اپنے خطبے میں اسی جمالیات کا ذکر کیا تھا۔

ماورائیت Surrealism

اسے ورائے حقیقت اور سریلزم بھی کہتے ہیں۔ دیکھیے: ''سریلزم''

متجانس بیان کنندہ Homodiegetic Narrator

کہانی میں بیان کنندہ کے کئی پہلو ہو سکتے ہیں مثلاً بیان کنندہ متجانس بھی ہو سکتا ہے اور غیر متجانس بھی۔ متجانس سے مراد وہ بیان کنندہ ہے جو کہانی میں شامل رہتا ہے۔ پرانے زمانے میں اسے واحد متکلم کہا جاتا تھا۔ لیکن واحد متکلم سے بیان کنندہ کے کہانی میں شریک ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ کیونکہ وہ محض راوی بھی ہو سکتا ہے جب کہ متجانس بیان کنندہ محض راوی نہیں ہوتا بلکہ کہانی کا ایک کردار اور ایک حصہ ہوتا ہے۔ متجانس کو یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ متکلم کے ساتھ ساتھ غائب کے صیغے میں بھی کہانی کو بیان کر سکتا ہے۔

متن Text

اسے ہندی میں पाठ کہتے ہیں۔ متن ہر اس عبارت کا نام ہے جو تحریری طور پر موجود ہو۔ یہ تحریر بامعنی ہوتی ہے اور اس کی تعبیر و تفہیم ممکن ہے۔ متن اس اصل عبارت کا نام ہے جسے مصنف نے خود وضع کیا ہو۔ اس پر لکھے گئے حواشی، نوٹس، یا تفہیمات وغیرہ متن کا حصہ نہیں۔ متن کے اپنے خواص اور تقاضے ہوتے ہیں۔ ساختیات اور پس ساختیات میں متن کی معنی خیزی کو مختلف حوالوں سے منسوب کیا گیا ہے۔ مثلاً منشائے مصنف، قاری اساس تفہیم یا تحریر اساس تنقید وغیرہ، البتہ خالص متن کو حوالہ بنانے سے متنی تحقیق اور متنی تنقید وغیرہ کے رجحانات بھی سامنے آتے ہیں۔

متنی تنقید Textual Criticism

متنی تنقید سے ایک مراد تو یہ ہے کہ کسی بھی تنقید کے لیے زیر نظر متن کو ہی حوالہ بنایا جائے۔ اور سوانحی تاریخی یا خارجی وسائل کی جگہ خود متن سے ہی رہنمائی حاصل کی جائے۔ اس کے علاوہ ایک متنی تنقید وہ بھی ہے جو متنی تحقیق کا حصہ ہے۔ کسی متن کے بارے

میں تحقیق کرنے، اس کے نامکمل اجزاء کو مکمل کرنے اور اغلاط کی تصحیح کے لیے جس تنقیدی شعور سے کام لیا جاتا ہے اسے بھی متنی تنقید کہتے ہیں۔ اردو میں اس کی بہترین مثالیں رشید حسن خاں کی تدوینی تصانیف میں ملتی ہیں۔

متنیت Textuality

پس ساختیاتی اصطلاح۔ جس کے معنی ہیں ماورائے متن۔ مظاہر کا متن سے وابستہ ہونا مثلاً یہ تصور کہ نو تاریخیت متن کی تاریخ کی متنیت ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام متون مخصوص تاریخی شرائط سے نمو پاتے ہیں اور یہ تاریخیت زبان سے ماوراء نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ماوراء مظہر بھی متن کا حصہ ہوتا ہے۔

متھ Myth

اسے دیومالا اور اسطور بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک طرح کی تلمیحات ہیں جو معاشرے میں سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ یہ متھ یا دیو مالائی کہانیاں معاشرے کے رسم و رواج، مذہبی تصورات، کائنات کے تجربات اور مظاہر فطرت سے متعلق مفروضات کے ذریعے تشکیل پاتے ہیں۔ اس کی چند مرکزی خصوصیات ہوتی ہیں مثلاً متھ میں ہیرو ازم کے خواص پائے جاتے ہیں۔ دوسرے وہ خیر اور پاکیزگی سے وابستہ ہوتا ہے۔ تیسرے اس میں مہم جوئی اور فتح حاصل کرنے کا مادّہ ہوتا ہے۔ ادب میں متھ کا استعمال سب سے پہلے یونانی ادب میں کیا گیا اس کے بعد یہ جدید یورپی زبانوں کا حصہ بنا اور خاص طور پر فکشن میں بہت زیادہ استعمال کیا گیا۔ ہندوستان کے حوالے سے دیومالائی کہانیاں یا پنچ تنتر کی کہانیاں وغیرہ اسکی روشن مثالیں ہیں۔

مثالیت Idialism

مثالیت اور مادیت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مادیت پسند مادے کو ہی حقیقی قرار دیتے ہیں اس کے برعکس مثالیت پسند نقادوں کا نظریہ یہ ہے کہ خیال یا ذہن ہی حقیقی ہے۔ مادہ تو محض اس کا عکس ہے۔ مثالیت پسندی کا آغاز افلاطون سے ہوتا ہے جس کا مشہور نظریہ ہے کہ فن نقل کی نقل ہے۔

مجاز مرسل Metonymy

اسے انگریزی میں Synechdoce اور metaphor of substitution بھی کہتے ہیں۔ مجاز کے معنی ہیں لفظ کے ایسے

معنی مراد لینا جو لفظ کو لازم تو ہوں لیکن لغوی حوالے کے علاوہ کوئی دوسرے معنی بھی بر آمد ہوں۔ اگر حقیقی اور مجازی معنی میں تشبیہ کا رشتہ ہو تو اسے استعارہ کہتے ہیں لیکن اگر تشبیہ کے علاوہ کوئی اور رشتہ ہے تو اسے مجاز مرسل کہا جائے گا۔

مجرّد Abstract

مجرّد ویسے تو ایک یا تنہا کو کہتے ہیں لیکن فنونِ لطیفہ کے حوالے سے ہر وہ شے جو مادی پیکر رکھتی ہو مجرد ہے اور تجریدیت کے زمرے میں شمار ہوتی ہے۔ تجریدیت کا آغاز قدیم یونانی فلسفے اور مابعد الطبیعیات سے مانا جاتا ہے۔ جدید عہد میں تجریدیت ادب میں اشیاء کی جگہ تصورات کو تخلیقی عمل کا حصہ بناتا ہے۔ چنانچہ ادب کے دیکھے اور سنے ہوئے مادّی اظہار کی جگہ تصورات نے لے لی ہے اور اس طرح ان کا سمجھنا قدرے مشکل قرار دیا جاتا ہے۔

مجسّم Concrete

تجریدیت کے برعکس مجسّم یا کونکریٹ اظہار کا تعلق مادیت سے ہوتا ہے۔ ادب میں ایسی اشیاء کا لسانی اظہار جو ٹھوس وجود رکھتی ہوں مجسّم کہلاتا ہے۔ مغرب کی شعری روایت میں اٹھارویں صدی کے درمیان تجریدیت کی مخالفت کی گئی اور ایذراپاؤنڈ نیز نے ادب کو ایک مادی اور طبقی عمل قرار دیا۔

مجلسی تنقید

تنقید سے پہلے تخلیق وجود میں آتی ہے۔ اس تخلیقی عمل کے بہت سے تنقیدی مراحل بھی ہوتے ہیں مثلاً شاعر جب شعر کہتا ہے تو خود اپنے کلام کو جانچتا پرکھتا ہے۔ یہ بھی ایک تنقیدی عمل ہے۔ اس کے بعد جب وہ کسی مشاعرے میں اپنا کلام سناتا ہے تو سننے والوں کی فکر و تحقیق کی واہ یا آہ بھی ایک طرح کا تنقیدی اظہار ہے۔ اسے ہم تنقید کی زبانی روایت کہہ سکتے ہیں۔ اسی کو مجلسی تنقید بھی کہا جاتا ہے یعنی کسی مجلس میں کوئی ادب پارہ پیش کیا جائے اور سامعین اس پر اپنے فوری تاثرات کا اظہار کریں تو اسے مجلسی تنقید کہا جائے گا۔ کلام کی اشاعت اور اس پر لکھی گئی تنقید کا مرحلہ بعد میں آتا ہے اور جسے ہم باقاعدہ تحریری تنقید کہتے ہیں۔

محاکات

محاکات محاکہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ایسا بیان جس سے کسی شے، صورت حال یا احساس

کی تصویر سامنے آ جائے۔ یہ طے ہے کہ مادّی چیزوں کی تصویر مصور بنا سکتا ہے لیکن جذبے خیال یا احساس کو ادبی تخلیقات زیادہ موثر انداز میں بیان کر سکتی ہیں۔ شبلیؔ کے مطابق محاکات کے معنی کسی چیز یا کسی حالت کا اس طرح ادا کرنا ہے کہ اس شے یا حالت کی تصویر آنکھوں میں پھر جائے۔ شاعری میں پیکر نگاری اسی فن کی صنعت ہے۔

مَخاطب Narrattee

مخاطب میں ط مفتوح ہے۔ بیانیات میں اس اصطلاح کے معنی ہیں وہ شخص جسے کوئی کہانی سنائی جائے۔ فکشن کی تخلیق میں یہ دلچسپ صورت حال سامنے آتی ہے کہ جس طرح بیان کرنے والا مصنف سے الگ اور مختلف ہو سکتا ہے اسی طرح مخاطب بھی قاری کے علاوہ ایک تخیلی وجود ہو تا سکتا ہے یعنی ممکن ہے کہ قاری تو بہت سے ہوں لیکن متن میں مخاطب مصنف کے تصور کے مطابق طے کیا جائے۔ اس اعتبار سے مخاطب اور قاری بھی الگ الگ وجود رکھتے ہیں اور اس طرح بیان کو دلچسپ بناتے ہیں۔

مخاطبہ Discourse

دیکھیے: ''ڈسکورس''

مدرّسانہ تنقید

اس اصطلاح کو تحقیر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے یعنی ایسی گفتگو جو وسیع اور گہرے مطالعے کی جگہ ادھر ادھر کی خوشہ چینیوں پر مشتمل ہو۔ کسی تعلیم گاہ میں طلباء کو تیار کروائے گئے نوٹس اور تشریحات وغیرہ اسی زمرے میں آتی ہیں۔

مرادی قاری Implied Reader

مرادی قاری ایک مثالی تصور ہے جس کے تحت قاری کے ایک ایسے طبقے کا وجود فرض کیا جاتا ہے جو متن کا پروردہ ہے یعنی قاری میں وہ میلانات موجود ہیں جو کسی متن کے اثرات کو با آسانی قبول کر لیتے ہے۔ ہم اسے تربیت یافتہ قاری بھی کہہ سکتے ہیں۔

مرصّع سازی

کلام میں ایسے الفاظ کا جمع کرنا جو نہ صرف اسلوب اور مفہوم کے لیے مفید ترین ہو بلکہ جمالیاتی کیفیت بھی پیدا کریں۔ اردو میں لفظوں کی آراستگی، خوش بیانی اور خوش قلمی کو مرصع سازی کہا جاتا ہے۔ شعر میں چونکہ

منتخب الفاظ ہی کا استعمال ہوتا ہے اس لیے مرصع کہا گیا ہے۔ بقول آتشؔ:

بندشِ الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں
شاعری بھی کام ہے آتشؔ مرصع ساز کا

مرکّب بیانیہ Frame Narrative

مرکب لفظ سے ظاہر ہے کہ دو یا زائد بیانیہ مل کر مرکب بیانیہ تشکیل دیتے ہیں۔ اس کا راست تعلق اس فکشن سے ہے جس میں ایک مرکزی اور دیگر ضمنی کہانیاں ساتھ ساتھ سنائی جاتی ہیں۔ داستانوں میں یہ اسلوب ناگزیر ہے۔ ہر داستان میں کہانی سے کہانی نکلتی ہے اور وہ مرکزی کہانی سے بھی وابستہ ہوتی ہے اس طرح داستانیں مرکب بیانیہ کی بہترین مثالیں ہیں۔ علاوہ ازیں ناولوں اور افسانوں میں بھی یہ تکنیک اپنائی گئی ہے۔ بانو قدسیہ کے ناول 'راجہ گدھ' میں دو کہانیاں ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ ایک پرندوں کی اور دوسری انسانی کرداروں کی۔ مرکب بیانیہ میں خود شعوریت اہم عنصر ہے جس میں ایک کہانی دوسری کہانی کا جواز اور اشتراک ثابت کرتی ہے۔

مرکزجو Centripetal

نارتھروپ فرائی کے مطابق ادب کی معنویت کو دو طرح سے واضح کیا جا سکتا ہے ایک مرکز جو اور دوسرے مرکز گریز۔ مرکز جو کو ہی وہ درست تنقیدی رویہ مانتا ہے۔ اس کے مطابق تنقید کا سفر خارج سے باطن کی جانب ہونا چاہیے۔ اگر متن کے مرکز پر توجہ مرکوز نہیں ہوگی تو متن کے اصل معنی تک رسائی ممکن نہیں ہوگی۔

مرکزگریز Centrifugal

ساختیاتی تنقید کی اصطلاح جسے نارتھروپ فرائی Northrop Frye نے وضع کی۔ فرائی نے متن کی معنویت کے لیے مرکز جو اور مرکز گریز طریقۂ کار متن کی ہیں۔ اس کے مطابق مرکز گریز طریقۂ کار متن کے اندر سے باہر کی طرف لے جاتا ہے چنانچہ متن کی تفہیم کا صحیح حق ادا نہیں کر سکتا۔

مزاحمتی ادب

یہ ایک موضوعی اصطلاح ہے۔ اس میں کسی صورت حال کے خلاف اٹھائی جانے والی آواز اور احتجاج کو شامل کیا جاتا ہے۔ زمانۂ قدیم میں جب کوئی آمر بادشاہ رعایا پر ظلم کرتا تھا تو

شعراء اشاروں کنایوں کی زبان میں اس کے خلاف آواز بلند کرتے تھے۔ جب ہٹلر نے ملک فرانس پر قبضہ کر لیا تو شاعروں نے اس کے خلاف مزاحمتی ادب تخلیق کیا۔ ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت اور ان کے مظالم کے خلاف مزاحمتی ادب لکھا گیا۔ بعد میں ترقی پسند تحریک نے سرمایہ داروں اور زمینداروں کے خلاف احتجاجی ادب لکھا۔ ہر چند یہ ادب تخلیقیت سے کم اور موضوع سے زیادہ تعلق رکھتا ہے لیکن اس کی اپنی اہمیت رہی ہے۔حال ہی میں معروف رسالے ''اثبات'' کا ایک خصوصی شمارہ ''مزاحمتی ادب'' نمبر کے طور پر شائع کیا گیا ہے جس میں ہر طرح کے ظلم کے خلاف احتجاج کا عالمی انتخاب شامل ہے۔(حوالہ : کتابی سلسلہ ''اثبات'' ممبئ شمارہ نمبر ۴۰ اور ۴۱)

مساکیت،ایذاپرستی Masochism

ایک نفسیاتی اصطلاح ہے جس میں کسی انسان کو درد اور مصیبت میں مبتلا دیکھ کر لذت حاصل ہوتی ہے۔ اگر درد اور مصیبت کا مرکز ایذا پرست کی اپنی ذات ہو تو اسے داخلی اذیت پرستی کہا جائے گا۔

مستقبلیت Futurism

مستقبلیت ایک طریقۂ کار کا نام بھی ہے اور ایک نظریے کا بھی۔ جو ادیب ماضی کی روایت میں کھوئے رہنے سے انکار کرتے ہیں اور جن کی نگاہ مستقبل کی طرف ہوتی ہے انھیں مستقبلیت کا پیرو کہا جاتا ہے۔ سائنس فکشن اس کی ایک بہترین مثال ہے جس میں آنے والے زمانے کی ممکنہ ایجادات اور ان سے پیدا ہونے والے مسائل پر مبنی کہانیوں کی تخلیق کی جاتی ہے۔ ایک نظریہ کے طور پر یہ ایک یورپی ادبی تحریک ہے جس نے جدید صنعت و حرفت کے پیشِ نظر اپنے اظہارات کو مشینی انداز میں ڈھال لیا تھا اور اس وجہ سے انھیں Futuristic ادیب کہا جاتا ہے۔

مسلمات Aphorism

ان اصولوں کو کہتے ہیں جن کے بارے میں خیال ہو کہ وہ تبدیل نہیں ہوتے ہیں گویا یہ ایک قسم کا دعویٰ ہوتے ہیں جو وقت اور حالات کی تبدیلی کے باوجود تبدیل نہیں ہوتا۔ اس میں کسی صداقت کے دعوے یا خیال کو کم سے کم الفاظ میں اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی صراحت اور بلاغت بیک

وقت قائم رہے۔ انھیں متانت، حکمت اور برجستگی کا مجموعہ کہا جاسکتا ہے۔

مشرقی شعریات

مشرق مغرب کا متضاد ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ مشرقی اور مغربی شعریات میں کوئی نہ کوئی فرق موجود ہے۔ یہ فرق نظریاتی ہی نہیں، فن کے حوالے سے بھی ہے۔ مشرقی شعریات عربی اور فارسی کے قدیم طریقۂ تنقید سے منسوب ہے۔ اس شعریات کے تحت فن کی بنیاد زبان وبیان کے تخلیقی استعمال پر ہے چنانچہ بلاغت اور فصاحت مشرقیت کا بنیادی حصہ ہے۔ ایک فرق یہ بھی ہے کہ مشرقی شعریات اپنے تصور کائنات اور تصور فن کو تخصیص سے نہیں بلکہ تعمیم سے بروئے کار لاتی ہے۔ ہر چند آج کی اردو تنقید مغرب سے بھی متاثر ہے لیکن مشرقی شعریات سے بھی دست بردار نہیں ہوئی ہے۔ مثلاً قاضی افضال حسین نے "میر کی شعری لسانایت" اور شمس الرحمٰن فاروقی نے "تفہیم غالب" میں مشرقی شعریات کو ہی حوالہ بنایا ہے۔

مصنف اساس تنقید

Author Centred Criticism

اسے سوانحی تنقید بھی کہتے ہیں۔ روایتی موضوعی تنقید اپنی سرشت میں تاثراتی تنقید ہوتی ہے چنانچہ اس میں نقاد کے وجدان کو بڑا دخل ہوتا ہے اور یہ وجدان مصنف کی شخصیت، اس کے احوال اور اس کے عہد کو جانے بغیر قائم نہیں ہوتا۔ ایسی تنقید میں تخلیق کے متن سے ابھرنے والی خصوصیات کو مصنف کی شخصیت سے وابستہ کردیا جاتا ہے اور اسی سبب سے ایسی تنقید کو مصنف اساس یا مصنف مرکز تنقید کا نام دیا گیا ہے۔ بعد میں جب اس تنقید کو رد کیا گیا تو مصنف کی اہمیت کے کم ہو جانے کے سبب مصنف کی موت The Death of Author کا اعلان کردیا گیا۔

مصنف کی موت

The Death of the Author

رولاں بارتھ کے مشہور مضمون The Death of the Author سے یہ قول مشہور ہوا کہ زبان ہوتی ہے انسان نہیں۔ گویا ادب لکھتا ہے، ادیب نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی لسانی نظام پہلے سے موجود نہ ہو تو کسی ادبی تخلیق کا وجود ممکن نہیں ہوگا۔ چنانچہ ادبی اظہار کی معنویت پہلے سے موجود لسانی نظام ہی کی معنویت ہے اور جب یہ لسانی نظام پر موقوف تو مصنف کا درجہ محض اشارہ

جاتا ہے کہ وہ موجود لسانی نظام کو اپنی شخصیت اور خیالات کے حوالے سے از سر نو مرتب کر دے۔

مضمون آفرینی

مضمون آفرینی مشرقی شعریات کا ایک بے حد اہم کارنامہ ہے۔ متن میں جو کچھ کہا گیا ہے ہم اسے معنی سے تعبیر کرتے ہیں اور کس کے بارے میں کہا گیا ہے اسے مضمون کہا جاتا ہے۔ چونکہ کوئی بھی متن مضمون اور معنی کا بیک وقت حامل ہوتا ہے لہٰذا تخلیق کی سطح پر شاعر کو انھیں الگ الگ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن نقاد ان دونوں کے فرق سے بہت سی کار آمد باتیں اخذ کرتا ہے۔ مثال کے لیے ہر بار ایک نیا مضمون پیدا کرنا ممکن نہیں لیکن پہلے سے برتے گئے مضمون میں نئی ترتیب یا نئے پہلوؤں کا اضافہ کرنا در اصل مضمون آفرینی کا ہی اضافہ ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ مضمون آفرینی کے نئے پہلو تلاش کرنے کے لیے غیر واقعی اور غیر اصلی بنایدوں پر بھی مضمون کو استوار کیا گیا۔ جب غالبؔ یہ کہتے ہیں:

باوجودِ یک جہاں ہنگامہ پیدائی نہیں

ہیں چراغانِ شبستانِ دلِ پروانہ ہم

تو اس شعر میں پروانے کا دل، دل میں شبستان اور شبستان میں چراغ تصور کیا گیا۔ یہ سب فرض کی ہوئی چیزیں ہیں اور اصلیت یا واقعیت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں لیکن خیال بندی نے تازگیِ مضمون کا وصف پیدا کر دیا ہے۔

مطلق پسندی Absolutism

مطلق ہونے کے معنی ساکت و جامد کے ہیں لیکن تنقید میں بعض ایسے عناصر کی نشاندہی بھی کی جاتی ہے جو تبدیل نہیں ہوتے چنانچہ ایسے عناصر کو مطلق قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اضافیت پسند نقاد متن میں معنی کی تشکیل کو قاری اور سامع کے حوالے سے بھی دیکھتا ہے۔ چنانچہ اضافیت کے تحت وقت اور حالات کے بدلنے سے متن کے معنوی حوالے بھی بدل سکتے ہیں جب کہ مطلق پسندی ان اجزاء کے تبدیل ہونے سے انکار کرتی ہے۔

مظہریت Phenomenology

مشہور فلسفی کانٹ نے مظہر اور حقیقت میں فرق کرتے ہوئے مظہر کو ہمارے تجربے اور

ادراک کے اندر پائے جانے والے علم سے تعبیر کیا ہے اور جو علم ہمارے وادراک میں نہ ہو اسے حقیقت کا نام دیا ہے۔ جو علم ظاہر ہے اس کی فلسفیانہ تعبیر کو ہی مظہریت کہا جاتا ہے۔

معانی نما Signifier

دال/لفظی پیکر

دیکھیے: ''دال''

معروضی تنقید Objective Criticism

معروضی تنقید فن پارے کا تجزیہ کرتی ہے اور اس تجزیے سے اٹھنے والے سوالات کو زیر بحث لاتی ہے چنانچہ اس کی تمام تر بنیاد متن پر استوار ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے تمام تر نئی ادبی تنقید معروضی تنقید کے زمرے میں شامل ہیں۔

معروضیت Objectivity

دیکھیے: ''خارجیت''

معنی

کسی بھی معنیاتی نظام کا آغاز لغت سے ہوتا ہے۔ لغت میں لفظ کے معنی طے شدہ ہوتے ہیں لیکن جب انھیں کسی متن میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں۔ یہ تمام طریقے بہت سی صورتیں پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً معنی آفرینی ان میں سے ایک ہے۔ لغوی معنی سے الگ کوئی مجازی معنی قائم کرنا معنی آفرینی کی بنیاد ہے۔ رد تشکیل کی رو سے معنی کا پھیلاؤ لا محدود ہے یہ صورت معنی کے افتراق سے پیدا ہوتی ہے اور تکثیریت تک پہنچتی ہے۔ اسی طرح قرأت کے حوالے سے ایزر نے لکھا ہے کہ معنی قاری کے سمجھنے کے عمل میں پوشیدہ ہے۔ لہٰذا متن اور قاری دونوں قرأت کی حالت کا حصہ ہیں۔

معنی آفرینی

معنی آفرینی سے مراد ترتیب دیے گئے متن میں زیادہ سے زیادہ معنی پیدا کرنے سے ہے۔ یہ بات روشن ہے کہ ادب محض لغوی معنی کا حامل نہیں ہوتا بلکہ متن کا مرتب اس کے ذریعے اپنے مفید مطلب معنی بھی تشکیل دیتا ہے اور یہ طے ہے کہ جتنے زیادہ معنی تشکیل دیے جائیں گے ادب پارہ اتنا ہی اہم اور مفید ہوگا۔ بقول ارشد عبدالحمید:

''ہمارے یہاں شاعری کے جتنے فائدے بتائے گئے ہیں وہ سب معنی آفرینی کے ذریعے پورے ہوتے ہیں بلکہ بہ طرز احسن پورے

ہوتے ہیں اور معنی آفرینی ان فوائد میں کئی گنا اضافہ کر دیتی ہے۔ مثلاً اگر شعر میں یاد رہ جانے کی قوت ہے تو معنی آفرینی کے ذریعے یہ قوت بڑھ جاتی ہے۔ اگر شعر ہمارے احساس اور فکر کو متحرّک کرتا ہے تو یہ کام معنی آفرینی کے ذریعے مزید عمدگی اور شدّت سے ہوتا ہے۔ اگر شعر سے مسرت حاصل ہوتی ہے، اگر وہ کائنات کو بامعنی بناتا ہے، اگر وہ حقیقت کو واضح کرتا ہے، اگر وہ حقیقت کی از سرِ نو تخلیق کرتا ہے، اگر وہ انقلاب لاتا ہے اور اگر وہ تصورات کو روشن اور وسیع کرتا ہے تو یہ تمام فوائد جتنے زیادہ ہوں اتنا ہی بہتر ہے۔"(ت ت، ص: ۴۴)

معنی خیزی

لفظ کے حقیقی معنی ضرور ہوتے ہیں لیکن ان کا استعمال انھیں مجاز کی طرف لے جاتا ہے اور یہی مجازی صورت حال معنی خیزی کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ معنی خیزی کی وضاحت شمس الرحمٰن فاروقی اس انداز میں کرتے ہیں:

"اس سے مراد محض ذو معنویت نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہ معنی خیز لفظ ذو معنی نہ ہوتے ہوئے بھی ایک سے زیادہ اہمیتیں (Signification) رکھتا ہے اور یہ اہمیتیں ہمیشہ ایسی نہیں ہوتیں کہ فرہنگ میں مل جائیں۔"(ع آ ب، ص: ۲۲۶)

معنیات Semantics

زبان کی ساخت میں دو بڑی شاخیں نظر آتی ہیں۔ ایک اس کی صوتیات جن سے کوئی بامعنی لفظ بنتا ہے یعنی زبان کے حروف تہجی بسیط آوازیں یا صوتیات کے اجزاء کہے جا سکتے ہیں۔ دوسری شاخ الفاظ کی ترکیب و ترتیب کی ہے جس میں ایک لفظ سے بہت سے مشتقات برآمد ہوتے ہیں اور جن کی ترکیب سے بامعنی فقرے یا جملے بنائے جاتے ہیں۔ یہ دوسری شاخ معنیات یا Semantics کہلاتی ہے۔

معنیاتی کوڈ Semic Code

اسے تعبیری کوڈ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کا تعلق لغت سے نہیں بلکہ تعبیر سے ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ متن کے بین السطور میں مرادی معنی ہوتے ہیں اور یہی مرادی معنی معنیاتی کوڈ کی موجودگی کو ثابت کرتے ہیں۔ بقول عتیق اللہ:

"تعبیری کوڈ The Semic Code جو لغوی معنی کے برخلاف تعبیری معنی و مفہوم

کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے اس کا تعلق بیانیہ کی تفہیم سے ہے۔" (م ت ر، ص:۴۳۷)

مقالہ Dissertation

عربی میں مقالے کے معنی ہیں کہی گئی بات۔ اصطلاحاً کسی ایک کتاب یا ایک حصّے کو بھی مقالہ کہا جاتا ہے۔ آج کل جامعاتی تحقیق پر مشتمل مضامین کو بھی مقالہ کہا جاتا ہے۔ ہم اسے مضمون بھی کہہ سکتے ہیں لیکن مقالے میں مضمون کے اجزائے ترکیبی کی تکمیل سے زیادہ تحقیق و تنقید کے فراہم کردہ راستے پر چلنا ضروری ہے۔

مقدمہ Preface

متنی تنقید کی اصطلاح۔ لفظی معنی تو پہلے واقع ہونے کے ہیں لیکن چونکہ کسی کتاب پر لکھا گیا تعارفی مضمون کتاب میں سب سے پہلے آتا ہے اس لیے اسے مقدمہ کہا جاتا ہے۔ اس مضمون میں اصل کتاب کے مباحث، مبادیات اور مقاصد کا تعارف ہوتا ہے۔ یہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ کتاب کے لکھے جانے کا عمل جو اصل کتاب میں موجود نہیں ہوتا، مقدمہ میں لکھ دیا جاتا ہے۔ مقدماتی ادب کے عنوان سے خالد مبشر نے اسے ایک صنف قرار دیتے ہوئے اردو کے مقدماتی ادب کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔ 'مقدمہ شعر و شاعری' اردو تنقید کا منشور تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ حالیؔ کے دیوان کا مقدمہ ہے۔

مکتوبی تنقید Epistolary Criticism

اس میں شک نہیں کہ اردو میں باقاعدہ تنقید کا آغاز محمد حسین آزاد اور حالیؔ کے ذریعے ہوا لیکن اس سے قبل اساتذہ نے اپنے لکھے تذکروں یا شاگردوں کی اصلاح کے ذریعے شاعری پر اپنی تنقیدی آرائ کا اظہار کیا جسے اردو میں تنقید کا پیش خیمہ کہا جا سکتا ہے۔ آگے چل کر کچھ اساتذہ نے خطوط کے ذریعے بھی اپنے شاگردوں کے کلام پر نہ صرف اصلاحیں پیش کیں بلکہ انھیں فنی رموز سے بھی آگاہ کیا۔ اس کی سب سے روشن مثال غالبؔ اور داغؔ کے خطوط میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود اسے مکتوبی تنقید اس لیے نہیں کہا گیا کہ انھوں نے یہ خطوط تنقید کے لیے نہیں بلکہ ذاتی مقاصد کے لیے لکھے۔ اس میں ان کے تنقیدی افکار کے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا۔ بیسویں اور اکیسویں صدی میں متعدد نقادوں نے خط کی

ہیئت میں تنقیدی موضوعات پر تفصیل سے لکھا اور اس مکتوب نگاری میں ان کی ادارے کو ہی نہیں مقاصد کا بھی دخل تھا۔ چنانچہ اس طرح کی تنقید کو مکتوبی /خطاطی تنقید کہا گیا۔ اس کی مثال ناصر عباس نیّر کی کتاب ”نئے نقاد کے نام خطوط“ کو پیا کیا جا سکتا ہے۔

مناسبت Relevance

کلاسیکی تنقید کی اصطلاح۔ مناسبت سے مراد شعر میں جمع کیے گیے الفاظ کو اس کے معنی سے قریبی نسبت ہو۔ اگر مناسبات کا خیال نہ رکھا جائے تو جمالیاتی کیفیت کمزور ہو جائے گی۔ مناسبت کے نہ ہونے سے حشو و زوائد کا عیب بھی پیدا ہوتا ہے اور بندش بھی سست پڑ جاتی ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹/ صفاتی نام ہیں اور ان میں سے کوئی بھی استعمال کیا جائے تو وہ اللہ ہی کا نام ہو گا لیکن ہم اس طرح نہیں کہہ سکتے کہ ” یا قہار! مجھ پر رحم فرما۔“

شمس الرحمٰن فاروق مناسبت کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں:

”مناسبت کے معنی ہیں ایسے لفظ کا استعمال جو کسی اور لفظ کے معنی کو زیادہ کرے یا اسے مزید قوت یا وسعت یا گہرائی عطا کرے۔“

(اغ ام، ص: ۹۷)

منی بیانیہ Mini Narrative

جدیدیت کے مہابیانیہ کے تصور کو ردّ کرتے ہوئے مابعد جدید فکر نے منی بیانیہ کا تصور پیش کیا۔ جس کے مطابق ہر تجربہ مقامی ہے اور اسے مقامیت کے تناظر میں ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ اس طرح منی بیانیہ کا تصور چھوٹے چھوٹے مقامی، ثقافتی تناظر کا زائیدہ ہے اور اس طرح ہر ثقافت اپنا ایک منی بیانیہ تشکیل دیتی ہے اور اس کا کوئی حتمی، معنوی ساختیہ نہیں ہوتا بلکہ بدلتے ہوئے تناظر میں اس کے معنی بھی بدل سکتے ہیں۔

موٹف Motif

روسی ہیئت پسندوں کی اصطلاح۔ کسی فن پارے کا وہ سب سے چھوٹا عنصر جو پورے فن پارے کو حاوی ہو۔ اسے بیانیہ کا قلیل ترین جزو بھی کہا جا سکتا ہے۔ حقیقت جمالیات سے متصف نہیں ہوتی چنانچہ ادب اسے جمالیاتی فن پارے میں ڈھالنے کے لیے موٹف کی

تشکیل کرتا ہے۔ یہ شاعری میں بھی ممکن ہے اور فکشن میں بھی۔

موازنہ Comparison

تنقید کا ایک اسلوب جسے تقابلی تنقید بھی کہتے ہیں۔ قدیم مشرقی انتقادیات مین جب تنقید کے اصول واضح نہیں تھے تو دو شعراء کے کلام کا تقابل انھیں کمتر اور برتر ثابت کرنے کے حوالے سے تنقیدی بصیرت کے اولین نقوش کہے جاسکتے ہیں۔ عربی اور فارسی میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ اردو میں اس کی سب سے اہم مثال علامہ شبلیؔ کی تصنیف "موازنۂ انیسؔ و دبیرؔ" ہے۔ جس میں تقابلی تنقید کے بیشتر اجزا مثلاً معروضیت، خوبیوں کے ساتھ کمیوں کا بیان اور تجزیاتی انداز موجود ہے۔

مؤثر مغالعہ اندازی Affective fallacy

نئی تنقید میں اس نظریے کو ردّ کیا گیا ہے کہ ادب اپنے لکھنے والے کی ذات کا آئینہ ہوتا ہے۔ نئی تنقید کے مطابق متن تخلیق ہونے کے بعد اپنے خالق سے کٹ جاتا ہے۔ لہٰذا اسے مصنف کی منشا یا سوانح کے حوالے سے جانچنا ایک مغالطہ ہے۔ اسی طرح نئی تنقید قاری کے شخصی میلانات کو بھی دخل اندازی کی اجازت نہیں دیتی۔ ڈبلیو کے۔ ومساٹ اور ایم۔ سی۔ برڈلے نے اس دخل کو Intentionalاور Affective، دو طرح کے مغالطوں کا نظریہ پیش کیا ہے۔ اوّل الذکر مغالطہ مصنف سے تعبیر ہے تو آخر الذکر قاری سے متعلق ہے۔ قاری سے متعلق اسی مغالطے کو مؤثّر مغالطہ اندازی کہا گیا ہے۔

موجودگی Presence

زبان کی دو صورتیں ہیں ایک بولی اور دوسری لکھی ہوئی۔ بولی ہوئی زبان کو ہم صوت مرکزی زبان کہتے ہیں جو بولنے والے کی شخصیت، آواز اور لہجے کی تابع ہوتی ہے۔ اسی کو ژاک دریدا نے موجودگی کا نام دیا ہے۔ اس کے برعکس تحریر کا لکھنے والا قاری کے سامنے موجود نہیں ہوتا بلکہ متن اس کے پیشِ نظر ہوتا ہے اور تحریر میں مصنف کی شخصیت کے شامل ہونے کے باوجود وہ غیاب میں ہی رہتا ہے۔ چنانچہ موجودگی اور ناموجودگی کی صورت حال اپنی اپنی سطح پر معنی کی تشکیل اور تفہیم پر اثر انداز ہوتی ہے۔

موضوعی تنقید Subjective Criticism

ادبی تنقید معروضی بھی ہو سکتی ہے اور موضوعی بھی۔ موضوعی ادبی تنقید عموماً تاثرات پر مبنی ہوتی ہے جب کہ معروضی تنقید فن پارے کے تجربے اور اس تجربے سے اٹھنے والے مسائل پر استوار ہوتی ہے۔

موضوعیت Subjectivity

ادب کو دیکھنے پرکھنے کے دو طریقے ہیں ایک معروضی اور دوسرا موضوعی۔ موضوعیت سے مراد یہ ہے کہ وہ متن جس کا تجزیہ مقصود ہے اس میں کسی نہ کسی سطح پر مصنف کی ذات اور اس کے نظریے کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ انھیں الگ کرکے دیکھنا معروضیت کہلاتا ہے۔ لیکن سو فیصد معروضیت ممکن نہیں کیونکہ فن پارے سے اس کے مصنف کی ذات کو پنہاں نہیں کیا جا سکتا چنانچہ موضوعیت اور معروضیت ساتھ ساتھ چلتی ہے۔

مہابیانیہ Grand Narrative

اسے اردو میں عظیم بیانیہ بھی کہا گیا ہے اور انگریزی میں Master یا Grand Narrative کا نام بھی دیا گیا ہے۔ مہابیانیہ سے مراد جدیدیت کے ان اصولوں سے ہے جو اس نے جدیدیت کی شرط کے طور پر متعین کیے مثلاً عقلیت، کلیت پسندی، آفاقیت، ترقی اور خوشحالی وغیرہ۔ لیکن مابعد جدید نظریے نے اس مہابیانیہ کو رد کیا اور اس کی جگہ منی بیانیہ کو پروان چڑھایا۔ مہا اور منی بیانیہ کا بنیادی فرق آفاقیت اور مقامیت کا فرق ہے۔ مابعد جدیدیت کسی مقامی، سماجی، سیاسی اور ثقافتی صورت حال کو ادب کا نمائندہ مانتی ہے۔ چنانچہ منی بیانیوں کا جنم ہوتا ہے اور ان میں سے کوئی حتمی اور مطلق نہیں ہوتا۔

میٹابیانیہ Meta Narrative

اسے فوق بیانیہ/عظیم بیانیہ بھی کہا گیا ہے۔ یہ مابعد جدیدیت کی بنیادی اصطلاح ہے۔ میٹا بیانیہ اور مہابیانیہ کو ہم معنی سمجھنا درست نہیں۔ دراصل جدیدیت نے اپنے لیے جو اصول وضع کیے انھیں میٹا بیانیہ یا ماسٹر بیانیہ کہا گیا لیکن جدیدیت کے تضادات سامنے آئے تو مابعد جدید نقادوں نے میٹا بیانیہ کی اصطلاح وضع کی۔ میٹا بیانیہ میں چار اوصاف کو بطور خاص نشان زد کیا گیا ہے:

۱۔ آفاقیت　　　۲۔ کلیت

۳۔ یوٹوپیا ۴۔ آتھارٹی

اس کے معنی یہ ہوئے کہ کسی بھی مہا بیانیہ کو آفاقی تصور کا حامل ہونا چاہیے وہ تجربے کی کلیت پر مشتمل ہو اور تجربات کے تسلسل یا تاریخ کا خوش آئند یوٹوپیائی تصور رکھتا ہو۔ ان تمام امور کی تنقیدی اصطلاح کے طور پر میٹا نریٹو Meta narrative سے کام لیا گیا۔

ن

نازک خیالی

مشرقی تنقید کی اصطلاح ۔اس اصطلاح کو تذکروں میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے لیے تذکروں میں "نازک" بمعنی باریک بینی اور نزاکت کی اصطلاحات بھی استعمال میں لی گئی ہیں۔ بقول خواجہ اکرام:

"نازک خیالی سے مراد یہ ہے کہ شعر میں مضمون کے تعلق سے تشبیہ و استعارے کی حقیقت اور واقعیت کم ہو جائے یعنی مضمون آفرینی میں حقیقت اور خیال کے مابین دور کا تعلق ہونے کے سبب حقیقت اس قدر باریک ہو جائے جیسے کوئی شے دوری کی وجہ سے ایک نقطے کی شکل میں نظر آتی ہے تو ایسی مضمون آفرینی کو نازک خیالی کہتے ہیں۔"

(اش ا، ص: ۱۵۷۔۱۵۸)

ناگزاریہ Aporia

دیکھیے "اپوریا"۔

اردو میں اسے تجاہل عارفانہ کا نام دیا گیا ہے۔ البتہ نئی تنقید Aporia کو ناگزاریہ کی اصطلاح سے یاد کرتی ہے۔ اس کے مطابق

ناگزار یہ قرأت کا وہ موڑ ہے جو زبان کے بدیعی کردار اور خود قاری کے ذوق اور بصیرت کے مابین پیدا ہونے والی مطابقت کے ذریعے معنی کی گرہ کشائی کرتا ہے اس طرح Aporia جدید ڈسکورس کو راہ دیتا ہے اور متن کی تشریح کے نئے دروازے کھولتا ہے۔

ناموجودگی Absence

اس اصطلاح کا تعلق پس ساختیاتی تنقید سے ہے۔ پس ساختیات کا موجد ژاک دریدا ہے۔ دریدا تقریر اور تحریر کے لیے بالترتیب موجود اور ناموجدگی کی اصطلاح استعمال میں لیتے ہیں۔ ان کے مطابق مقرر موجود اور محرر ناموجد ہوتا ہے۔ دریدا تقریر پر تحریر کو فوقیت دیتا ہے۔ اس کے نظریے میں متعین معنی کی موجودگی ناممکن ہے اور جو کچھ ہے وہ معنی کا اثر ہے چنانچہ دریدا اس صورت حال سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ معنی ہمیشہ التوا (Deferment) میں رہتا ہے۔

نحو شکنی Asyntactic

قواعد کی اصطلاح ہے جو جملوں میں الفاظ کی ترتیب کا تعین کرتی ہے۔ اگر کوئی فن کار ترتیب متن کے لیے اس قاعدے کو توڑتا ہے تو اسے نحو شکنی کہا جاتا ہے۔ اردو میں اسے تعقید بھی کہتے ہیں۔ تخلیق متن میں نحو شکنی بہت سی افادیت کی حامل ہو سکتی ہے۔ مثال کے لیے سوداؔ کے ایک قصیدے کا شعر ہے:

واسطے خلعتِ نوروز کے، ہر باغ کے بیچ
آب جو، قطع لگی کرنے روش پر مخمل

نحویات Syntax

اسلوبیاتی تنقید کی اصطلاح۔ اسلوبیات، لسانیات کی ایک شاخ ہے۔ لسانیات میں زبان کا مطالعہ مخصوص زاویوں سے کیا جاتا ہے جس میں توضیحی لسانیات (Descriptive Linguistics) بھی شامل ہے۔ توضیحی لسانیات کے تحت زبان کا مطالعہ پانچ سطحوں پر کیا جاتا ہے۔ ان میں نحو بھی شامل ہے۔ نحویات سے مراد الفاظ کے باہمی رشتوں اور جملوں کی تریتب و تنظیم پر غور کرنا ہے۔ بقول گوپی چند نارنگ:

”کلمے کی اقسام میں سے کسی ایک کا خصوصی استعمال، کلمے میں لفظوں کا دروبست وغیرہ۔“(ت ج م، ص:۱۰۶)

نرگسیت Narcissism

نفسیاتی تنقید کی اصطلاح

نرگسیت سے مراد انسان کی نفسیاتی الجھن ہے جس کی بنیاد خود ستائی، خود نمائی اور خود پرستی ہے۔ یہ نفسیاتی کشمکش ذات کے حسین ہونے اور اس سے عشق کرنے پر زور دیتی ہے۔ فن کار اپنی ذات اور کائنات کا محور قرار دے کر خود کو خارجی محرکات سے آزاد کرلیتا ہے۔

نشاۃ الثانیہ Renaissance

نشاۃ کے معنی پیدائش اور ثانیہ کے معنی دوسرے کے ہیں۔ جسے انگریزی میں Renaissance کہا گیا ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار کے لیے بھی نشاۃ الثانیہ کا استعمال ہوتا رہا ہے۔ مثلاً 1453ء میں ترکوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کیا تو وہاں کے علماء نے اٹلی میں پناہ لی اور مختلف علاقوں میں یونانی علوم کے پھیلانے کا ذریعہ بنے اس عمل سے جو علمی معاشرہ بنا اسے یورپ کا نشاۃ الثانیہ کہا گیا۔ اس پورے عمل کی خصوصیات میں آزادانہ تنقید ،معروضی غور و فکر اور انسان دوستی جیسے عناصر کو فروغ ملا۔ اردو میں نشاۃ الثانیہ سے مراد 1857ء کے انقلاب کے بعد رونما ہونے والا معاشرہ ہے۔ ڈاکٹر محمد فاروق کے الفاظ میں ہندوستانی مسلمانوں کا نشاۃ الثانیہ مذہباً شاہ ولی اللہ اور سید احمد بریلوی وغیرہ کے ذریعے ہو چکا تھا لیکن ادب میں اس کی داغ بیل سر سید اور علی گڑھ تحریک کے زیر اثر ہوئی اور ایک تاریخ بن گئی۔

نشان Sign

یہ اصطلاح ساختیاتی نظریے کے بانی سوسئیر کے وضع کردہ ہے۔ اس کے مطابق زبان محض اشیاء کو پہچاننے کا نظام نہیں ہے بلکہ وہ نشانات کا مجموعہ ہے جو کسی شے اور اس کے نام کی مطابقت کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ ایک نظریے اور ایک صوتی نمونے کے بیچ کے رشتے کو واضح کرتا ہے۔ زبان کا ہر لفظ ایک نشان ہے جو یا تو دال ہوگا یا پھر مدلول۔ انھیں انگریزی میں Signified, Signifier کہتے ہیں۔

نظریاتی تنقید Theoretical Criticism

اسے نظری تنقید بھی کہتے ہیں۔ نظریہ سے مراد زندگی، کائنات اور ادب کے بارے میں کسی تصور یا فلسفے وغیرہ کی صورت میں ایک نقطۂ نظر کا تعین کرنے سے ہے۔ جب یہ تعین ہو جاتا ہے تو اس کی روشنی میں ادب کو جانچنے پرکھنے اور اس کی قدر متعین کرنے کے

اصولوں و ضوابط وضع کیے جاتے ہیں۔ ادب میں اس کو نظری یا نظریاتی تنقید کہا جاتا ہے۔ ادب کیا ہے؟ تنقید کسے کہتے ہیں؟ تنقید اور تخلیق کا کیا رشتہ ہے؟ اور کن اجزاء یا مسائل کے ذریعے کوئی ادب خوبصورت، موثر اور معنی خیز بنتا ہے؟ ان سبھی سوالوں کو نظریاتی تنقید حل کرتی ہے اور اس کے تحت عملی تنقید وجود میں آتی ہے۔

نظریہ Theory

نظر کے ایک معنی دیکھنے کے ہیں تو دوسرے معنی دیکھے ہوئے کے متعلق رائے قائم کرنے کے ہیں۔ کسی حسّی، جذباتی یا ذہنی تجربے کی بنیاد پر کوئی شخص اپنی رائے متعین کرتا ہے تو اسے نقطۂ نظر کہا جاتا ہے لیکن جب اجتماعی سطح پر کوئی نقطۂ نظر کسی نظام یا فکری رویے میں ڈھل جاتا ہے تو وہی نقطۂ نظر، نظریہ کہلاتا ہے۔ ادب میں نظریہ کا اظہار تخلیق کی سطح پر بھی ہوتا ہے اور تنقید کی سطح پر بھی۔ تخلیق میں فنکار کا نظریہ بین السطور موجود ہوتا ہے جب کہ تنقید میں اس کا اظہار براہِ راست کیا جاتا ہے۔ بلکہ عملی تنقید نظریاتی تنقید ہی کی پیروکار ہوتی ہے۔

نفسیاتی تنقید Psychological Criticism

نفسیاتی تنقید کا وہ اسلوب جو ادب اور اس کے خالق کو محض موضوعی یا تکنیکی اصولوں ہی سے نہیں پرکھتا بلکہ فن کار کی شخصیت اس کے ذہنی مدارج، تصور فن کے اندرونی عوامل، جذبے اور احساس کی نہج اور پیش کردہ متن کو نفسیاتی طریقۂ کار سے بھی جانچتا اور پرکھتا ہے۔ اس کے تین مدارج ہیں۔ ایک تخلیقی عمل کا تجزیہ، دوسرے متن کی اظہاری نفسیات اور تیسرا تخلیق کار کی تحلیل نفسی۔ اس تمام مطالعے کے لیے علم النفسیات کے اصولوں کو کام میں لایا جاتا ہے۔

نقطۂ ارتکاز Focalization

بیانیات کی اصطلاح۔ ارتکاز بیانیہ کا جوہر ہے جو تہذیبی و ثقافتی مظاہر اور کردار کے ذہنی و نفسیاتی مظاہر سے تشکیل پاتا ہے۔

(بحوالہ بیان۔ ص: ۲۸۳)

نو آبادیاتی صورت حال

نو آبادیات کا تصور استعماریت سے متعلق ہے۔ یہ ایک صورت حال ہے جو سیاسی اور معاشی مقاصد کے تحت پیدا کی جاتی ہے۔ اس میں ایک طاقت کسی کمزور سیاسی خطے کو اپنے

مفاد کے لیے اپنا دست نگر بنا لیتی ہے اور اس طرح اس کا سیاسی اور معاشی استحصال کرتی ہے۔ دوسری جنگِ عظیم سے پہلے یورپ اور فرانس نے دنیا کے بہت سے ملکوں کو اپنی کالونی یا نو آبادی بنایا اور دوسری جنگِ عظیم کے بعد امریکہ نے یہی کام ایک دوسرے طریقے سے انجام دیا۔ نو آبادیات مقامی باشندوں کی تہذیب اور مفادات کو خارج کرتی ہے اور اپنے مقاصد اور تہذیب اور ثقافت کو مسلّط کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اردو میں اس کی مثال سر سید تحریک کے ذریعے دی جاسکتی ہے۔

نظریۂ افتراق Theory of Differance

لاتشکیل/ردِ تشکیل کی اصطلاح۔ یوں تو افتراق کے معنی فرق کرنے کے ہیں لیکن ژاک دریدا اور سوسئیر وغیرہ نے اپنی تھیوری میں افتراق کو موقوف، ملتوی یا معلق رکھنے کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ دریدا کا کہنا ہے کہ زبان مثبت امتیازات کا نہیں منفی افتراقات کا نام ہے۔ اس کے نزدیک افتراق ایک ساخت اور ایک تحریک ہے جس میں لفظ مرکزیت معنی کی لامرکزیت کی طرف سفر ہوتا ہے چنانچہ معنی کبھی قائم و دائم نہیں رہتے۔ معنی بے مرکز اور بدلنے والے ہوتے ہیں اور یہ عمل افتراق کے ذریعے وجود میں آتا ہے۔

نظریۂ نقل Theory of Mimesis

نظریۂ نقل افلاطون کے نظام فکر کا حصہ ہے۔ اس نے ادب کو اخلاقیات سے وابستہ کیا اور اپنی ریاست میں شعراء اور ادباء کو محض اس لیے شامل نہیں کیا کہ یہ نقل کی نقل کرتے ہیں۔ افلاطون کے مطابق دنیا کے دو حصے ہیں ایک عالم مثال اور دوسرے یہ دنیا۔ یہ دنیا عالم مثال کی نقل ہے۔ ادباء اسی نقل کو ایک بار پھر اپنے ادب میں نقل کرتے ہیں چنانچہ ادب نقل کی نقل ہے۔ نقالی وہ بھی دوسرے درجے کی اخلاقیات کے منافی ہے چنانچہ ریاست سے باہر ہے۔ افلاطون کے بعد اس کے شاگرد ارسطو نے ادب کو مذہب یا سیاست کا پابند نہیں سمجھا۔ اس لیے اس نے نقل کی نقل کے فلسفے کو رد کر دیا اور کہا کہ نقل کرنا انسانی جبلت ہے اور وہ دوسرے حیوانات سے اس لیے ممتاز ہے کہ وہ نقل کے ذریعے زندگی کی بہت سی باتیں سیکھتا اور تعلیم حاصل کرتا ہے۔

نو تاریخیت New Historicism

نو تاریخیت قرأت کا ایک ایسا طریقۂ کار ہے جس کے ذریعے ادبی اور غیر ادبی دونوں طرح کے متون کو تاریخی تناظر میں پڑھا جاتا ہے۔ مارکس یا ترقی پسند نقادوں نے بھی تاریخ کا سہارا لیا تھا لیکن نو تاریخیت کسی ازم یا فلسفہ سے وابستہ ہونے کے بجائے فن سے دستیاب ہونے والے تاریخی تناظر کو مرتب کرنے کی ایک شکل ہے۔ اس کے موجد اسٹیفن گرین بلاٹ نے ۱۹۸۸ء میں اس اصطلاح کو وضع کرتے ہوئے اسے کسی تنقیدی تھیوری کی جگہ ایک متنی سرگرمی تک محدود کیا ہے۔ اس قرأت کا تنقیدی عمل فن پارے کے اپنے خواص کے علاوہ دوسرے متون اور علوم سے اس متن کی مطابقت کو مرکز میں رکھتی ہے۔ نو تاریخیت ادبی اور غیر ادبی متون میں کوئی فرق نہیں کرتی بلکہ متون سے مترشح ہونے والے تاریخی عناصر کو نشان زد کرکے اس کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔

نو مارکسی تنقید

New Marxist Criticism

ادب میں مارکسی تنقید کارل مارکس کی تھیوری پر منحصر ہے لیکن بیسویں صدی کی ساتویں دہائی تک آتے آتے سیاسی اور سماجی تبدیلیوں نے مارکسی اصولوں پر از سر نو غور کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے غور و فکر کے تحت صارفیت اور عالم گیریت، ذرائع ابلاغ کی تیزی سے بڑھتی صارفیت وغیرہ نے ادب کو ایک نئے تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی ان میں لوکاچ، گولڈ من اور ماشیر وغیرہ کا خاص مقام ہے۔ نو مارکسی نقاد متن میں کارفرما اس آئیڈیولوجی کی تلاش کرتی ہے جو چھپا رہ گیا ہے۔ وہ سماجی اور تہذیبی ڈھانچے میں Power یعنی طاقت کی مرکزیت کا مطالعہ کرتی ہے اور ادب کے انقلابی رویوں کا جائزہ لیتی ہے۔

نو کلاسیکیت Neo Classicism

کلاسیکیت سے مراد پرانی تاریخی متون کے معیار سے ہے مثلاً قدیم تہذیبوں جیسے یونان اور مصر وغیرہ میں فروغ پانے والا قدیم ادب اسی کلاسیکی زمرے میں آتا ہے۔ یورپ میں جب نشاۃ الثانیہ کا دور آیا تو انھوں نے افلاطون اور ارسطو وغیرہ کے حوالے سے ادب کی نئی تفہیم و تعبیر کی اور اس کلاسیکیت کو از سر نو زندہ کرنے کی کوشش ہوئی۔ اسی کو ادب میں نو کلاسیکیت کا نام دیا گیا۔ مغربی نو

کلاسیکی ادباء میں ڈرائڈن، پوپ، جانسن، ایڈیسن اور گولڈ سمتھ وغیرہ اس کے کاص علمبردار تھے۔ یہ سب اپنے اصولوں میں سخت گیر تھے اور ادب کو کلاسیکی اصولوں کی روشنی میں پرکھتے تھے۔ ان اصولوں میں تخلیق کو فن اور ہیئت کے تحت سمجھنا، حسن کو تخلیق کا جوہر جاننا اور ادب کا مقصد مسرت حاصل کرنا نو کلاسیکی اصولوں ہی کے تحت آتے ہیں۔

نوناقدین New Critics

نئے نقاد جنھوں نے امریکی طرز تنقید "نو تنقید" (New Criticism) کو اپنا رہنما بنایا۔

نیچرلزم Naturalism

دیکھیے "فطرت"

نیوراتیت Neurosis

اسے انگریزی میں Neurosis کہتے ہیں۔ اردو میں اس کے لیے اعصابیت کا لفظ مستعمل ہے۔ نفسیات کی اصطلاح میں اعصاب پر پڑنے والے فکری دباؤ کی وجہ سے معمولی معمولی باتوں پر بہت زیادہ فکر مند ہو جانے کا رجحان نیوراتیت یا اعصابیت کہلاتا ہے۔ ادب میں کوئی فن پارہ کسی موضوع پر پیش کیے گئے حد سے زیادہ فکر مند رویے اور اسلوب سے جھلکنے والے خوف و ہراس کو نیوارتیت کے تحت رکھا جاتا ہے۔ بقول ایڈلر :"احساسِ کمتری کو احساسِ برتری میں بدلنے کا نام ہی نیوراتیت ہے۔ یہی کوشش ایڈلر کے مطابق انسان کو فنکار، مجرم یا نیوراتی بنا دیتی ہے۔"(بحوالہ ج ات ان، ص:۲۱۴)

نئی تنقید New Criticism

ادب کے ہر بدلتے رجحان کو نیا کہہ دینے کا رویہ عام ہے اسی کے تحت حالی کی تنقید، ترقی پسند تنقید اور جدید تنقید کو بھی نئی تنقید کہا گیا لیکن اصطلاحاً نئی تنقید انگریزی اصطلاح New Criticism کا اردو ترجمہ ہے جسے نو تنقید بھی کہا گیا ہے۔ New Criticism کا رجحان بیسویں صدی کی تیسری دہائی کا اختتام پر یورپ امریکہ اور فرانس میں شروع ہوا جس کے بنیاد گزاروں میں آئی۔ اے۔ رچرڈس، ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ اور ولیم ایمسن وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ ڈاکٹر الطاف انجم کے مطابق اردو میں نئی تنقید یا نو تنقید سے مراد وہ تمام تنقیدی نظریات ہیں جو ۱۹۶۰ء کے بعد

بروئے کار لائے گئے ان میں جدیدیت سب سے زیادہ نمایاں ہے جسے شمس الرحمٰن فاروقی اور ان کے ہم خیال نقادوں نے اردو میں رائج کیا۔ نو تنقید کا دائرۂ عمل بنیادی طور پر ادب پارے کے متن پر مرکوز رہتا ہے اور اس کی لسانی، فنی اور اسلوبیاتی مطالعے کو ترجیح دیتا ہے۔ ارشد عبد الحمید کے لفظوں میں:

"در اصل نو تنقید کا یہ اصول اس خیال پر مبنی ہے کہ تخلیق کے وجود میں آ جانے کے بعد ادیب کا اس سے کوئی تعلق نہیں رہتا اور تخلیق پارہ بجائے خود ایک انفرادی مطالعہ کا موضوع بن جاتا ہے۔"(ت ت، ص:۲۴)

نئی شعریات

شعریات سے مراد شاعری کے تخلیقی عوامل اور خارجی رسومیات کے مجموعے سے ہے۔ مشرق میں شاعری کا مقصد کسی حقیقت کو دریافت کرنے یا اسے بیان کرنے کا نہ تھا، چنانچہ قدیم مشرقی شعریات میں زبان و بیان کی خصوصیات ہی شاعری کی خصوصیات بھی تھیں۔ اردو میں نئی شعریات قائم کرنے کی پہلی کوشش حالیؔ، آزادؔ اور امداد امام اثرؔ نے کی۔ ان کے بعد دورِ جدید کے وسط میں ترقی پسند تحریک اور حلقۂ ارباب ذوق کے ذریعے ایک اور نئی شعریات سامنے آئی۔ جدید عہد میں جدیدیت اور مابعد جدیدیت نے اردو کی تازہ ترین شعریات کو منضبط کیا۔

و

واقعاتی قاری Actual Reader

قاری اساس تنقید کی اصطلاح۔

وہ قاری جو متن کی ساخت سے معنی اخذ کرنے کے علاوہ اپنے ذوق، ظرف اور ترجیح سے بھی متن کی قرأت کرتا ہے یعنی متن کے باہر رہ کر متن کی تعبیر کرتا ہے۔ واقعاتی قاری کی تعریف گوپی چند نارنگ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

مرادی قاری، محض ایک (Construct) تشکیل ہے، یہ واقعاتی قاری نہیں۔ گویا یہ متن کی ان ساختوں میں مضمر ہے جو قاری کو ردعمل کی دعوت دیتے ہیں۔ واقعاتی قاری البتہ ان ساختوں کو انگیز کرتا ہے لیکن فقط اس حد تک جس حد تک اس کی ذہنی پیش رفت اس کی اجازت دیتی ہے اور جو اس کے ماضی کے تجربے کے رنگ میں رنگی ہوتی ہے۔"

(س پ م، ص: ۲۹۸۔۲۹۹)

واقعہ Event / Happening

بیانیہ کی اصطلاح۔ وقوع پذیر ہونے والا۔ نقل و حرکت یا عمل کے ذریعے ایک صورت سے دوسری صورت میں تبدیل ہونا۔ بقول قاضی افضال حسین:

"جس عمل (حرکت) میں صورت حال تبدیل ہوتی ہو اسے "واقعہ" کہتے ہیں اور "صورت حال" سے مراد وہ زمانی تسلسل ہے جس میں مظہر/تنظیم/یا اشیا ایک ہی شکل میں قائم رہتی ہیں۔ اس تسلسل یا ٹھہراؤ یا تنظیم میں کسی عمل کے سبب تبدیلی رونما ہوتی ہے تو اسے واقعہ کہتے ہیں۔"(بیان۔ ص: ۲۱۱)

واقعہ نگاری

روداد/واقعہ، بیانیہ میں، خواہ وہ نثر کا ہو یا نظم کا، کسی واقعہ کو روداد (تاریخ/نیم تاریخ/اساطیری/فرض) یا اس کا ذکر کرنا، کہنا، سننا یا لکھنا واقعہ نگاری کہلاتا ہے۔ بیانیہ کی اصطلاح میں اسے بیانِ واقعہ بھی کہتے ہیں۔ 'موازنۂ انیس و دبیر' میں شبلی نعمانی نے واقعہ نگاری کی دو قسمیں بتائی ہیں:

(۱) واقعہ نگار کسی تاریخ کو بے کم و کاست نظم کر دے۔ اس کے لیے صرف زبان پر قدرت درکار ہے، شاعری کی چنداں ضرورت نہیں۔

(۲) واقعہ اجمالاً معلوم ہے لیکن واقعہ نگار واقع کے تمام جزئیات اور حالات اپنی طبیعت سے پیدا کرتا ہے۔ وہ واقع کی نوعیت کو دیکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس قسم کے موقع پر فطرت کا اقتضا کیا ہے۔ ان تمام چیزوں کو وہ موجود فرض کرلیتا ہے اور ان کو ادا کرتا ہے۔

(م اد، ص: ۱۷۹)

وجودیت Existentialism

نفسیاتی اور فلسفیانہ تنقید کی اصطلاح۔

''وجودیت'' اصطلاح کو جدیدیت نے فروغ دیا۔، وجودیت کی بنیاد سورین کیئر کیگارڈ نے ہیگل کی عقل پرستی کی مخالفت میں رکھی۔ اس تصور کو بعد میں ژین پال سارتر نے اپنی کتاب Being and Nothingness میں فروغ دیا۔

وجودیت میں انسانی وجود اور اس کی اہمیت کی بات کی جاتی ہے۔ وجودیت دوسری عالمی جنگ کے بعد سامنے آنے والی ایک ایسی ادبی تحریک ہے جس میں کائنات کے درمیان فرد کی اہمیت کو تلاش اور متعین کرنے کی کوشش کی۔ یہ تحریک فرد کی غیر مشروط آزادی پر زور دیتی ہے اور حقیقت یا ہستی کے تصور کو فرد کے حوالے سے سمجھنے کا ایک طریقہ ہے۔ اس دباؤ میں وہ اپنی ذات کو کس طرح بچائے رکھ سکتا ہے۔ ظاہر ہے اس عمل میں اسے ذات کے شخص کو نقصان پہنچانے والی بہت سی چیزوں کو رد کرنا پڑتا ہے۔

وجودیاتی تصور Ontological Concept

دیکھیے: ''صنف کے وجودیاتی تصور''

وحدت تاثر Unity of Impression

فکشن تنقید کی اصطلاح۔ کوئی فن پارہ مجموعی طور پر ایک سے زیادہ تاثرات قائم کرے تو انتشارِ تاثر کہا جاتا ہے۔ بہت سی اصناف میں ا سے ایک عیب سمجھا جاتا ہے چنانچہ وحدت تاثر پر زور دیا گیا ہے۔ وحدت تاثر کے بغیر شدت اور گہرائی میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔'' کشاف تنقیدی اصطلاحات'' میں وحدت تاثر کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:

''وحدت تاثر اکثر اصناف میں اہمیت رکھتی ہے لیکن مختصر افسانے اور ایکانکی ڈرامے میں وحدت تاثر کو شرطِ لازم کی حیثیت حاصل ہے۔ وحدت تاثر سے مرادیہ ہے کہ ادب پارہ قاری یاناظر کے ذہن پر ایک اور صرف ایک تاثر چھوڑے کیونکہ اگر تاثر کئی سمتوں

میں بٹ جائے تو اس کی شدّت اور گہرائی میں
کمی واقع ہو جائے گی۔"

(ک ت ا، ص: ۲۰۹)

نقادوں نے نظم اور فکشن تنقید کے جو اصول بنائے ہیں ان میں وحدت تاثر شامل ہے۔

وحدت ثلاثہ Three Unities

ڈرامے کے حوالے سے ارسطو نے بوطقیا میں وحدت عمل اور وحدت زماں کا ذکر کیا ہے اور ان دونوں سے فطری طور پر وحدت مکاں کا پہلو بھی نکل آتا ہے چنانچہ ان تینوں کو ملا کر وحدت ثلاثہ کہا جاتا ہے۔

وحدت مکاں Unity of Place

ارسطو کے بعد نقادوں نے وحدت مکاں کو بھی وحدت کا حصہ بنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وحدت عمل اور وحدت زماں سے خود بہ خود وحدت مکاں کی صورت حال بن جاتی ہے۔ سید عبد اللہ کے الفاظ میں وحدت مکاں سے مراد یہ ہے کہ عمل کا مقام بھی قرینِ قیاس فاصلوں کے اندر رہے۔

وحدت عمل Unity of Action

کسی فن پارے خاص طور پر فکشن میں بیان کیے جانے والے واقعات میں ربط وضبط کا ہونا وحدت عمل کہلاتا ہے۔ وہ افعال و اعمال جو ایک دوسرے سے مربوط نہ ہوں تخلیق کی وحدت کو نقصان پہنچاتے ہیں چنانچہ ارسطو نے "بوطقیا" میں صاف طور پر کہا ہے کہ فن کار اپنے فن کی تعمیر کسی خاکے پر نہ کرے بلکہ کسی ایک مرکزی عمل پر ہی اس کے تمام اعمال منحصر ہوں۔ ارسطو کہتا ہے:

"چوں کہ رویداد ایک ہی عمل کی نقل ہے اس لیے اسے ایک ایسے عمل کی نقل ہونا چاہیے جو واحد اور مکمل ہو۔"

(ف ش، ص: ۵۴)

وحدت Unity

وحدت سے مراد فن پارے کے داخلی نظم و ضبط اور اس کے مختلف اجزا کا باہمی ربط ہے جو اسے ایک اکائی کا تاثر دے سکے۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ وحدت کے متعلق رقم طراز ہیں:

"وحدت کے لیے اجزا کی موجودگی کے باوجود جسم واحد ہونے کی شرط بنیادی ہے۔ جسم کا تصور (ظاہر ہے کہ) سب سے پہلے کسی نوع کے تصور سے قائم ہوتا ہے۔ وحدت کا فیصلہ سب سے پہلے صورت نوعیہ یا صنفی ہیئت کے مطابق ہو گا۔ مثلاً غزل کی وحدت، افسانے

کی وحدت، ڈرامے کی وحدت ان اصناف کی صورت نوعیہ کے تصور سے قائم ہوگی۔ اس کے بعد تناسب اور ہم آہنگی کی صفات (جو اجزاء کی انفرادی یا مجموعی وحدت کی نشاندہی کرتی ہیں) اس وحدت کی تکمیل کرتی ہیں۔" (ات، ص:۴۲۹۔۴۳۰)

وضعی معنی Denotation

لفظ کے تعبیری معنی کو اس کے وضعی معنی کہا جاتا ہے۔ یہ کسی لفظ کے تصوراتی متعلقات کو اس کے معنی کا حصہ بنا دینے کا عمل ہے۔ گویا یہ مجازی معنی کی تعمیر کا ایک مرحلہ ہے۔ مثال کے لیے دل گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو نہ کسی کو دیا جاسکتا ہے اور نہ اس میں جذبے اور احساس کا کوئی نظم ہے لیکن دل دینا، دل لگانا، دل کا زخمی ہونا اور دل کو ٹوٹ جانا وغیرہ باتیں دل سے منسوب کر دی گئیں ہیں اور اس طرح معنی کے یہ اضافے اس کے متعلقات کو دل کے افعال کا حصہ بنا دیتے ہیں۔ یہ تمام صورت حال وضعی معنی پر مشتمل ہے۔ وضعی معنی کی تعریف بیان کرتے ہوئے عتیق اللہ لکھتے ہیں:

"وہ شے، خیال، یا صورتِ حال جس کے لیے لفظ کا استعمال کیا گیا ہے کسی لفظ کے واضع، قطعی اور معین مگر محدود معنی۔"

(ااوف، ص: ۶۰۳)

وہبی

لغوی معنی قدرتی عطا کیا ہوا۔

انسان کو حاصل ہونے والی چیزوں میں ایک قسم اکتسابی ہوتی ہے اور دوسری وہبی۔ کوشش کر کے کسی چیز کو حاصل کرنا اکتساب کہلاتا ہے۔ اس کے برعکس اپنے آپ حاصل ہو جانے والی چیز وہبی کہلاتی ہے۔ مثلاً ادب میں بہت سے خیالات کا از خود ذہن میں آنا وہبی عمل کہلائے گا۔ اسے ہمارے یہاں آمد کی اصطلاح سے بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔

وبھاوٗ विभाव

سنسکرت کی تنقیدی اصطلاح۔ وہ خاص محرکات جو آسودہ اور اندرونی احساسات کو برانگیختہ کرتے ہیں۔ پروفیسر محمود الحسن کے مطابق:

"شعر و ادب کی دلکشی کے پس منظر میں ایک ایسی مستقل داخلی کیفیت کا اثر شامل رہتا ہے جو ہر انسان میں دبی رہتی ہے۔ یہ کیفیت ابھر

کر ذہن کی تمام کیفیتوں کو اپنے آپ میں شامل کر لیتی ہے۔ شروع میں اندرونی احساسات جن محرکات سے پیدا ہوتے ہیں علماء نے انھیں وبھاؤ کا نام دیا ہے۔"

(ات ن ع، ص: ۵٦)

ہ

ہیئت Form

فارم کے مفہوم کی ادائیگی کے لیے اردو تنقید میں ہیئت ، پیکر، صورت، سانچہ اور ساخت جیسے الفاظ مستعمل رہے ہیں۔ اصطلاح میں فن پارے کی خارجی بناوٹ کو اس کی ہیئت کہا جاتا ہے۔ اس بناوٹ میں الفاظ اور آہنگ سے لے کر اس کی درجہ بندی تک شامل ہے۔ مثال کے لیے غزل کی ہیئت اس کا مطلع، اس کی زمین اور اس کا مقطع ہے۔ اسی طرح کسی افسانے میں ایک کہانی ،ایک بیانیہ اور اس کا انجام ضرور ہوگا۔ تنقید میں اس ہیئت یا Form کو بنیاد بنا کر جو تنقیدی تجزیہ کیا جاتا ہے اسی کو ہیئتی تنقید کہتے ہیں۔ نئ تنقید متن کی ہیئت سے ہی اپنا سروکار رکھتی ہے۔ ہیئت کے متعلق شمس الرحمٰن فاروقی لکھتے ہیں:

"ہر فن پارے کی دو ہیئتیں ہوتی ہیں ایک تو خارجی اور ایک داخلی۔ خارجی ہیئت سے میں فن پارے کا مشینی ڈھانچہ مراد لیتا ہوں۔ خارجی ہیئت کو سمجھنے کی دوسری منزل فن پارے کی تعمیرات سے تعلق رکھتی ہے۔ خارجی ہیئت ہمارے فن پارے کی عام معنوی

یا تشراتی حدود کو متعین کر دیتی ہے اور ایک طرح سے ہمیں پہلے سے آگاہ کر دیتی ہے کہ ہم فن پارے کا مطالعہ کس سطح پر اور کس نقطۂ نظر سے کریں۔ لیکن خارجی ہیئت فن پارے کے اصلی معنی کا انکشاف نہیں کرتی، داخلی ہیئت ہمیں اصلی معنی کی طرف لے جاتی ہے۔ داخلی ہیئت سے میں وہ مسئلہ یا مباحثہ مراد لیتا ہوں جو فن پارے کے جسم میں روح کی طرح پنہاں رہتا ہے اور جو الفاظ کے ذریعے اپنی شکل ظاہر کرتا ہے اور مختلف منازل و سدراہ سے گزرتا ہوا آخر میں کسی منظم ترکیب (Synthesis) یا حل(Solution) تک پہنچتا ہے۔ داخلی ہیئت فن پارے کے اس مکمل معنوی شکل کو کہتے ہیں جس کے ذریعے فن کار اپنے تجربے کو ظاہر کرتا ہے۔"

(بحوالہ ت ج م ج۔ ص: ۲۴۳۔ ۲۴۴)

ہیئت پرستی Formism

تخلیق دو اجزاء پر مشتمل ہوتی ہے، ایک اس کا مواد دوسری اس کی ہیئت۔ بعض ناقدین محض ہیئت کو تنقید کی بنیاد بناتے ہیں اور مواد سے کوئی غرض نہیں رکھتے تو اس انتہا پسندانہ رویّہ کو ہیئت پرستی کہا جاتا ہے۔

ہیئت پسندی Formalism

انیسویں صدی میں روسی تنقیدی رو کے رد عمل کے طور پر وجود میں آئی جو ادب کے مافیہ اور معنی پر غیر معمولی زور دینے کی موضوعی کوششوں سے عبارت تھی۔ کسی ادبی تخلیق کے تجزیے میں اس کی بنا پر نتائج اخذ کرنا ہیئت پسندی کہلاتا ہے۔ بقول ناصر عباس نیّر:

"ہیئت پسندی نے اپنے مطالعوں سے ادبی متن کے ثقافتی، نفسیاتی اور شخصی یا جذباتی مندرجات کو بالعموم خارج رکھا۔ ان کا منشا ایک ادبی سائنس تشکیل دینا تھا۔ جس کا موضوع بہ قول رومن جیکب سن:

ادب نہیں ادبیت تھا یعنی وہ سب کچھ جس کی کار فرمائی سے کوئی تحریر ادبی مرتبے کو پہنچتی ہے اور اسے دیگر تحریروں سے الگ کرتی ہے۔"

ناصر عباس نیر آگے لکھتے ہیں:

"ہیئت پسندوں نے اپنی ادبی سائنس کے موضوع کے امتیازات اور حدود کو متعین کرتے ہوئے اپنی ساری توجہ ادب کے 'کیا' کے بجائے 'کیسے' پر مرکوز کی۔ ہیئت پسندی نے شاعرانہ زبان کی خصوصیات، فارم کی

اہمیت (ہیئتی اور صنفی دونوں حوالوں سے) لسانیات اور شعریات کی نسبت اور سب سے بڑھ کر ادب کی ادبیت ایسے مسائل پر غور و فکر کیا۔"

(بحوالہ ت ج م ج، ص: ۵۶۰۔۵۶۳)

ہیئتی تنقید Formalist Criticism

انقلاب روس کے تحت ترقی پسند نظریہ نے مواد کو سب سے زیادہ اہمیت دی اس کے رد عمل میں ایک دوسرا پہلو سامنے آیا جسے ہیئتی تنقید کہا گیا۔ اس تنقید کے پیروکار ادب کے ان خارجی وسائل کا مطالعہ کرتے ہیں جن سے فن پارے کے سیال مواد کو ایک شکل، ایک صورت ملتی ہے۔ اس کے تحت ایک ایسا سائنسی نظام تلاش کرنے کی کوشش ہوتی ہے جس میں الفاظ اور آہنگ سے لے کر اس کے Form تک تشکیل پانے والے عناصر کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔

ہیئتی تنقید کی وضاحت کرتے ہوئے سلیم اختر لکھتے ہیں:

"اس اسلوب نقد میں ہیئت اور اس کی تشکیلی عناصر کو اساسی حیثیت حاصل ہے چنانچہ اس میں متن کے مطالعے پر بہت زور دیا جاتا ہے۔۔۔۔۔ مطالعہ ادب کے ضمن میں ہیئتی تنقید خود کو صرف تخلیق تک محدود رکھتے ہوئے اس متنوع محرکات سے سروکار نہیں رکھتی۔ باالفاظ دیگر ہیئتی تنقید کا تنقید کے بعض اہم دبستانوں (مارکسی، نفسیاتی، تاریخی، عمرانی) سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو دبستانوں کی اس بنا پر مخالف ہیں کہ ادب کو ادب ہونا چاہیے اور کچھ نہیں، تخلیق، تخلیق ہے اور بس۔"(ت د، ص: ۲۰۵)

اردو میں ہیئتی تنقید کی اہم مثال شمس الرحمٰن فاروقی کی کتاب 'داستانِ امیر حمزہ' کا مطالعہ ہے جس کے نظری حصے میں ہیئتی تنقید کے مباحث کو کامیابی کے ساتھ قائم کیا گیا ہے۔ انیس ناگی کی کتاب 'شعری لسانیات'، گوپی چند نارنگ کے مضامین 'سانحہ کربلا بطور شعری استعارہ' اور "اسلوبیاتِ اقبال" ہیئتی تنقید کی عمدہ مثالیں ہیں۔

ی

یاسیت Despair

جدیدیت کی نمائندہ اصطلاح۔ اس کے لیے لفظ قنوطیت بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ قنوطیت اور یاسیت میں فرق یہ ہے کہ یاسیت صورت حال یا کیفیت کا نام ہے جب کہ قنوطیت ایک مستقل نظریہ کی نمائندگی کرتی ہے۔

یک زمانی Synchronic

ساختیات کے بانی سوسیئر نے زبان وادب کے مطالعے کے لیے کثیر زمانی مطالعے کو رد کیا اور اس کی جگہ یک زمانی مطالعے کو قائم کیا ہے۔ اس کے مطابق کسی موجود لمحے میں زبان کس طرح ایک نظام کے تابع کام کر رہی ہوتی ہے اسے یک زمانی مطالعہ کہا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ مطالعہ زبان کے تاریخی مطالعے سے الگ ہے کیونکہ تاریخ بہت سے زمانوں کی بات کرتی ہے جب کہ ساختیات یک زمانی مطالعے پر زور دیتی ہے اس کو زبان و ادب کا یک زمانی مطالعہ کہا جاتا ہے۔

یک فکری ہیئت Monologic

روسی ہیئت پسندی کا فکری دبستان۔ باختن اسکول کے بانی میخائل باختن نے اپنی کتاب Dostevsky's Problems of Poetics (۱۹۲۹) میں اس اصطلاح کو فکشن تنقید کے لیے استعمال کیا۔ یک فکری ہیئت کو مونولوگک اور مختلف فکری ہیئت کو Polyphonic یا Dialogic کہا جاتا ہے۔ یک فکری ہیئت سے مراد اس خود کلامیہ سے ہے جس میں مختلف کرداروں کی آوازیں مصنف کی آواز میں ضم ہو جاتی ہیں۔ یعنی خود کلامی کا بیانیہ تمام کرداروں کو اپنے آپ میں ضم کر لیتا ہے۔ اردو میں اس کی مثال مرزا ہادی رسوا کا ناول ''امراؤ جان ادا'' کے ذریعے پیش کی جا سکتی ہے۔ اس کے بر عکس Polyphonic ہیئت میں کرداروں کے اختلاف کی صورتحال نمایاں نظر آتی ہے جس کی مثال میں ''فسانہ آزاد'' کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

یوٹوپیا Utopia

مثالی یا معیاری مقام یا معاشرت۔

اس تصور کو سر تھامس مور نے اپنی کتاب Utopia میں پیش کیا۔ یہ کتاب ۱۵۱۶ء میں لکھی گئی تھی۔ اس میں ایک فرضی جزیرے کا ذکر ہے جس میں ایک مکمل مثالی تہذیب و

سیاسی نظام رائج تھا۔ بقول حفیظ ابو الاعجاز صدیقی:

”یوٹوپیا کی اصطلاح کسی ادیب یا شاعر کے ایسے مثالی تصورات یا توقعات کے مجموعے کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے جسے ہم طنز کے طور پر خیالی، ناممکن العمل اور حقیقت پسندی کے منافی قرار دینا چاہتے ہیں۔“

(ک ت ا، ص: ۲۱۸)

باب: سوم

حاصلِ تحقیق

"اردو کی منتخب تنقیدی اصطلاحات کی فرہنگ مع مقدمہ" کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اصطلاحات کا مطالعہ ہر زبان و ادب کے طالب علم کے لیے اشد ضروری ہے۔ اگر ہم اردو تنقید کی روح تک پہنچنا چاہتے ہیں تو اس کا راستہ تنقیدی اصطلاحات سے ہو کر گزرتا ہے۔ اصطلاحاتِ نقد کا صحیح مفہوم ہمارے ذہن میں نہ ہو تو ہم کسی بھی تنقیدی تحریر کو سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اردو میں ابتداء سے عہد حاضر تک تنقیدی اصطلاحات کو وضع کرنے میں زبردست لسانی، تخلیقی اور تنقیدی شعور کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ ہر چند پہلے بعض حضرات مثلاً حفیظ ابو الاعجاز صدیقی، انور جمال، سلیم اختر اور عمر فاروق وغیرہ نے اردو کی تنقیدی اصطلاحات پر کام کیا ہے۔ لیکن ان میں انیسویں صدی کے آغاز سے ترقی پسند تحریک تک کی اصطلاحات کو جگہ دی گئی ہے۔ بیسویں صدی کے آخر سے تا حال مغرب سے اردو میں در آمد مختلف فلسفیانہ مکاتیبِ فکر کی اصطلاحات کو عتیق اللہ اور ناصر عبّاس نیّر نے اپنی نگارشات میں پیش کیا ہے۔ عتیق اللہ صاحب کی کتاب "ادبی اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ"(A تا D) میں ادبی اور تنقیدی اصطلاحات کی توضیح اور تشریح کی گئی ہے۔ وہیں ناصر عبّاس نیّر نے اپنی بعض تنقیدی کتب میں ساختیات، مابعد جدیدیت اور بیانیات کی اصطلاحات کو مضمون کی شکل میں شامل کیا بلکہ ان کی سادہ اور عام فہیم زبان میں صراحت بھی کی ہے۔

اس کی معنی یہ ہوئے کہ تنقید کے جدید تر نو آبادیات رویوں، رجحانوں، اور فلسفیانہ نظریوں مثلاً جدیدیت، تاریخیت، نو تارخیت، نو مارکسیت، تانیثیت، روسی ہیئت پسندی، ساختیات، پس ساختیات، مابعد جدیدیت، اور اس سے آگے بین العلومی تنقید وغیرہ سے منسلک تنقیدی اصطلاحات کی ایک جامع فرہنگ تشنۂ تکمیل رہی۔ تنقیدی اصطلاحات سے متعلق ہماری تحقیق نے اس کمی کو دور کر دیا ہے۔

پیش نگاہ تحقیقی مقالہ میں تنقیدی اصطلاحات کو ایک فرہنگ کے طور پر مرتب کرنے اور اصطلاحی مفاہیم کو صحیح طرح سے سمجھانے کی سعی کی گئی ہے۔اس تحقیق کے نتائج مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اردو میں تنقیدی اصطلاحات کی تاریخ پہلی بار مفصل بیان کی گئی ہے۔

۲۔ مقدمہ میں تنقید اصطلاحات کی تعریف، تعین اور اختلافِ رائے پر نظری بحث کی گئی ہے۔

۳۔ تنقید کی تعریف، لفظ "تنقید" پر تحقیق، تنقیدی دبستانوں کی تشکیل اور اہمیت اور لوئی کزامیاں (Louis Cazamian) کے حوالے سے ان کے وجود پر استفہامیہ نشان وغیرہ موضوعات کو زیر بحث لایا گیا۔

۴۔ تنقیدی اصطلاحات کا انتخاب اردو، انگریزی اور ہندی کتب سے کیا گیا ہے۔ یہ وہ اصطلاحات ہیں جو کسی فن پارے کا تجزیہ، توضیح، تشریح کے دوران تنقید کے عمل کو بیان کرنے اور اس کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرنے کے لیے استعمال ہوئی ہیں۔

۵۔ ناقدین کی عام رائے سے الگ، دوسرا کوئی لفظ بھی اسی مفہوم کے لیے رائج ہے تو اسے بھی ضابطۂ تحریر میں لایا گیا ہے مثلاً "متھ" کے لیے اسطور / دیومالا، کیتھارسس کے لیے تزکیہ نفس، تھیوری کے لیے نظریہ اور ڈکورس کے لیے کلامیہ / شعریات وغیرہ۔

۶۔ اردو میں متعدد سنسکرت / ہندی کی اصطلاحات بھی مستعمل ہیں۔ ان کا ذکر اردو کی کسی تنقیدی فرہنگ میں نہیں ملتا۔ہندی / سنسکرت کی ان اصطلاحات کو شاملِ فرہنگ کیا گیا ہے مثلاً گن، دھونی، رس، مادھریہ اور استھائی بھاؤ وغیرہ۔

۷۔ مغرب سے مستعار فلسفیانہ اور علمی اصطلاحات کو بعینہٖ نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ جب کہ انکے اردو متبادل موجود ہیں لیکن رائج نہیں ہیں۔ جیسے ایمبوویلنس (Ambivalence) ابہام، موٹف(Motif) کا اردو عنصر، کیتھارسس (Catharsis) تزکیہ نفس، سریلزم(Surrealism) ماورائیت، ڈائےلوگک(Dialogic) آزاد کلامیہ اور بورژوا (Bourgeois)وغیرہ۔

۸۔ انگریزی سے مستعار اصطلاحات کے کئی اردو مترادفات ہیں۔ بعض ناقدین نے انگریزی کی ایک اصطلاح کے لیے اردو کے الگ الگ متبادل وضع کر لیے ہیں مثلاً اصطلاح (Deconstruction) ملاحظہ ہو:

اس کے لیے عتیق اللہ نے اصطلاحی لفظ "رد تشکیل" وضع کیا۔ وہیں قاضی افضال حسین "ردِّ تشکیل" اور شارب ردولوی "رد تعمیر" لکھتے ہیں۔ اسی طرح Aporia, Diachronic, Synchronic, Discourse, Signifier, Signified, Theory اور Binary Oppositions وغیرہ کے اردو مترادف میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔ اس طرح کی اصطلاحات کی ادب میں رائج اور قبول عام اردو متبادل کی تلاش کر مخصوص اصطلاحی لفظ کے طور پر درج کیا گیا ہے اور اس کے ذیل میں مترادف لکھے گئے ہیں۔

بعض ناقدین کی وضع کردہ اصطلاحات مثلاً جدلیاتی لفظ، اور غیر شعر کو شاملِ فرہنگ کیا ہے اور بت شکن سے گریز کیا گیا ہے۔

۹۔ اصطلاحات کی صراحت کے لیے سادہ، عام فہم اور سہل زبان استعمال میں لی گئی ہے۔

۱۰۔ جس تنقیدی اصطلاح کے ایک سے زائد معنی و مفاہیم رائج ہیں ان کی وضاحت نمایاں طور پر ہے مثلاً زبان، متن، قرأت، ساخت، کوڈ اور کلامیہ وغیرہ۔

۱۱۔ بین العلومی مطالعہ کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے تنقید کی فرہنگ میں مشترک انگریزی / اردو اصطلاحات اور مشترک ہندی / اردو اصطلاحات کی فہرست بھی ملحق کی گئی ہے۔ یہ ضمیمہ اردو تنقید میں اولیت کا درجہ رکھتا ہے۔

الحاصل ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس تحقیق کا اختصاص یہ ہے کہ یہ نہ صرف تنقیدی اصطلاحات کی فرہنگ ہے بلکہ عہدِ حاضر تک اردو میں متداول تنقیدی اصطلاحات کا احاطہ بھی کرتی ہے۔

یقین ہے تنقیدی اصطلاحات کی یہ تازہ فرہنگ اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو گی۔

ضمیمہ جات

(i) مشترک انگریزی / اردو اصطلاحات

Abridgement	تلخیص
Absence	ناموجودگی
Absolute Beauty	حسنِ حقیقی
absolutism	مطلق پسندی
Abstract	مجرّد
Abstract Art	تجریدی فن
Absurdity	لایعنیت
Accent	بل
Actual Reader	واقعاتی قاری
Adaptation	باز تشکیل
Aesthetic Attitude	جمالیاتی رویہ
Aesthetic Distance	جمالیاتی بعد
Aesthetical Criticism	جمالیاتی تنقید
Aesthetics	جمالیات
Affective fallacy	موثر مغالطہ اندازی
Aleatory Writing	اتفاقی ادب
Alienation	اجنبیت
Ambiguity	ابہام
Ambivalence	ایمبی ویلنس
Amplification	اطناب
Anachronism	سہوزمانی
Anagnorsis	دریافت
Analysis	تجزیہ / تحلیل
Analytical Criticism	تجزیاتی تنقید

Anamnesis	بازآوری
Anatomy	تشریح
Anecdote	روایت نقل
Anthology	گلدستہ
Anthropology	بشریات
Anti climax	ردِ منتہا
Aphorism	مسلمات
Aporia	اپوریا /ناگزاریہ
Archetypal	آرکی ٹائپل
Archetypal Criticism	آرکی ٹائپل تنقید / قوسی تنقید
Argument	توجیہ
Aristotelian	ارسطوئی
Art	فن
Art for Art's sake	فن برائے فن / ادب برائے ادب
Art for life's Sake	ادب برائے زندگی
Artistic Aesthetics	فنّی جمالیات
Artistic Criticism	فنّی تنقید
Association	انسلاک
Associationism	تلازمت
Asyntactic	نحو شکنی
Atmosphere	فضا
Attitude	رویّہ
Author Centred Criticism	مصنف اساس تنقید
Automatic Writing	خودکن تحریر
Autotelic	خودیافتہ
Avante-Garde	آواں گارد
Beauty	حسن
Binary Oppositions	جوڑے دار ضدین
Binary structure	ذوساخت

Cliche	کلیشے
Close Reading	غائر مطالعہ
Close syllable	پابند رکن
Code	کوڈ
Collective Unconscious	اجتماعی لاشعور
Collectiveness	اجتماعیت
Colloquial	روز مرّہ
Comedy	طربیہ
Communication	ابلاغ
Communicative Competence	ترسیلی اہلیت
Comparative Criticism	تقابلی تنقید
Comparative Linguistic	تقابلی لسانیات
Comparison	موازنہ
Competence	اہلیت
Complex	گرہ

Biographical Memories	تذکرہ
Bound Motif	پابند موٹف
Bourgeois	بورژوا
Bourgeois Literature	بورژہ ادب
Cacophony	کریہہ الصوت
Capitalism	سرمایہ داری
Catharsis	تزکیہ / کتھارسس
Centrifugal	مرکز گریز
Centripetal	مرکز جو
Chicago Criticism	شکاگو تنقید
Chicago Critics	شکاگو ناقدین
Class Struggle	طبقاتی کشمکش
Classic	کلاسیک
Classical Criticism	کلاسیکی تنقید
Classical Literature	ادبِ العالیہ

Cultural Criticism	تہذیبی تنقید
Cultural Text	ثقافتی متن
Dadaism	دادائیت
Dadaist	دادائیت پسند
Dairy	بیاض
Decadence	زوال پسندی
Decadents	انحطاط پسند
Deconstruction	ردِّ تشکیل
Decorum	شائستگی
Defamiliarisation	اجنبیانے کا عمل
Deferment	التوا
Denotation	وضعی معنی
Description	جزئیات نگاری
Descriptive Criticism	توضیحی تنقید
Descriptive Linguistics	توضیحی لسانیات

Concrete	محجّر
Connotation	تعبیری معنی
Conscious	شعور
Constructional Parallelism	ساختی متوازیت
Constructivism	تعمیر پسندی
Contact	رابطہ
Contextual Criticism	سیاقی تنقید
Contextualism	سیاقیت
Contrive	آورد
Conventions	رسمیات
Creative criticism	تخلیقی تنقید
Creative Language	تخلیقی زبان
Creative Process	تخلیقی عمل
Creativity	تخلیقیت
Criticism	تنقید

Epic	رزمیہ شاعری	Despair	یاسیت
Epistemological	علمیاتی	Diachronic	دوزمانی
Epistemology	علمیات	Dialectical materialism	جادّلیاتی مادّیت
Epistolary Criticism	مکتوبی تنقید	Dialectics	جدّلیات
Escapism	فراریت	Dialogic	ڈاے لوگک
Escapist	فرارئت پسند	Diction	تلفیظ/ رتیہ
Ethical Criticism	اخلاقی تنقید	Didactic Literature	اخلاق آموز ادب
Event / Happening	واقعہ	Differance	افتراق
Existentialism	وجودیت	Discourse	کلامیہ/ مخاطبہ
Experience	تجربہ	Dissemination	تخم ریزی
Expression	اظہار	Dissertation	مقالہ
Expressionism	اظہاریت	Dominant	حاوی محرک
Expressive Style	اظہاریا سلوب	Editing	تدوین
Extrinsic Aspect	تنقید کی خارجی جہت	Enlightenment	روشن فکری
Extrinsic Criticism	خارجی تنقید	Enumeration	شماریت

Generative Grammar	تخلیقی قواعد	Feeling	احساس
Geno Text	تکوینی متن	Feminist Criticism	تانیثی تنقید
Genre	صنف	Fiction	فکشن
Genre Criticism	صنفی تنقید	Fiction Criticism	فکشن تنقید
Globalization	گلوب لائزشن	Fine Arts	فنونِ لطیفہ
Grammatology	تحریری سائنس / قواعدیات	Focalization	نقطۂ ارتکاز
		Foregrounding	پیش منظر
Grand Narrative	مہابیانیہ	Form	ہیئت
Heterodiegetic Narrator	غیر متجانس بیان کنندہ	Formalism	ہیئت پسندی
Historical Linguistics	تاریخی لسانیات	Formalist Criticism	ہیئتی تنقید
Historical Materialism	تاریخی مادّیت	Formism	ہیئت پرستی
Historicity	تاریخیت	Frame Narrative	مرکب بیانیہ
Homodiegetic Narrator	متجانس بیان کنندہ	Free motif	آزاد موٹف
Humanism	بشر دوستی	Free New-Classical Criticism	آزاد نوکلاسیکی تنقید
Id	اِڈ	Futurism	مستقبلیت

Inter-textuality	بین المتونیت	Idealism	عینیت / مثالیت
Intrinsic Aspect	تنقید کی داخلی جہت	Ideology	آئیڈیولوجی
Intrinsic criticism	داخلی تنقید	Image	پیکر
Irony	رمز	Imagery	پیکرتراشی
Judicial Criticism	تشریعی تنقید	Implied Reader	مرادی قاری
Catharsis	کتھارسس	Impressionistic Criticism	تاثراتی تنقید
Language	زبان	Individual Unconscious	انفرادی لاشعور
Langue	لانگ	Individuality	انفرادیت
Libido	جنسی قوت	Inductive Criticism	استقرائی تنقید
Linguistic Competence	لسانی اہلیت	Informative Style	اطلاعی اسلوب
Linguistic Deviation	لسانی انحراف	Informed Reader	جانکار قاری
Linguistic Norm	لسانی نارم	Instinct	جبلّت
Linguistics	لسانیات	Intentional Fallacy	ارادی مغالطہ اندازی
Linguistics Criticism	لسانیاتی تنقید	Interdisciplinary Criticism	بین العلومی تنقید
Literary Criticism	ادبی تنقید	Interpretation	تعبیر

Modernity	جدّت پرستی
Monologic	یک فکری جہت
Morphology	شکلیات / صرفیات
Motif	موٹف / عنصر
Motivation	خارجی ترغیب
Movement	تحریک
Mystification	ابلہ فریبیت
Myth	متھ
Mythology	دیومالا
Myths	اساطیر
Narcissism	نرگسیت
Narrative	بیانیہ
Narratology	بیانیات
Narrator	بیان کنندہ
Narrattee	مخاطب
Naturalism	فطرت نگاری

Literary Movement	ادبی تحریک
Literary Theory	ادبی تھیوری
Literary Tradition	ادبی روایت
Literature	ادب
Logo centrism	لفظ مرکزیت
Marxist Aesthetics	مارکسی جمالیات
Marxist Criticism	مارکسی تنقید
Masochism	مسالیت ایذا پرستی
Materialism	مادّیت
Meta Narrative	میٹا بیانیہ
Metaphysics	مابعد الطبیعیات
Metonymy	کنایہ / مجاز مرسل
Mini Narrative	منی بیانیہ
Modernism	جدیدیت
Modernity	جدّت

Paradox	قول محال
Parole	پیرول
Phenomenology	مظہریت
Philosophical Criticism	فلسفیانہ تنقید
Philosophy	فلسفہ
Phonetics	صوتیات
Phonocentrism	صوت مرکزیت
Phonology	تجزصوتیات
Plot	پلاٹ
Poet	شاعر
Poeticality	شعریت
Poetics	بوطیقا
Poetics	شعریات
Pornography	فحاشی
Post modern Criticism	مابعد جدید تنقید

Nature	فطرت
Neo Classicism	نوکلاسیکیت
Neurosis	نیوراتیت
New Criticism	نئی تنقید
New Critics	نوناقدین
New Historicism	نوتاریخیت
New Marxist Criticism	نومارکسی تنقید
Objective Criticism	معروضی تنقید
Objectivism	خارجیت پسندی
Objectivity	معروضیت / خارجیت
Ontological	وجودیاتی تصور
Open Marxism	آزادمارکسزم
Open Syllable	آزادرکن
Paradigm	زمرہ
Paradigmatic	عمودی

Post Modernism	مابعد جدیدیت
Post Structuralism	مابعد ساختیات
Practical Code	عملی کوڈ
Practical Criticism	اطلاقی تنقید (عملی تنقید)
Pragmatism	عملیت
Preface	مقدمہ
Presence	موجودگی
Progressive Literature	ترقی پسند ادب
Progressive Movement	ترقی پسند تحریک
Proletarianism	پرولتاریت
Proletariat	پرولتاری
Psycho Analysis	تحلیلِ نفسی
Psychological Criticism	نفسیاتی تنقید
Pyramidal Criticism	اہرامی تنقید
Rationalism	عقلیت
Reactionalist	رجعت پرست
Reactionary	رجعت پسندی
Reader	قاری
Reader's Oriented Criticism	قاری اساس تنقید
Reading	قرأت
Realism	حقیقت پسندی
Reality	حقیقت
Relation	ربط
Relevance	مناسبت
Renaissance	نشاۃ الثانیہ
Review	تبصرہ
Revolutionary Criticism	انقلابی تنقید
Revolutionary Literature	انقلابی ادب
Rhetoric Discourse	علمِ بیان
Rhetorical	بدیعی

Sign	اشارہ/ نشان
Signifier	دال
Signifier	معانی نما
Simple	سادگی
Sociological	عمرانی تنقید
Soliloquy	خودکلامی
Source	مآخذ
Spontaneity	آمد
Spontaneous	بے ساختگی
Stream of consciousness	شعور کی رو
Structural Criticism	ساختیاتی تنقید
Structuralism	ساختیات
Structure	ساخت
Style	اسلوب
Style Features	اسلوبی خصائص
Rhetorics	علم بدیع
Rhythm	آہنگ
Romantic Criticism	رومانی تنقید
Romantic Movement	رومانی تحریک
Romanticism	رومانیت
Russian Formalism	روسی ہیئت پسندی
Sadism	ایذارسانی
Scientific Criticism	سائنٹفک تنقید
Segments	قطعات
Self-criticism	خود تنقید
Semantics	معنیات
Semes	سیم
Semic code	معنیات کوڈ
Sensuous	اصلیت
Sensuousness	احساسی کیفیت

Syntax	نحویات
System of forms	صنفی نظام
System of modes	اطواری نظامی
Taste	ذوق
Taxonomy	شناسیات
Technique	تکنیک
Tension	ٹینشن
Text	متن
Textual Criticism	متنی تنقید
Textuality	متنیت
The Death of the Author	مصنف کی موت
Theoretical Criticism	نظریاتی تنقید
Theory	نظریہ
Theory of Differance	نظریۂ افتراق
Theory of Mimesis	نظریۂ نقل
Stylistics	اسلوبیات
Stylistics Criticism	اسلوبیاتی تنقید
Subjective Criticism	موضوعی تنقید
Subjectivity	موضوعیت / داخلیت
Sublimations	ارتفاع
Suggestion	دھونی
Super reader	زیرک قاری
Supplement	ضمیمہ
Surface Structure	سطحی ساخت
Surrealism	سرریلزم / ماورائیت
Symbol	علامت
Symbolic Code	علامتی کوڈ
Symbolic Short Story	علامتی افسانہ
Synchronic	یک زمانی
Syntagmatic	افقی

Unity	وحدت
Unity of Action	وحدت عمل
Unity of Impression	وحدت تاثر
Unity of Place	وحدتِ مکاں
Universality	آفاقیت
Utopia	یوٹوپیا
Writing Based Criticism	تحریر اساس تنقید
Zeitgeist	روحِ عصر

Three Unities	وحدت ثلاثہ
Trace	رمق / جھلک
Tradition	روایت
Tragedy	المیہ
Trans-textuality	تکثیر المتونیت
Trend	رجحان
Typology	قسمیات
Unconscious	لاشعور
Under Statement	تحت البیان
Understanding	تفہیم

(ii) مشترک ہندی / اردو اصطلاحات

अंतः विषय आलोचना	بین العلومی تنقید
अग्रगामिता	پیش منظر
अचेतन	لاشعور
अतियथार्थवाद	سریلزم / ورائے حقیقت پسندی
अद्भुत	حیرت ناک
अधिवृत्तान्त/महावृत्तांत	مہابیانیہ
अनुकरण का सिद्धांत	نظریۂ نقل
अनुपस्थित	عدم موجود
अनुभूति	احساس
अनेकार्थता	ابہام
अन्तः पाठ्यता	بین المتونیت
अभिजात्य	کلاسیک
अर्थ	معنی
अर्थ विज्ञान	علمِ معنی / معنیات
अर्थालंकार	صنائع معنوی
अलिखित/ वाक	تقریر/سماعی/غیر تحریری
अविन्यासक्रमी	عمودی
अस्तित्ववाद	وجودیت
आख्यान शास्त्र/ कथा विज्ञान	بیانیات
आदर्शवाद	مثالیت
आधुनिकता	جدیدیت
आलोचक	نقاد
आलोचना	تنقید
इकाई	اکائی
उत्तर आधुनिकता	مابعد جدیدیت
उत्तर संरचनावाद	پس ساختیات
उपस्थित	موجود
एककालिक/ समकालिक	یک زمانی مطالعہ
ऐतिहासिक भौतिकवाद	تاریخی مادیّت
ओज	دنیاداری سے دل لگانا
कथाकार/ कथावाचक	بیان کنندہ
करुणा	سوزوگداز

فن	कला
ادب برائے زندگی	कला जीवन के लिए
فن برائے فن	कला, कला के लिए
تخیل	कल्पना
دوزمانی مطالعہ	कालक्रमिक / ऐतिहासिक
شاعری	काव्य
آہنگ	गति
گُن	गुण
نشان	चिह्न/आर्थ चिह्न/ पद चिह्न/ निशान
شعور	चेतना
شعور کی رو	चेतना की धारा
عام زبان	जनभाषा / सामान्य भाषा
روشن خیالی / روشن فکری	ज्ञानोदय
وجودیت	तत्वमीमांसीय
ٹینشن	तनाव/ संतुलन
تقابلی تنقید	तुलनात्मक आलोचना
فلسفہ	दर्शन
فلسفیانہ تنقید	दार्शनिक आलोचना
المیہ	दुखांतक
جدلیاتی مادیت	द्वन्द्वात्मक भौतिकवाद
جڑواں تضاد ثنوی	द्विचर विरूद्ध
تخالف	
صوت	ध्वनि
صوتیات	ध्वनि विज्ञान
نئی تنقید	नव आलोचना
نومارکسزم	नव मार्क्सवाद
نوتاریخیت	नव-इतिहावाद
نوکلاسیکیت	नवशास्त्रीयतावाद / नव अभिजात्यवाद
تعبیر	निर्वचन
قرأت	पठन/ वाचन
صرفیات	पद विज्ञान
ضمیمہ	परिशिष्ट भाग
متن	पाठ
متنی تنقید	पाठ आलोचना
قاری	पाठक
نشاۃ الثانیہ	पुनर्जागरण
بورژوا	पूँजीपति

تحت الشعور	पूर्वचेतन/ अवचेतन
نیچر / فطرت	प्रकृति
فطرت نگاری	प्रकृति प्रेम
ترقی پسند	प्रगतिशील
ترقی پسند ادب	प्रगतिशील साहित्य
ترقی پسند ادبی تحریک	प्रगतिशील साहित्यिक आंदोलन
ترقی پسندی	प्रगतिशीलता
ترقی پسندی	प्रगतिशीलता
علامت	प्रतीक
علامتی	प्रतीकात्मकता
تاثراتی تنقید	प्रभाववादी आलोचना
کیفیت	प्रसाद
مشرقی شعریات	प्राच्य काव्यशास्त्र
بل	बल
معنی کی تکثیریت	बहुअर्थीयता
تکثیریت	बहुवचनीयता
خارجی	बाह्य
عقیدت	भक्ति
خوف	भयानक
موثر مغالطہ اندازی	भावात्मक हेत्वाभास
زبان	भाषा
لانگ	भाषा
لسانیات	भाषा विज्ञान
لسانیاتی تنقید	भाषायी आलोचना
لسانی اہلیت	भाषायी क्षमता
نفسیات	मनोविज्ञान
تحلیل نفسی	मनोविश्लेषण
نفسیاتی تنقید	मनोविश्लेषणात्मक आलोचना
مہانریٹو / میٹانریٹو / عظیم بیانیہ	महाख्यान
انبساط	माधुर्य
مارکسی تنقید	मार्क्सवादी आलोचना
متھ / اسطور	मिथक
اسطوری تنقید	मिथकीय आलोचना
شعر	मुक्तक
حقیقت	यथार्थ
حقیقت پسندی	यथार्थवाद

विभाव	وبھاؤ
विभिन्नता	تفریقیت
विभेदन	افتراق
विमर्श	ڈسکورس
विरेचन	کتھارس / تذکیہ
विश्लेषण	تجزیہ
विसंगति	قولِ محال
वीभत्स	تنفر
वीर	شجاعت
वृतांत/ आख्यान	بیانیہ
वैयक्तिकता/ व्यक्तिवाद	انفرادیت
वैश्वीकरण	گلوبلائزیشن
व्यक्तिगत अचेतन	انفرادی لاشعور
व्यक्तिनिष्ठ/आन्तरिक	داخلی
व्यावहारिक आलोचना	عملی تنقید
शब्द केन्द्रवाद	لفظ مرکزیت
शब्दालंकार	صنائع لفظی
शब्दावली	لفظیات
शास्त्रीयतावाद	کلاسیکیت
यादृच्छिक	من مانا / خود ساختہ
रचनात्मक भाषा	تخلیقی زبان
रचनात्मक साहित्य	ادبی تخلیق
रचनात्मकता/ सृजनात्मकता	تخلیقیت
रूपवाद	ہیئتی تنقید
रौद्र	ہیبت
ललित कला	فنونِ لطیفہ
लिखित	بصری / تحریری
वर्ग संघर्ष	طبقاتی کشمکش
वस्तुनिष्ठ आलोचना	معروضی تنقید
वस्तुनिष्ठ/ वस्तुपरक	معروضیت
वाक केन्द्रवाद	صوت مرکزیت
वाक्	پارول / پیرول
वाक्य विज्ञान/वाक्य विन्यास	نحویات
विडम्बना	رمز
विद्या	صنف
विनिर्मितिवाद/ खण्डनवाद/ विरचनावाद	لاتشکیل / ردِ تشکیل

सामूहिक अचेतन	اجتماعی لاشعور
सामूहिकता	اجتماعیت
सार्वभौमिकता	آفاقیت
साहित्यिक आलोचना	ادبی تنقید
साहित्यिक परम्परा	ادبی روایت
सिद्धान्त	تھیوری
सुर	سُر
सैद्धान्तिक आलोचना	نظریاتی تنقید
सौन्दर्य	حسن
सौन्दर्यवाद	جمالیات
स्त्रीवादी आलोचना	تانیثی تنقید
स्थानीयता	مقامیت
स्थायी भाव	استھائی بھاؤ
स्वच्छंदतावाद	رومانیت
हास्य	مزاح

शिकागो सम्प्रदाय	شکاگو نقاد
शिल्प पक्ष	فن کاری
शृंगार	رومان
शैली	اسلوب
शैली विज्ञान	اسلوبیات
शैली विज्ञान	اسلوبیات
शैलीय आलोचना	اسلوبیاتی تنقید
श्लेष	ایہام
संकेत	کوڈ/ضابطہ
संकेतन / व्यंजक	معنی نما / دال
संकेतित / व्यंजना	معنی تصور / مدلول
संरचनावाद	ساختیات
संशय	اپوریا
समाज	سماج
सम्प्रदाय	دبستان
सर्वहारा	پرولتاریہ
सात्विक आलोचना	وجودیاتی تنقید
साभिप्राय हेत्वाभास	ارادی مغالطہ اندازی

خلاصہ

تخلیقی عمل کے دوران تخلیق کار کے ذہن میں جو خیالات ابھرتے ہیں انھیں منظم کرتے ہوئے بہترین الفاظ کے پیکر میں ڈھالنے کا کام فنکار کا تنقیدی شعور کرتا ہے۔ دوسری جانب تنقید تخلیق کو ادیب سے آزاد اور خود مختار تسلیم کرتے ہوئے غیر جانبدارانہ انداز سے اس کے حسن و قبح کو نشان زد کرنے اور تخلیق کا معیار و اقدار متعین کرنے کا کام تنقید کے ذریعے تکمیل کو پہنچتا ہے۔ اس تفاعل میں پہلا امر نظریاتی اور آخر الذکر عملی تنقید ہے۔ دورانِ تنقید نقاد جس مخصوص لفظیات کا استعمال کرتا ہے وہ کسی نہ کسی رویّے، تحریک، نظریے یا رجحان سے وابستہ ہوتی ہے اوراس لفظیات کے بغیر نقّاد کا مطمحِ نظر سامنے آنا ممکن نہیں ہے۔ اسی لفظیات کو تنقیدی اصطلاح کہتے ہیں۔

تحقیقی مقالے کا مقصد:

اردو میں ابتداء تاحال ادب کا فکری، فنی اور تہذیبی منظر نامہ تبدیل ہوتا رہا ہے۔ ان تبدیلیوں کے اثرات ادب پر نظر آتے ہیں۔ یہ اثرات مشرقی اور مغربی دونوں طرح کے ہیں۔ ہم موجودہ دور میں اس موڑ پر ہیں جہاں مشرقی اور کلاسیکی ادب حاشیے پر چلے گئے ہیں، اور مغربی نظریات اور تھیوری اردو ادب پر حاوی ہیں لیکن ان نظریات اور تھیوری کو سمجھنے کی استعداد ہر قاری میں نہیں ہے۔ اس لیے نظریہ ہائے تنقید کی تفہیم و تسہیل کے لیے وضع کی گئی اصطلاحات کا ادراک ناگریز ہے۔ ان اصطلاحوں کی سمجھ کے بغیر قاری متن کی تفہیم سے نہیں گزر سکتا۔ پیشِ نگاہ تحقیقی مقالے کا مقصد اردو میں متداول تنقیدی مصطلحات کے معنی اور مفاہیم کی وضاحت کرنا اور معنی کے تعین میں اختلافِ رائے وغیرہ کو تفصیل کے ساتھ معرضِ بحث میں لانا ہے۔ قاری میں ادب کی عالمی تفہیم اور نئی تشریحات کی تخلیق بھی اس کا اہم مقصد ہے۔

تحقیقی مقالے کی اہمیت:

اب تک اردو میں تنقیدی اصطلاحات کی تفہیم کا تھوڑا بہت کام ہوتا رہا ہے۔ لیکن اس کے باقاعدہ منظم نہ ہونے کی وجہ سے اب تک کوئی فرہنگ تیار نہیں ہوئی ہے جو اردو تنقید کی اولین اصطلاحات سے لے کر دور حاضر تک کی مختلف تنقیدی نظریات کے تحت رائج اصطلاحات کو یکجا کرتے ہوئے اس پر ایک مبسوط مقدمہ کے ساتھ نتائج اخذ کیے جائیں۔ یہ تحقیقی کام پہلی بار منتخب تنقیدی اصطلاحات کی فرہنگ پر مشتمل ہے۔ نیز اس کے مقدمے میں تنقیدی

اصطلاحات کی تاریخ، ارتقاء اور مختلف علوم اور نظریات پر مبنی تنقیدی اصطلاحات کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ اس فرہنگ کی معاونت سے قاری کی رسائی اور سمجھ تنقیدی اصطلاحات تک ممکن ہو سکے گی۔

طریقہ تحقیق:

اس فرہنگ کی تکمیل کے لیے سروے، معروضی اور کیفی تجزیہ (Qualitative Method) کا طریقہ استعمال کیا گیا ہے۔ لغات کے اصول بھی پیش نگاہ رکھے گئے ہیں۔ اردو شاعری، تذکروں، مقدموں، مضامین اور کتب میں موجود تنقیدی اصطلاحوں کا انتخاب کر ان کو الف بائی ترتیب سے جمع کیا گیا ہے۔ پھر ان کے معنی، اختلافِ رائے، تعینِ معنی کا اندراج سادہ اور عام فہم زبان میں بیان کیا گیا ہے۔

مقالے کی تلخیص

تحقیقی مقالہ مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل ہے:

- باب اوّل: مقدمہ

۱۔ تنقید اور تنقیدی دبستان

۲۔ اصطلاح کی تعریف

۳۔ فرہنگ اور لغت کا فرق

۴۔ تنقیدی مصطلحات کی اہمیت اور افادیت

۵۔ اردو میں تنقیدی اصطلاحات سازی کی تاریخ

۶۔ تنقیدی اصطلاحات کا عہد بہ عہد ارتقاء

- باب دوم: فرہنگ
- باب سوم: حاصلِ تحقیق
- ضمیمہ جات:

۱۔ مشترک انگریزی / اردو اصطلاحات ۲۔ مشترک ہندی / اردو اصطلاحات

- کتابیات

ابواب اور ضمیمہ جات کا تعارف مندرجہ ذیل ہے:

باب اوّل: مقدمہ

اس باب کے پہلے حصّے "تنقید اور تنقیدی دبستان" میں تنقید کی تعریف، ماہیت، لفظ نقد، تنقید اور کرٹسزم پر بحث کی گئی ہے۔ اسی باب میں تنقید کی دو اقسام نظریاتی تنقید اور عملی تنقید کو واضح کیا گیا ہے اور آگے چل کر تنقیدی دبستانوں کی تشکیل، تردید اور تائید پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ کسی فن پارے پر مختلف مکاتیبِ فکر کی روشنی میں شش جہت تنقید کی جاسکتی ہے۔

اس باب کا دوسرا حصّہ "اصطلاح کی تعریف" پر مبنی ہے جس میں اصطلاح کی تعریف بیان کرتے ہوئے عام لفظ اور اصطلاحی لفظ اور ترکیب میں فرق بتایا گیا ہے۔

اس باب کا تیسرا حصّہ "فرہنگ اور لغت کا فرق" کے ضمن میں ہے۔ اس حصّے میں فرہنگ کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرہنگ کی اقسام اور وہ لغت سے کیسے قدرے مختلف ہیں، اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس حصّے کی نوعیت تعارّفی (Introductory) ہے۔

مقدمہ کا چوتھا حصّہ "تنقیدی مصطلحات کی اہمیت اور افادیت" عنوان سے لکھا گیا ہے۔ تنقیدی اصطلاح سے مراد یہ ہے کہ کسی فلسفے، نظریے، رویّے اور تحریک کے زیرِ اثر نقّادوں نے نظریاتی اور عملی تنقید کے لیے بعض کلیدی الفاظ اور تراکیب وغیرہ مختص کر لیے ہیں جو فن پارے کی تفصیل، تحلیل، تفہیم، تعبیر، تشریح اور تجزیہ وغیرہ میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ اصطلاحیں لغوی معانی سے الگ سہی لیکن تنقید میں معنی کی کسی خاص تفصیل کو بخیر و خوبی سمیٹ لیتی ہیں۔ مزید بر آں اسی حصّے میں مغربی تنقیدی اصطلاحات کی تعینِ قدر نیز ان کی اہمیت اور ضرورت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ آگے چل کر ادبی اور تنقیدی مصطلحات پر جو فرہنگیں ترتیب دی جاچکی ہیں ان کا ذکر ہے۔ آخر میں تنقیدی اصطلاحات کی فرہنگ سازی کی ضرورت اور اہمیت کے مقصد کو بھی سپردِ قلم کیا گیا ہے۔

اس باب کا پانچواں حصّہ تنقیدی اصطلاحات سازی کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس حصّے میں مشرقی اصطلاحاتِ نقد کی ابتداء پر دلائل کے ساتھ زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اردو میں ابتدائی تنقیدی رجحانات کا سرچشمہ عربی / فارسی کے شعری اسالیب اور مبادیات تھے جنھیں اردو نے مستعار لیا، اس سبب اردو کی تخلیقات اور تخلیق کار دونوں میں عربی /

فارسی کے ادبی و لسانی میلانات اور معیارات پائے جاتے ہیں۔ مشرقی ادبی تخلیقات کی تفہیم و تعبیر بلاغت، عروض اور قوافی وغیرہ پر مبنی ہیں۔ ان اصطلاحات کو تذکروں، مثنویوں، شعروں، نظموں، تقریضوں، مرثیوں اور دیباچوں میں باآسانی تلاش کیا جاسکتا ہے۔ یہ اصطلاحیں خوش فکری، ربطِ کلام، تلاشِ لفظ تازہ اور صفائی گفتگو وغیرہ ہیں۔ اس باب میں مشرقی تنقیدی اصطلاحوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور ان کی مثالیں مع مآخذ نقل کی گئی ہیں۔ ساتھ ہی اس بات کی تردید شامل ہے کہ قدما کے تذکروں میں تنقیدی شعور کی اتنی بھی قلّت نہیں ہے کہ اس کے وجود کو اقلیدس کا نقطہ قرار دیا جائے۔

مقدمہ کا چھٹا حصّہ ''تنقیدی اصطلاحات کا عہد بہ عہد ارتقاء'' ہے۔ اس حصّے میں نو آبادیاتی عہد سے لے کر عہدِ حاضر تک اردو تنقید پر مغرب کے جن مختلف زاویہ ہائے نظر کے اثرات مرتسم ہوئے ہیں ان کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ آزادؔ اور حالیؔ نے مشرقی اور مغربی اصطلاحات کے درمیان خط فاصل قائم کیا۔ جہاں آزادؔ نے انگریزی افکار سے شمع روشن کرنے کی ہدایت دی وہیں حالیؔ نے ''مقدمہ شعر و شاعری'' لکھ کر عربی، فارسی اور انگریزی شعریات کی روشنی میں اردو تنقید کا منشور لکھا۔ حالیؔ کے ہم عصر امداد امام اثرؔ نے ''کاشف الحقائق'' لکھ کر سنسکرت شعری تصورات پر بھی غور کیا۔ اسی غور و خوص کی بنیاد پر بعد میں عنبر بہرائچی، میراجیؔ، قاضی افضال حسین، محمد حسن اور فضلِ امام نے فروغ دیا۔ فلسفوں کے زیرِ اثر متداول اسالیب تنقید میں رومانی، ترقی پسند، جدید اور ہیئتی، نفسیاتی، عمرانی، اسلوبیاتی، جمالیاتی، متنی، قاری اساس، ساختیات اور پس ساختیات، مزید بر آں ردِ تشکیل، مابعد جدید اور بین العلومی تنقید وغیرہ کی مصطلحات کی درجہ بندی کرتے ہوئے مشاہیر کے اقوال نقل کیے گئے ہیں۔

باب دوم: فرہنگ :

مقالہ کا دوسرا باب تنقیدی اصطلاحات کی فرہنگ پر مشتمل ہے۔ اس باب میں امیر خسروؔ کی وضع کردہ اصطلاحات سے لے کر عصرِ حاضر تک متداول تنقیدی اصطلاحوں کی تلاش اور تحقیق کے ساتھ ایک فرہنگ کے طور پر مرتب کیا گیا ہے اور نیز ان کے مفاہیم کو بھی تحریر کیا گیا ہے۔ جہاں کہیں اصطلاحی مفہوم اور انگریزی اصطلاح کے اردو مترادف میں اختلافِ رائے سامنے آیا ہے وہاں معتبر ناقدین کی آراء کی روشنی میں اصطلاح کے مفہوم کا تعین کیا گیا ہے۔ اسی باب کے تحت اصطلاحات کو جمع کرنے میں زیادہ توجہ جدید اور مابعد جدید اصطلاحوں پر مرکوز کی گئی ہے۔

باب کی تشکیل مندرجہ ذیل طریقے پر ہوئی ہے:

10. تمام اصطلاحات کو فرہنگ نویسی کے اصولوں کے تحت الف بائی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔

11. تلفظ اور املا کی تسہیل کے لیے متعلقہ اصطلاحات کو اردو کے علاوہ انگریزی اور ہندی رسم الخط میں لکھا گیا ہے۔

12. اصطلاحات کے مفاہیم کے اندارج میں اختلاف رائے کا تعین کیا گیا ہے۔

13. اصطلاح کے مفہوم کی تصدیق کے لیے حسب ضرورت معتبر ناقدین کے اقوال مع حوالہ پیش کیے گئے ہیں۔

14. حسب ضرورت معنی کے ذیل میں اس بات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے کہ وہ اصطلاح کس دبستانِ نقد سے متعلق ہے؟

15. فرہنگ میں مرصع جملہ سازی کی جگہ معروضی زبان اور Evaluative Language کا استعمال کیا گیا ہے جو واضح اور مربوط ہے۔

16. باب دوم میں مقدمے سے متعلق مباحث کی مثالیں "فرہنگ" میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

17. اصطلاحات میں کلاسیکی تنقید سے لے کر دیگر علوم و فنون، فلسفوں اور نظریوں کی وہ منتخب اصطلاحات شامل ہیں جو اردو تنقید میں رائج ہیں۔

18. مخففات:

ا۔ ج م ت جدید اور مابعد جدید تنقید

۲۔ س پ م ساختیات پس ساختیات اور مشرقی شعریات

۳۔ ش غ ن شعر، غیر شعر اور نثر

فرہنگ سے بعض مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

جدلیّاتی لفظ

ادب کے ایسے ذرائع جو مجازی معنی کی تشکیل کرتے ہیں اور جن کے معنی کا تعین قاری کی فہم پر بھی منحصر ہوتا ہے۔ جدلیاتی لفظ کہا جا سکتا ہے۔

جدلیّاتی لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے شمس الرحمن فاروقی لکھتے ہیں:

"جدلیّاتی لفظ شاعری کی ایک مخصوص اور معروضی پہچان ہے اگر وہ اجمال کے پہلو بہ پہلو آئے۔ جدلیّاتی لفظ اصلاً شاعری کا وصف ہے۔ جدلیّاتی لفظ سے میری مراد تشبیہ، استعارہ یا پیکر کا حامل لفظ ہے۔ ان تینوں میں سے کوئی عنصر ایسا نہیں ہے جسے معروضی طور پر پہچاننا ممکن نہ ہو۔" (ش غ ن، ص۔ ۵۹)

دھونی Suggestion धव्नि

سنسکرت شعری جمالیات کی اصطلاح۔

دھونی کے نظریہ کو آنندوردھن نے اپنی کتاب دھونیالوک धवन्यालोक میں پیش کیا۔ اس کے مطابق دھونی شاعری کی روح ہے۔ اس روح میں زبان کی اشاریت، سجاوٹ اور معنی آفرینی تینوں اجزاء شامل ہیں۔

دھونی کو انگریزی میں Suggestion اور اردو میں رمزیت کہا جاسکتا ہے۔ گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

"آنندوردھن دھونی کو شعری زبان کی جمالیاتی قوت کے لیے استعمال کرتا ہے، یعنی شعری زبان کی وہ جمالیاتی قوت اور لطف واثر جو کلام کے نامیاتی کل (بشمول معنی) کے نتیجے کے طور پر پیدا ہو اور اس سے ارفع بھی ہو وہ دھونی ہے۔" (س پ م، ص۔۳۶۶)

ڈسکورس Discourse

لسانیات کی اصطلاح۔ اس کو بطور اصطلاح مخصوص معنوں میں فرانس میں ۱۹۶۶ء میں بینونستے (Benueniste) نے استعمال کیا۔ مابعد جدید ثقافتی صورت حال اور تنقیدی تھیوری اس اصطلاح کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اردو میں لفظ Discourse کے لیے عتیق اللہ نے "مخاطبہ"، ناصر عباس نیّر نے کلامیہ اور گوپی چند نارنگ نے 'مدلّل بیان' الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ناصر عباس نیّر ڈسکورس کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ڈسکورس فرانسیسی میں Discourse اور انگریزی میں Discourse ہے۔ اصل میں یہ لاطینی لفظ ہے جس کے لغوی معنی آگے اور پیچھے دوڑنا (Run to and fro) کے ہے۔ فرانسیسی زبان میں اسے تاریخ (Historie) کی متخالف اصطلاح کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ تاریخ ایک ایسا بیانیہ ہے جو غیر شخص اور معروضی ہے جب کہ ڈسکورس متعدد معانی میں رائج ہے۔ یہ کسی بھی موضوع پر مدلل اور پُر مغز مقالے کے لیے مستعمل ہے۔ لسانیات میں اس سے مراد وہ تجزیہ ہے جو جملوں کے روابط اور ان روابط کے قوانین کے مطالعے سے عبارت ہے۔ اسی خیال کو وسعت دے کر ڈسکورس کی اصطلاح سے منسلک کیا گیا ہے: وہ حوالہ جاتی فریم ورک جو کسی بھی مخصوص موضوع کی پیش کش میں برتا جاتا ہے اور اسی فریم ورک کی وجہ سے وہ موضوع اپنی حدود مقرر کرتا اور ان حدود میں اپنے معانی کی ترسیل کرتا ہے۔" (ج م ت، ص۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶)

غیر شعر

شمس الرحمٰن فاروقی نے شاعری اور نثر کے فرق کو واضح کرنے کے لیے ایک درمیانی کڑی بھی دریافت کی ہے جسے انھوں نے غیر شعر کہا ہے۔ ان کے مطابق یا تو شعر ہو گا یا غیر شعر یا پھر نثر۔ گویا شعر کو نثر تک پہنچنے میں غیر شعر کی منزل بھی آئیں گی۔ فاروقی نے غیر شعر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر شعر میں جدلیاتی لفظ مثلاً تشبیہ، استعارہ اور پیکر وغیرہ نہ ہو یا دوسری صورت میں ابہام نہ پایا جائے تو وہ شعر کی تعریف پر پورا نہ اترے گا۔ ہم اسے غیر شعر ہی کہیں گے۔ البتہ غیر شعر میں وہ خواص بھی ہو سکتے ہیں جو نثر میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا غیر شعر اور نثر کا فرق یہ ہے کہ نثر میں آہنگ، موزونیت اور جدلیاتی الفاظ بھی ہو سکتے ہیں لیکن اجمال نہیں ہو گا۔ اس کے برعکس غیر شعر میں جدلیاتی لفظ نہیں ہو گا۔ شمس الرحمٰن فاروقی فرماتے ہیں:

"یہ ہمیشہ خیال رہے کہ موزونیت اور اجمال کی شرطیں جز و مستقل یعنی Constant Factor کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان اجزائے مستقلہ کے علاوہ شاعری میں یا تو جدلیاتی لفظ ہو گا یا ابہام، یا دونوں۔ میں کسی ایسے شعر کا تصور نہیں کر سکتا جس میں ان دو میں سے ایک بھی نشانی نہ ہو اور پھر بھی وہ شاعری ہو۔ صرف ایک صورتِ حال ایسی ہو سکتی ہے جس موزونیت اور اجمال کے پہلو بہ پہلو کسی شعر میں وہ خواص پائے جائیں جن کو برجستگی، سلاست، بندش کی چستی، بے تکلفی، خوش طبعی، مزاج، طنز (بہ معنی Satire) رعایت لفظی کا پیدا کرادہ لطف، وغیرہ کہا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ خواص نثر میں بھی پائے جاتے (علاوہ اس کے کہ ان میں سے کچھ کچھ موضوعی بھی ہیں) بلکہ اصلاً نثر کے ہی خواص ہیں۔" (ش غ ن، ص۔ ٦١)

مابعد جدید تنقید Post Modern Criticism

مغرب میں جدیدیت کے کمزور ہو جانے کے سبب جن مباحث نے مرکزی صورت اختیار کی ان میں سب سے اہم فلسفۂ لسان تھا۔ چنانچہ سوسئیر، ژاک دریدا، بودلیئر اور رولاں بارتھ وغیرہ نے دنیا اور انسانی وجود کو بہتر طریقے سے سمجھنے کا واحد ذریعہ زبان کو بتایا ہے چنانچہ ان تمام فلسفیوں نے زبان کی ساخت اور اس کے مختلف مظاہر کا باریکی سے مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ کسی بھی متن کا حقیقی مطالعہ دراصل اس کی لسانی ساخت کا مطالعہ ہے چنانچہ مصنف کی موت، یا قاری کی مرکزیت اور متن کے خود مکتفی ہونے کے اصول دریافت کیے گیے۔ اس کی رو سے مصنف نہیں لکھتا بلکہ تصنیف خود کو لکھواتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ متن سے قاری کا تعلق براہِ راست ہے یعنی قاری متن سے اپنی فہم کے مطابق معنی اخذ کرنے کے لیے آزاد ہے چنانچہ متن کا رابطہ مصنف سے زیادہ

قاری سے ہے اور اسی کی رو سے کسی بھی متن کے کوئی ایک معنی متعین نہیں کیے جاسکتے۔ قاری جس طرح چاہے متن کی تفہیم کر سکتا ہے۔

ان اصولوں کو کام میں لیتے ہوئے مابعد جدید تنقید کا پیشتر کام نظری تشکیلات پر مبنی ہے چنانچہ عملاً ادب کی تنقید کا کام فن پارے کی تعین قدر وغیرہ میں مابعد جدید تنقید کو کامیابی حاصل نہیں ہو سکی ہے۔

مادھریہ माधुर्य

انبساط۔

وشوناتھ کوی راج کے مطابق وہ متن جس میں رس پایا جائے شاعری ہے۔ انھوں نے شاعری کو تین حصّوں میں تقسیم کرتے ہوئے اس کی پہلی قسم مادھریہ کو قرار دیا ہے۔ مادھریہ کے معنی مٹھاس، مسرت اور خوشی کے ہیں۔ جس شاعری سے حظ و انبساط حاصل ہو وہ مادھریہ کی شاعری کہلائے گی۔ سنسکرت میں اسے شرنگار رس کی شاعری بھی کہا گیا ہے۔ شاعری کی دوسری قسموں میں اس نے کرونا یعنی ہمدردی اور شانت رس یعنی عرفان و آگاہی کو شامل کیا گیا ہے۔

یک فکری ہیئت Monologic

روسی ہیئت پسندی کا فکری دبستان۔ باختن اسکول کے بانی میخائل باختن نے اپنی کتاب Problems of Dostevsky's Poetics (۱۹۲۹) میں اس اصطلاح کو فکشن تنقید کے لیے استعمال کیا۔ یک فکری ہیئت کو مونولوگک اور مختلف فکری ہیئت کو Polyphonic یا Dialogic کہا جاتا ہے۔ یک فکری ہیئت سے مراد اس خود کلامیہ سے ہے جس میں مختلف کرداروں کی آوازیں مصنف کی آواز میں ضم ہو جاتی ہیں۔ یعنی خود کلامی کا بیانیہ تمام کرداروں کو اپنے آپ میں ضم کر لیتا ہے۔ اردو میں اس کی مثال مرزا ہادی رسوا کا ناول ''امراؤ جان ادا'' کے ذریعے پیش کی جاسکتی ہے۔ اس کے برعکس Polyphonic ہیئت میں کرداروں کے اختلاف کی صورتحال نمایاں نظر آتی ہے جس کی مثال میں ''فسانہ آزاد'' کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

باب سوم: حاصلِ تحقیق:

مقالہ کا تیسرا باب 'حاصلِ تحقیق' عنوان سے شامل ہے جس میں مقالے کے باب اول اور دوم میں مصطلحات نقد کی تاریخی اہمیت اور مفاہیم سے متعلق مباحثہ کے نتائج پیش کیے گئے ہیں، اور یہ بتانے کی سعی کی ہے کہ پیش نگاہ تحقیق مقالہ دیگر ادبی اور تنقیدی اصطلاحوں کی فرہنگوں سے کیوں کر ممیز ہے۔

ضمیمہ جات : مقالے کے آخر میں دو ضمیمہ جات شامل ہیں:

(۱) مشترک انگریزی / اردو اصطلاحات

Absence	ناموجودگی
Artistic Aesthetics	فنّی جمالیات
Foregrounding	پیش منظر
Implied Reader	مرادی قاری
Paradox	قول محال
Post modern Criticism	مابعد جدید تنقید
Textual Criticism	متنی تنقید

(۲) مشترک ہندی / اردو اصطلاحات

अंतः विषय आलोचना	بین العلومی تنقید
अन्तः पाठ्यता	بین المتونیت
साभिप्राय हेत्वाभास	ارادی مغالطہ اندازی
अविन्यासक्रमी	عمودی
एक कालिक/ समकालिक	یک زمانی مطالعہ
चेतन की धारा	شعور کی رو

کتابیات

➢ انگریزی (لغات وفرہنگیات)

- A Dictionary of Literary Terms and Literary Theory by J.A. Cuddon, Penguin Books, 1998

➢ اردو (لغات وفرہنگیات)

1. ۱۸ویں صدی کی اردو شاعری کی فرہنگ، حصہ اول، ازڈاکٹر ذکاالدین شایان، archive.org
2. ادبی اصطلاحات از پروفیسر انور جمال، نیشنل بک فائونڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۲
3. ادبی اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ، پروفیسر عتیق اللہ، اردو مجلس دہلی، ۱۹۹۵

➢ ہندی (لغات وفرہنگیات)

1. हिन्दी आलोचना की पारिभाषिक शब्दावली, डॉ0 अमरनाथ, राजकमल प्रकाशन, दिल्ली, 2022

➢ اردو (کتابیات)

1. ادبی تنقید اور اسلوبیات، مرتب پروفیسر گوپی چند نارنگ، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۱
2. جدید اور مابعد جدید تنقید (مغربی اور اردو تناظر میں) ازڈاکٹر ناصر عباس نیر، ایم آر پبلی کیشنز، نئی دہلی ۲۰۲۲
3. ساختیات پس ساختیات اور مشرقی شعریات از گوپی چند نارنگ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی ۲۰۰۴
4. شعر، غیر شعر اور نثر از شمس الرحمٰن فارقی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۲۱ء

کتابیات

❖ لغات و فرہنگیات

➢ انگریزی (لغات و فرہنگیات)

- A Dictionary of Literary Terms and Literary Theory by J.A. Cuddon, Penguin Books, 1998
- The Standard English Urdu Dictionary, Edited by Maulvi Abdul Haq, Anjuman Tarraqi Urdu Hind, 2012

➢ اردو (لغات و فرہنگیات)

1. ۱۸ویں صدی کی اردو شاعری کی فرہنگ، حصہ اول، از ڈاکٹر ذکاالدین شایان، archive.org
2. ادبی اصطلاحات از پروفیسر انور جمال، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۲
3. ادبی اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ، پروفیسر عتیق اللہ، اردو مجلس دہلی، ۱۹۹۵
4. اردو مثنوی کی فرہنگ از محمد ضیاالدین، لبرٹی آرٹ پریس، نئی دہلی ۱۹۹۸
5. اردو ہندی لغت، ناشر قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۲۱ء
6. اصطلاحات نقد و ادب، ڈاکٹر عمر فاروق، بھارت آفسیٹ، دہلی، ۲۰۰۴
7. تنقیدی اصطلاحات از ڈاکٹر سلیم اختر، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱
8. تنقیدی تھیوری اور اصطلاحات از ڈاکٹر اشرف کمال، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۱۶
9. رموزِ بلاغت از ڈاکٹر ارشد عبد الحمید، راجستھان اردو اکادمی، جے پور، جون ۲۰۲۲
10. غزل کی تنقیدی اصطلاحات از ڈاکٹر ظہیر رحمتی، کتابی دنیا، دہلی، ۲۰۱۰
11. فرہنگ ادبی اصطلاحات از کلیم الدین احمد، ترقی اردو بیورہ، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء
12. فرہنگِ ادبیات از سلیم شہزاد، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۱۸ء
13. فرہنگ اصطلاحات لسانیات، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۰۳

14. فرہنگِ سیاست، rekhta.org

15. فرہنگِ سیاسی اصطلاحات، مرتب بورس پترین، rekhta. org

16. کشاف تنقیدی اصطلاحات از ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵

17. کلاسکی ادب کی فرہنگ، مرتبہ رشید حسن خاں، انجمن ترقی اردو (ہند)، نئی دہلی، ۲۰۰۳

➢ ہندی (لغات و فرہنگیات)

2. हिन्दी आलोचना की पारिभाषिक शब्दावली, डॉ0 अमरनाथ, राजकमल प्रकाशन, दिल्ली, 2022

3. हिन्दी आलोचना कोश, सम्पादक यशपाल महाजन, भारती ग्रंथ निकेतन, नई दिल्ली, 1978

4. आधुनिक हिन्दी आलोचना के बीज शब्द , बच्चन सिंह , वाणी प्रकाशन , नई दिल्ली 2023

❖ کتابیات

➢ اردو (کتابیات)

1- ادب کی سماجیات از پروفیسر قدوس جاوید، تہذیب پبلیکیشنز، سری نگر، ۱۹۸۶

2- ادبی تنقید اور اسلوبیات، مرتب پروفیسر گوپی چند نارنگ، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۱

3- اردو ادب کے ارتقاء میں ادبی تحریکوں اور رجحانوں کا حصہ از ڈاکٹر منظر اعظمی، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۹

4- اردو ادب کی تحریکیں از انور سدید، کتابی دنیا، دہلی، ۲۰۰۸

5- اردو ادب کی مختصر تاریخ از ڈاکٹر انور سدید، نائیس پرنٹگ پریس، صاحب آباد یوپی، ۲۰۱۴

6- اردو ادب میں رومانوی تحریک از ڈاکٹر محمد حسن، جے آر آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی، ۱۹۹۹ء

7- اردو تنقید اور راجستھان از ڈاکٹر رفعت اختر، راجستھان اردو اکادمی، جے پور، ۱۹۹۴ء

8- اردو تنقید پر عالمی اثرات از ڈاکٹر رفعت اختر، انیس کتاب گھر ٹونک، ۲۰۰۵

9- اردو تنقید کا ارتقاء از ڈاکٹر عبارت بریلوی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۶

10- اردو تنقید کی تاریخ از ڈاکٹر مسیح الزماں، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، ۲۰۰۳
11- اردو تنقید مرتب حامد کاشمیری، ساہتیہ اکادمی نئی دہلی، ۱۹۹۷
12- اردو تنقید میں نفسیاتی عناصر از پروفیسر سید محمود الحسن، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، ۲۰۱۴
13- اردو زبان اور ادب از ڈاکٹر مسعود حسین خاں، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۸۳
14- اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ از مولوی عبد الحق۔ rekhta.org
15- اردو شعریات مرتب پروفیسر آلِ احمد سرور، اقبال انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونیورسٹی، سری نگر، ۱۹۸۷
16- اردو غزل کے اہم موڑ از شمس الرحمٰن فاروقی، غالب اکیڈمی، نئی دہلی، ۲۰۰۶
17- اردو کا ابتدائی زمانہ از شمس الرحمٰن فاروقی، مکتبہ جامعہ نئی دہلی، ۲۰۱۱
18- اردو کی شعری اصناف از خواجہ اکرام، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی ۲۰۱۳
19- اردو لغت نویسی کا پس منظر از ڈاکٹر مسعود ہاشمی، ناشر نور جہاں، نئی دہلی، ۱۹۹۷ء
20- اردو مابعد جدیدیت پر مکالمہ مرتب پروفیسر گوپی چند نارنگ، اردو اکادمی، دہلی ۱۹۹۸
21- اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک از ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۷
22- اردو نثر کا فنی ارتقاء مرتب فرمان فتح پوری، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی ۲۰۱۳
23- اسلوبیاتی تنقید از پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۱۴
24- اشارات تنقید از سید عبد اللہ، چمن بک ڈپو، دہلی، ۱۹۷۷
25- اصولِ انتقاد ادبیات از پروفیسر سید عابد علی عابدؔ، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۰
26- افکار و نظریات از ڈاکٹر فضلِ امام، سرفراز قومی پریس، لکھنؤ، ۱۹۷۷
27- اکتشافی تنقید کی شعریات از حامدی کاشمیری، کمپیوٹر سٹی، راج باغ، سری نگر، ۱۹۹۹
28- انتخابِ خطوطِ غالبؔ مرتب ڈاکٹر خلیق انجم، مونو مینٹل پبلیشرز، نئی دہلی، ۲۰۰۹
29- انتخاب مضامینِ سر سید مرتب پروفیسر آلِ احمد سرور، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۱۴
30- انتقاد از سید عابد علی عابدؔ، ادارہ فروغ اردو لاہور، ۱۹۵۸
31- آج کا اردو ادب از ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۸

32- آئینۂ بلاغت از مرزا محمد عسکری، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۱۵

33- بیانات پروفیسر عتیق اللہ، سیمانت پبلی کیشنز، دہلی، ۲۰۱۲

34- بیانیات مرتب قاضی افضال حسین، مسلم ایجوکیشنل پریس، علی گڑھ، اکتوبر ۲۰۱۷

35- بیسویں صدی میں اردو ناول از ڈاکٹر یوسف سرمست، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۲۰۰۰

36- تجزیہ اور تنقید از ڈاکٹر ارشد عبد الحمید، راجستھان اردو اکادمی، جے پور، ۲۰۰۱

37- تحریر اساس تنقید از پروفیسر قاضی افضال حسین، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۹

38- تحقیق کا طریقہ کار از ش۔ اختر rekhta.org

39- تذکرہ نکات الشعراء از میر تقی میرؔ، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۱۹۸۴

40- ترجیحات، پروفیسر عتیق اللہ، سیمانت پبلی کیشنز، دہلی، ۲۰۰۴

41- ترسیلاتِ ارشد مرتب محمد باقر حسین، نایاب بکس، نئی دہلی، فروری ۲۰۲۴

42- ترقی پسند ادب (پچاس سالہ سفر) مرتب پروفیسر قمر رئیس، سید عاشور کاظمی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۱۹۸۹ء

43- ترقی پسندی، جدیدیت مابعد جدیدیت، ناشر و مرتب ڈاکٹر ندیم احمد، ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرس، دہلی، ۲۰۱۸

44- ترقی پسندی، جدیدیت، مابعد جدیدیت (گوپی چند نارنگ کے منتخب مضامین) مرتب اطہر عزیز، ایڈشاٹ پبلی کیشنز ممبئی، ۲۰۰۴

45- تعبیر کی شرح از شمس الرحمٰن فاروقی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۲۰۰۶

46- تعصبات پروفیسر عتیق اللہ، سیمانت پبلی کیشنز، دہلی، ۲۰۰۱

47- تفہیمِ لفظ و معنی از سلیم شہزاد، منظر نما، پبلشرز، مالیگاؤں، ۲۰۲۱

48- تنقید اور جدید اردو تنقید از وزیر آغا، مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، بہ اشتراک قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی، ۲۰۱۱

49- تنقید اور عملی تنقید از سید احتشام حسین، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، ۲۰۰۵

50- تنقید کی جمالیات (جلد ۱ تا ۱۰) پروفیسر عتیق اللہ، کتابی دنیا، دہلی، ۲۰۱۲ء

51- تنقید کیا ہے؟ از آلِ احمد سرور، مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، نئی دہلی، ۱۹۹۰

52- تنقیدی دبستان از ڈاکٹر سلیم اختر، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۶

53- تنقیدی نظریات حصہ اول از سید احتشام حسین، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۹

54- تنقیدی نظریات حصہ دوم، سید احتشام حسین، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، ۲۰۰۹

55- جدید ادب منظر پس منظر (پروفیسر احتشام حسین کے تنقیدی مضامین) مرتب ڈاکٹر جعفر عسکری، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۹

56- جدید اردو تنقید: اصول و نظریات از پروفیسر شارب ردولوی، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، ۲۰۰۲

57- جدید اردو تنقید کا تجزیاتی مطالعہ از ڈاکٹر نشاط فاطمہ، اثبات و نفی پبلی کیشنز مغربی بنگال، ۱۹۹۸

58- جدید اور مابعد جدید تنقید (مغربی اور اردو تناظر میں) از ڈاکٹر ناصر عباس نیر، ایم آر پبلی کیشنز، نئی دہلی ۲۰۲۲

59- جدیدیت کے بعد از پروفیسر گوپی چند نارنگ، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۲۰۰۵

60- داستانِ امیر حمزہ، زبانی بیانیہ، بیان کنندہ اور سامعین از شمس الرحمٰن فاروقی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، اگست ۱۹۹۸ء

61- راجستھان میں شعری گلدستوں کی روایت اور ان کی اہمیت از ڈاکٹر نادرہ خاتون، ایم۔ آر۔ آفسیٹ پرنٹرس، نئی دہلی، ۲۰۱۰ء

62- رشید حسن خاں کے تحقیقی و تدوینی متعلقات، مرتب ابراہیم افسر، اصیلا آفسٹ پرنٹرس، دریا گنج، نئی دہلی، ۲۰۲۳

63- ساختیات ایک تعارف از ڈاکٹر ناصر عباس نیّر، rekhta.org

64- ساختیات پس ساختیات اور مشرقی شعریات از گوپی چند نارنگ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی ۲۰۰۴

65- ساختیات: تاریخ، نظریہ اور تنقید از احمد سہیل، تخلیق کار پبلشرز، نئی دہلی، ۱۹۹۹

66- ساحری، شاہی، صاحبِ قرانی جلد اول شمس الرحمٰن فاروقی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۱۹۹۹ء

67- سرسید اور ان کے نامور رفقاء از سید عبد اللہ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۱

68- شاعری کیا ہے؟ از عبارت بریلوی، rekhta.org

69- شبلیؔ معاصرین کی نظر میں از پروفیسر ظفر احمد صدیقی، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۱

70- شعر شور انگیز (جلد ا تا ۴) از شمس الرحمٰن فاروقی، ترقی اردو بیورو، دہلی

71- شعرائے اردو کے تذکرے از پروفیسر حنیف نقوی، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، ۱۹۹۸

72- شعر، غیر شعر اور نثر از شمس الرحمٰن فاروقی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۲۱ء

73- صنفیات از پروفیسر قاضی افضال حسین، فروری ۲۰۱۶

74- عروض آہنگ اور بیان از شمس الرحمٰن فاروقی، کتاب نگر، دین دیال روڈ، لکھنؤ، جون ۱۹۷۷

75- علمی اردو لغت، مرتب وصی اللہ کھوکر، عملی اکیڈمی نئی دہلی، ۲۰۱۳

76- فکشن کی شعریات: تشکیل و تنقید از پروفیسر گوپی چند نارنگ، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۲۰۰۹

77- فنِ تنقید اور اردو تنقید از پروفیسر نور الحسن نقوی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۱۳

78- فنِ شاعری، ارسطو ترجمہ عزیز احمد، انجمن ترقی اردو (ہند)، نئی دہلی، ۱۹۸۹

79- قاری اساس تنقید مرتب پروفیسر گوپی چند نارنگ، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۹۶

80- قدیم مغربی تنقید از کلیم الدین احمد، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۲۰۰۴

81- قدیم مغربی تنقید از پروفیسر وہاب اشرفی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۲۰۱۰

82- قرأت اور مکالمہ از ڈاکٹر کوثر مظہری، rekhta. org

83- کاشف الحقائق از امداد امام اثرؔ، مرتب پروفیسر وہاب اشرفی، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۲

84- کاشف الحقائق ایک مطالعہ از پروفیسر وہاب اشرفی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۱۳ء

85- لسانی مطالعے از گیان چند جین، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۱۹۷۳

86- لسانیات اور تنقید از ڈاکٹر ناصر عباس نیرّ، rekhta.org

87- مابعد جدیدیت: مضمرات، ممکنات از پروفیسر وہاب اشرفی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۲۰۰۳

88- متنی تنقید از ڈاکٹر خلیق انجم، انجمن ترقی اردو (ہندی) نئی دہلی، ۲۰۰۶

89- مثنوی قطب مشتری مرتب مولوی عبد الحق، انجمن ترقی اردو ہندی، نئی دہلی، ۱۰۱۸ھ

90- مرزا محمد رفیع سودآ از پروفیسر قاضی افضال حسین، rekhta.org
91- مشرق و مغرب کے نغمے، از میر آجی، گجرات اردو ساہتیہ اکادمی، گاندھی نگر، ۲۰۱۵
92- مشرقی تنقید از پروفیسر محمد حسن، rekhta.org
93- معاصر اردو تنقید مرتب پروفیسر شارب ردولوی، اردو اکادمی دہلی، ۲۰۱۴
94- مغرب میں تنقید کی روایت از پروفیسر عتیق اللہ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۱۷
95- مقدمۂ تاریخِ زبان اردو از پروفیسر مسعود حسین خاں، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۱۱
96- مقدمۂ شعر و شاعری از الطاف حسین حالیؔ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۱۱
97- موازنۂ انیسؔ و دبیرؔ از شبلی نعمانی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۱۰
98- میرؔ کی شعری لسانیات از پروفیسر قاضی افضال حسین، rekhta.org
99- نظر اور نظریے از آلِ احمد سرور، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۲۰۱۱
100- نظریاتی تنقید: مسائل و مباحث از پروفیسر ابو الکلام قاسمی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۶
101- نظموں کے تجزیے مرتب پروفیسر قاضی افضال حسین، مسلم ایجوکیشنل پریس، علی گڑھ، ۲۰۰۹
102- نئے نقاد کے نام خطوط از ناصر عباس نیر، عرشیہ پبلیکیشنز، نئی دہلی، ۲۰۲۴
103- وضع اصطلاحات از وحید الدین سلیم، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۱۹۸۰ء

➢ ہندی (کتابیات)

1. आलोचना-समय और साहित्य, रमेश दवे, भारतीय ज्ञानपीठ, नई दिल्ली, 2006 ई०
2. उत्तर यथार्थ, सुधीश पचौरी, वाणी प्रकाशन, नई दिल्ली, 2004 ई०
3. भाषा विज्ञान एवं भाषा शास्त्र, लेखक - डॉ0 कपिल देव , archive.org
4. संरचनावाद, उत्तर संरचनावाद एवं प्राच्यशास्त्र, गोपीचंद नारंग, साहित्य अकादमी प्रकाशन, 2014 ई०
5. हिन्दी आलोचना, डॉ0 विश्वनाथ त्रिपाठी, राजकमल प्रकाशन, जयपुर, 2007ई०
6. काव्यांग - प्रभा , डॉक्टर नवीन नंदवाना , हरीश प्रिंटर्स , 2022 ई०
7. काव्य शास्त्र , डॉ 0 भगीरथ मिश्र , विश्वविद्यालय प्रकाशन , वाराणसी , 2010 ई०

✓ رسائل وجرائد

نمبر شمار	رسالہ	سنِ اشاعت	ناشر، مقام
۱	اثبات	جون ۲۰۲۲ء	تھانا، مہاراشٹر
۲	اثبات	مئی ۲۰۲۴ء	نایاب بکس، نئی دہلی
۳	اردو دنیا	اپریل ۲۰۱۸ء	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
۴	اردو دنیا	مارچ ۲۰۱۸ء	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
۵	اردو دنیا	فروری ۲۰۱۸ء	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
۶	اردو دنیا	اگست ۲۰۱۸ء	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
۷	اردو دنیا	مارچ ۲۰۱۳ء	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
۸	اردو دنیا	جولائی ۲۰۱۲ء	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
۹	اردو دنیا	ستمبر ۲۰۱۷ء	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
۱۰	امروز	جنوری ۲۰۱۷ء	علی گڑھ
۱۱	ایوان اردو	جون ۲۰۱۵ء	اردو اکادمی دہلی
۱۲	ترسیل	شمارہ ۲۰۲۰۔۱۵	نظامت فاصلاتی تعلیم، کشمیر یونیورسٹی، سری نگر
۱۳	تنقید	جلد ۳۔۴، شمارہ ۱	علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۱۴	تنقید	۲۰۰۸ء	شعبہ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
۱۵	شب خون	جلد ۴۰، جون تا دسمبر ۲۰۰۵ ء	الہ آباد
۱۶	شب خون	شمارہ ۱۳۵	الہ آباد
۱۷	شعر و حکمت	مارچ ۲۰۰۴ ء	مکتبہ شعر و حکمت، حیدرآباد
۱۸	فکر و تحقیق	جنوری فروری مارچ ۲۰۱۱ء	قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی
۱۹	فکر و تحقیق	اپریل جون ۲۰۱۸ء	قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی
۲۰	نگار	فروری۔مارچ ۱۹۴۶ء	لکھنؤ